حکیم الامت مجدد الملت حضرۃ مولانا اشرف علی تھانوی
ملفوظات
حکیم الامت
ادارہ تالیفات اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240

تعارف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ وعلیٰ آلہ واصحابہ اولیائہ اجمعین۔ وبارک وسلم تسلیماً کثیراً۔ اما بعد

مجموعۂ ملفوظات "فیوض الخالق" کنز المعارف اور گنجینۂ علوم و حکم ہے، ملفوظات کے عنوان و فہرست کے زیادہ سے زیادہ عام فہم بنانے کے لئے آیات و احادیث اور فارسی اشعار کے ترجمہ کے علاوہ حاشیہ میں مشکل الفاظ کے معانی لکھ دیئے ہیں تا کہ زیادہ سے زیادہ احباب استفادہ کر سکیں۔

اللہ تعالیٰ اس خدمت کو قبول فرما کر احقر اور ناشر کے لئے زادِ آخرت اور وسیلۂ نجات بنا دیں اور خاتمہ ایمان پر فرما کر اپنے نیک بندوں میں شامل فرما دیں۔ آمین

نیک دعاؤں کا ازحد محتاج

بندہ محمد اقبال قریشی غفرلہ

امام و خطیب جامع مسجد تھانیوالی

ہارون آباد

عرضِ حال

یہ مجموعہ حضرت سیّدی و سندی حکیم الاُمت مجدّد الملّت قطب الارشاد حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب دامت برکاتہم کے ملفوظات مبارکہ کا ہے جو اس خاکسار نے پانچ سال کے ہر ماہ رمضان شریف کی حاضری خانقاہ کے موقعہ پر حضرت والا کی مجلس شریف میں بیٹھ کر سنے اور ان کے متفرق حصوں کو ایک جگہ جمع کر کے حضرت والا کی خدمت میں پیش کیا۔ تو حضور نے اس کو پسند فرمایا اور اس کا نام "فیوض الخالق" تجویز فرمایا۔ چونکہ ان ملفوظات میں علوم و معارف کا ایک خاص ذخیرہ ہے اس لئے ان کو طباعت میں لانے کی کوشش کی گئی اور اس معاملے میں محمد عثمان صاحب دہلوی کا بے حد شکر گذار ہوں۔ جنہوں نے اس کو اپنے رسالے الھادی میں شائع فرمانے کا قصد فرمایا۔

میں دعاء کرتا ہوں کہ ناظرین کو اللہ تعالیٰ اس سے پورا پورا نفع عنایت فرمائے اور ان کے طفیل اس خاکسار کو بھی اپنی رضاء اور قرب سے ممتاز فرمائے۔

آمین ثم آمین

خاکسار عبد الخالق عفا اللہ عنہ

ساکن ٹانڈہ ضلع۔ ہوشیار پور

حال وارد امرتسر چوک فرید

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

فہرست مضامین ملفوظات بنام "فیوض الخالق"

ملفوظ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر

ملفوظ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر

ملفوظ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر
۵۹	علم مقصود	۵۸
۶۰	شوق میں اعتدال	۵۸
۶۱	طریق تسہیل بتلانا عنایت مشائخ ہے	۵۹
۶۲	ایک شعبۂ تکبر	۶۰
۶۳	خطرات کا لانا مضر ہے	۶۰
۶۴	ایک آیت کی تفسیر بے نظیر	۶۰
۶۵	مجاہدہ مقصود بالذات نہیں	۶۱
۶۶	مسئلہ تقدیر پر شبہ کا جواب	۶۱
۶۷	مراقبۂ توحید اصطلاحی کب شروع کرے	۶۲
۶۸	اس زمانہ میں قلوب خوف کے متحمل نہیں	۶۲
۶۹	حافظ شیرازیؒ کے ایک شعر کا مفہوم	۶۲
۷۰	خلق قبیح میں حکمت	۶۲
۷۱	مراقبۂ اصطلاحی کو محققین نے منع فرمایا ہے	۶۳
۷۲	نعمت صحت سے متبدل فرمانے کی دعاء	۶۴
۷۳	غیر اللہ پر نظر رکھنے سے ممانعت	۶۵
۷۴	بیمار اور تندرست کے لئے وصول و قرب کا الگ الگ طریقہ	۶۵
۷۵	حضرت حاجی صاحبؒ کی ایک عجیب و غریب تحقیق	۶۶
۷۶	سائلین سے گھبرانا نہیں چاہیے	۶۷
۷۷	صوت سرمدی	۶۷
۷۸	سرمد کی ایک زاہدانہ رباعی	۶۹

ملفوظ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر

ملفوظ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر
۹۹	پھوہڑ عورتوں میں ایک کمال	۷۹
۱۰۰	میلان کے اسباب بعیدہ سے احتیاط کی ضرورت	۷۹
۱۰۱	بوڑھوں میں صرف میلان ہوتا ہے	۷۹
۱۰۲	بعض سالکین کو ابتدائے سلوک میں انوار نظر آنے کا سبب	۸۰
۱۰۳	ارشاد حضرت حاجی صاحب متعلق افعال ظاہرہ و باطنہ	۸۰
۱۰۴	ذکر ریائی کی مثال	۸۱
۱۰۵	نفس کا ایک دقیق کید	۸۱
۱۰۶	اللہ تعالیٰ سے ریا	۸۱
۱۰۷	بلاوجہ شبہ ریا کا نتیجہ	۸۲

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

فہرست مضامین ملفوظات بنام "کلمۃ الحق"

ملفوظ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر

ملفوظ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر

ملفوظ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر

ملفوظ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر

ملفوظ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر

ملفوظ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر
۱۱۹	حصولِ دنیا کے لئے تدبیر کی ضرورت	۱۴۱
۱۲۰	حکایت امیر خسروؒ	۱۴۱
۱۲۱	کتابیں دیکھ کر محبت کرنا	۱۴۲
۱۲۲	غیر مسلم کے سلام کا جواب	۱۴۲
۱۲۳	ایک کاندھلوی صاحبؒ کی حکایت	۱۴۲
۱۲۴	اغوا اور ارشاد میں فرق	۱۴۳
۱۲۵	آمین کی تین قسمیں	۱۴۳
۱۲۶	ایک معقولی صاحبؒ کی حکایت	۱۴۴
۱۲۷	دیوبند کا رنگ	۱۴۴
۱۲۸	صحبت کی برکت	۱۴۴
۱۲۹	پہلے لوگوں کے اختلاف کی مثال	۱۴۴
۱۳۰	مظلوم کا نفع	۱۴۵
۱۳۱	۵۸ صفحات کے طویل خط کا جواب	۱۴۵
۱۳۲	منتقلہ جائیداد یتیم خانہ کے نام وقف فرمانا	۱۴۶
۱۳۳	اکابر کی حق پرستی	۱۴۶
۱۳۴	آج کل کی گروہ بندی کی مذمت	۱۴۶
۱۳۵	حضرت حاجی صاحبؒ کی علماء کی تعظیم	۱۴۷
۱۳۶	ایک نہایت مخلص شخص کی سخاوت	۱۴۷
۱۳۷	واقعہ تعمیر سہ دری خانقاہ	۱۴۷
۱۳۸	کرامت حضرت مولانا سید اسماعیل شہیدؒ	۱۴۸

ملفوظ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر

ملفوظ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر

ملفوظ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر
١٧٩	حضرات سادات و بنی ہاشم کو زکوۃ حرام ہونے میں حکمت	١٦٧
١٨٠	بعض صورتوں میں ذکر و شغل مضر ہے	١٦٨
١٨١	دلائل الخیرات کی اجازت طلب کرنے میں فساد	١٦٨
١٨٢	سماع کی حرمت لغیرہ ہے	١٦٩
١٨٣	جدہ کے معنی	١٧٠
١٨٤	بعض طبائع سماع سے بہت متاثر ہوتے ہیں	١٧٠
١٨٥	طریق تصوف کا حاصل	١٧٠
١٨٦	خاوند کی محبت کا تعویذ کرانے میں تفصیل	١٧١
١٨٧	برصغیر کے علماء کی خصوصیات	١٧٢
١٨٨	حضرت آدم علیہ السلام ہندی تھے	١٧٢
١٨٩	موت بھی نعمت ہے	١٧٣
١٩٠	عشق مجازی	١٧٤
١٩١	متکلمین کے مباحث عقلیہ بدعت ہیں	١٧٤
١٩٢	صانع عالم کی ہستی کا اعتقاد فطری ہے	١٧٥
١٩٣	"ہم استاذ نیز" کا مفہوم	١٧٥
١٩٤	مباحث متکلمین حضرات صحابہؓ کے دور میں نہ تھے	١٧٦
١٩٥	وعظ محاسن الاسلام قابل دید ہے	١٧٧
١٩٦	اصول کی رعایت نہیں چھوڑنا چاہیے	١٧٨
١٩٧	مسائل کے حکم بتلانا علماء کی ذمہ داری نہیں	١٧٩
١٩٨	مناظرہ اہل بریلی میں منصف کون ہوگا	١٨١

ملفوظ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر
۱۹۹	سائنس کے اکثر مسائل ظنی ہیں	۱۸۱
۲۰۰	اہلِ کمال کا حال	۱۸۲
۲۰۱	تاثیر وعظ حضرت حکیم الامتؒ	۱۸۲
۲۰۲	دھلی میں حضرت حکیم الامتؒ کے وعظ کا حال	۱۸۳
۲۰۳	عورت کی آواز سے بچنا چاہیے	۱۸۳
۲۰۴	غصہ میں کسی کو مارنا جائز نہیں	۱۸۴
۲۰۵	ہندوؤں میں جلانے کی رسم کہاں سے پڑی	۱۸۵
۲۰۶	بلا کرایہ سفر کرنا حرام ہے	۱۸۵
۲۰۷	ترکی سلطنت کی حمایت کا سبب	۱۸۵
۲۰۸	حسین ابن منصورؒ کے قول کی توجیہ	۱۸۶
۲۰۹	کبر کا علاج	۱۸۶
۲۱۰	گدی نشین پیر کے صاحبزادے کا حضرت حکیم الامت سے رجوع	۱۸۷
۲۱۱	تبرکات متعارفہ کی زیارت کا حکم	۱۸۷
۲۱۲	توکل کا ادب	۱۸۸
۲۱۳	بد دماغی کرنا مناسب نہیں	۱۸۸
۲۱۴	مجاہدہ کی حقیقت	۱۸۸
۲۱۵	جہنم اصل میں کافر کے لئے موضوع ہے	۱۸۸
۲۱۶	شریعت طب روحانی ہے	۱۸۹
۲۱۷	نظیر اور دلیل میں فرق	۱۸۹
۲۱۸	امراضِ باطنہ کا تجسس بغرض اصلاح ہے	۱۹۰

ملفوظ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر

ملفوظ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر

ملفوظ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر

ملفوظ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر
۲۷۹	مصلح کے لئے ایک اہم ہدایت	۲۱۹
۲۸۰	تعلیم کی دو قسمیں	۲۱۹
۲۸۱	جہالت کا اثر	۲۲۰
۲۸۲	تقرر قاضی کی ضرورت	۲۲۰
۲۸۳	امر تعذیب مباحات ہی نہیں	۲۲۱
۲۸۴	خانقاہوں کے لنگر کا طریقہ پسند نہیں	۲۲۲
۲۸۵	اذیت سے بچنے کے لئے مہمان سے دریافت کرنے کی ضرورت	۲۲۲
۲۸۶	حج کو جانے والے کیلئے اخراجات میں شدید احتیاط کی ضرورت	۲۲۲
۲۸۷	قیام کانپور علمی اعتبار سے اعظم تھا	۲۲۴
۲۸۸	نکاح خوانی میں اجرت قاضی کون ادا کرے گا	۲۲۴
۲۸۹	مخالف مدعی تقدس کے اعتراض کا جواب	۲۲۵
۲۹۰	امور ذوقی	۲۲۶
۲۹۱	رمضان المبارک میں حضرت حاجی صاحبؒ کے معمولات	۲۲۷
۲۹۲	افعال اختیاریہ اور تقدیر	۲۲۷
۲۹۳	اصل مقصود جمعیت خاطر ہے	۲۲۷
۲۹۴	طبقۂ زندیق	۲۲۸
۲۹۵	سگریٹ پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے	۲۲۹
۲۹۶	کبر و تواضع کے چند قصے	۲۲۹
۲۹۷	ایک بزرگ کی شجاعت	۲۳۱
۲۹۸	عرفی تیز طبع شاعر تھا	۲۳۲

ملفوظ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر

ملفوظ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر

ملفوظ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر

ملفوظ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ملفوظات ملقّبہ بفیوض الخالق

تصوّر شیخ کا مقصود

(۱) فرمایا کہ حضرت مولانا شہید تصور شیخ (۱) سے منع فرماتے تھے اور اس آیت سے استدلال فرماتے تھے۔ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْٓ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ (الانبیاء آیت ۵۲) اس طرح سے کہ تماثیل ذہنیہ صورت خارجیہ سے زیادہ موجب افتتان ہیں۔ اسی سلسلہ میں فرمایا کہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو ایک مستقل شغل قرار دیا ہے۔ بالخصوص مشائخ نقشبندیہ کے ہاں تو اس کا خاص اہتمام ہے۔ اس وقت اس میں مفاسد پیدا نہ ہوئے اس پر حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بالمعنی نقل فرمایا کہ مانعین (۲) نے اعتماد "اعلی القرائن" (۳) تفصیل نہیں کی۔ اس لئے شبہ ہوا کہ جائز ذریعہ کیسے فرمادیا۔ تفصیل یہ ہے کہ اصل مقصود تصور حق تعالیٰ کا ہے۔

اللہ تعالیٰ چونکہ مرئی نہیں ہیں۔ اس لئے جن لوگوں کی قوت فکریہ ضعیف ہوتی ہے ان کو یہ تصور جمتا نہیں۔ اس میں ان کے ذہن میں خیالات بہت آتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو یکسوئی حاصل کرنے کے واسطے تصور تجویز کیا گیا۔ کیونکہ علاج بالضد ہوتا ہے یعنی خیال کے دفع کرنے کے لئے دوسرے خیال کو ذہن میں جمایا جائے گا خواہ وہ کوئی خیال ہو، پس اگر خیالات مختلفہ کے

۱۔ ترجمہ: کیا یہ صورتیں ہیں جن پر تم جمے بیٹھے ہو۔

۲۔ منع کرنے والے۔ ۳۔ قرآن پر اعتماد کرے

دفع کرنے کے واسطے ہر دیکھی ہوئی چیز کا تصور کافی ہو سکے، جی خیال جم سکے۔ لیکن ان سب خیالات میں سے شیخ کا تصور ہے کہ وہ محبوب ہونے کی وجہ سے ذہن میں زیادہ جمے گا۔ اور اس لئے دفع خیالات میں زیادہ مؤثر ہو گا تو وہ مقصود بالذات نہ ہوا مقصود بالغیر ہوا۔ اس لئے جب یہ غرض حاصل ہو جاوے تو شیخ کا تصور بھی دل سے نکال دے۔ اور صرف ذاتِ حق کی طرف متوجہ ہو جاوے پھر احیاناً اگر خیالات آجاویں تو پھر شیخ کا تصور کر لے۔ جب خیالات دفع ہو جاویں۔ پھر ذات حق کی طرف متوجہ ہو جاوے کیونکہ مقصود حقیقت یہی ہے۔

تصور شیخ کی مثال:

(۲) فرمایا کہ اس کی مثال مکان میں جھاڑو دینے کی سی ہے مکان کے صاف کرنے کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ ایک ایک تنکا اٹھا اٹھا کر باہر پھینکا جائے۔ اس میں جو کلفت ہے وہ ظاہر ہے، دوسرا یہ کہ سب تنکوں کو ایک جگہ جمع کیا جاوے۔ جب سب مجتمع ہو جاویں تو سب کو اٹھا کر باہر پھینکدے بس یہی دوسری صورت تصور شیخ ہے کہ سب تصورات کو ایک تصور میں جمع کر کے جب یکسوئی حاصل ہو جائے تو اس کو بھی ترک کر دیا جاوے۔

مقاصدِ تصوّف کا خلاصہ:

(۳) فرمایا کہ مقاصد تصوف کا خلاصہ صرف دو چیزیں ہیں طاعت و ذکر۔ ذکر کو قلب کی یکسوئی میں خاص دخل ہے اور خود ایک ہی شغل ہے۔ اس لئے کبھی یک سوئی حاصل کرنے کے لئے قلب پر بھی ذکر کا تصور کیا جاتا ہے۔ اور تصور شیخ اسی یکسوئی میں داخل ہے۔ تصور شیخ سے یکسوئی حاصل ہو جاتی ہے

پھر اس یکسوئی سے توجہ الی اللہ کی استعداد ہو جاتی ہے پھر اس استعداد کو مقصود میں صرف کرنا اور جب مقصود حاصل ہو جاوے تو پھر ان ہیئیات (۱) وقیود کی ضرورت نہیں رہتی اور محض ذکر قلبی پر اکتفا کرنے سے دھوکہ ہو جاتا ہے۔ بعض وقت غفلت اور بھول ہو جانے پر بھی غافل اپنے کو ذاکر سمجھتا ہے۔ بخلاف ذکر لسانی کے کہ قلب اگر نہ بھی حاضر ہو تو ذکر لسانی پر اجر ملتا ہے۔

تصور شیخ بالذّات مقصود نہیں:

(۴) فرمایا (۲) تصور شیخ کوئی بالذّات مطلوب نہیں۔ صرف توجہ الی اللہ کے وقت جو وساوس مجرد کا ہجوم ہوتا ہے وہ قطع وساوس کے لئے ہے۔

حکایت مولوی منور علی صاحب در بھنگویؒ:

(۵) فرمایا مولوی منور علی صاحب در بھنگوی جب گنگوہ آئے تو انہوں نے حضرت گنگوہی سے اپنی باطنی شکایت فرمائی اور وہ حضرت حاجی صاحب

۱۔ اس خاکسار راقم الحروف نے جب حضرت والا کی خدمت میں تحریر کیا کہ تصور شیخ سے طبیعت میں ایک فہم کا انتشار پیدا ہوتا ہے تو حضرت والا نے اس پر تحریر فرمایا

دست بوسی چوں رسید از فضل شاہ

پائے بوسی اندر آں دم شد گناہ۔

۲۔ (تصور شیخ کے متعلق ذکر کرتے ہوئے) بتایا کہ اصل مقصود تو توجہ الی اللہ ہے اور یہ توجہ الی اللہ یکسوئی کے بغیر کامل ہوتی نہیں۔ یوں اگر کسی کو اللہ تعالیٰ کا تصور دائمی طور پر خود بخود (یعنی تصور شیخ وغیرہ کے بغیر ہی) حاصل ہو جائے تو کافی ہے مگر چونکہ اللہ تعالیٰ غائب ہیں۔ اشیاء حاضرہ ان کے تصور سے تابع ہیں اس لئے مشاہدات میں سے شیخ ہی کو یکسوئی کا ذریعہ بنایا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات میں تفکر کرنا ممنوع ہے ۱۲ منہ

کے مرید خاص تھے۔ حضرت گنگوہی نے فرمایا معلوم ہوتا ہے تم نے تصور شیخ میں کمی کر دی ہے خواص چونکہ اس کے حدود جانتے ہیں۔ اس لئے ان کی اجازت ہو سکتی ہے۔

تعلیم کے لئے یکسوئی کی ضرورت:

(٦) فرمایا کہ ایک شیخ سے کسی نے بیعت کی درخواست کی انہوں نے اس سے دریافت کیا کہ تم کو کسی چیز سے محبت بھی ہے اس نے کہا اپنی بھینس سے محبت ہے۔ شیخ نے کہا بس اس کا تصور رات دن رکھو۔ اور اتنے دن بند مکان میں رہو۔ کچھ عرصہ کے بعد شیخ گئے اور مرید کو نکلنے کے واسطے فرمایا اس نے نکلتے وقت بھینس کی طرح سر ہلایا اور کہا دروازہ میں میرے سینگ اڑتے ہیں۔ شیخ نے اس یکسوئی کو دیکھ کر تعلیم طریقہ شروع کر دیا اور مرید کر لیا۔

تصور شیخ نقشبندیہ کے ہاں جو طریق ہے:

(۷) فرمایا۔ تصور شیخ نقشبندیہ کے ہاں مثل جزو طریق کے ہے چشتیہ کے ہاں اس کی اتنی اہمیت نہیں۔ اصل مقصود تو توجہ الی الحق ہے۔ مگر چونکہ ابتداًء یہ توجہ الی الحق الغائب قائم نہیں رہتی۔ خطرات مانع ہوتے ہیں ان کو دفع کرنے کے لئے کسی دیکھی ہوئی چیز کی طرف توجہ کرائی جاتی ہے بالخصوص اگر وہ محبوب بھی ہو تو دفع خطرات میں زیادہ معین ہو گی۔ اس لئے شیخ کو تجویز کیا گیا کہ اس کا تصور بمقابلہ دوسری اشیاء کے انفع ہو گا۔ جب خطرات کا دفعیہ یا استصلال ہو جاوے تو تصور شیخ بھی چھوڑ دیا جاوے۔

چشتیہ کے ہاں تصوّر شیخ کی اہمیت نہ ہونے کا سبب:

(۸) فرمایا کہ چشتیہ نے تصور شیخ کو اس لئے اہمیت نہیں دی کہ تصور شیخ توجہ تام سے ہوتا ہے اور ہے یہ غیر مقصود اور غیر مقصود کی طرف قصداً اتنی گہری تو صورۃً شرک عملی کے مشابہ ہے کیونکہ ایسی توجہ تام جو کسی خطرہ پر مشتمل نہ ہو۔ صرف حق سبحانہ کا حق ہے ایسی توجہ دوسرے کی طرف نہ چاہیے۔

حکایت حضرت سید صاحبؒ:

(۹) فرمایا کہ حضرت سید صاحبؒ نے جب حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحبؒ سے بیعت کی تو حضرت شاہ صاحب نے تصور شیخ تعلیم فرمایا سید صاحبؒ نے باادب انکار فرمادیا۔ شاہ صاحب نے فرمایا۔

بمی سجادہ رنگین کن گرت پیر مغاں گوید

سید صاحب نے فرمایا بمی سجادہ رنگین کن معصیت کے باب میں ہے اور معصیت جو بھی آپ فرمادیں کر سکتا ہوں۔ مگر شرک نہیں کر سکتا۔ اس پر شاہ صاحب نے فرمایا۔ ہم آپ کو طریق نبوت سے سلوک طے کرا دیں گے طریق ولایت چھوڑ دیں گے کیونکہ آپ کی استعداد بہت ہی اعلیٰ ہے چنانچہ کل تیرہ دن میں سارا سلوک طے ہو گیا۔

حکایت حضرت شیخ عبدالقدوس صاحب گنگوہیؒ:

(۱۰) فرمایا۔ شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ کے ایک مرید کے گھر شادی تھی۔ حضرت شیخ امتحان کے لئے رات کے وقت لباس تبدیل کر کے فقرا کی صف میں جا بیٹھے۔ جب گھر والے نے خیرات تقسیم کی تو پیر (حضرت شیخ

عبدالقدوس) کو بھی ایک فقیر سمجھ کر دے دی۔ صبح کو اس سے سخت ناراض ہوئے فرمایا کہ اگر تم کو میری محبت ہوتی تو تم کو میری خوشبو آجاتی اور خوشبو سے مجھ کو پہچانتے چنانچہ یعقوب علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام کی خوشبو سے ہی فرمایا تھا(۱) اِنِّیْ لَاَجِدُ رِیْحَ یُوْسُفَ لَوْ لَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنَ (سورہ یوسف) اس پر شبہ نہ کیا جاوے کہ محبت کے لئے خوشبو کا آنا لازم ہے بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا معاملہ ہر بندہ کے ساتھ جدا ہے ممکن ہے کہ شیخ کے لئے عادت اللہ یہی ہو کہ ان کے محب کو ان میں سے خوشبو کا آنا ضروری ہو۔

دفع خطرات کا طریق:

(۱۱) فرمایا تصور شیخ، دفع خطرات کے لئے بعض مشائخ (۲) نے تجویز کیا تھا۔ مگر محققین نے دفع خطرات کے شدید اہتمام کی پرواہ نہیں کی

۱۔ ترجمہ: اگر تم مجھ کو بڑھاپے میں بہکی باتیں کرنے والا نہ سمجھو تو ایک کہوں کہ مجھ کو تو یوسف کی خوشبو آرہی ہے۔

۲۔ فرمایا بعض لوگ ابتداء ہی سے ماسویٰ اللہ سے قلب کو خالی کرنے کے لئے خاص شغل کرتے ہیں حالانکہ یہ غلطی ہے کیونکہ جتنا خالی کرتا ہے اتنا ہی بھرتا ہے جتنا خلا کامل ہوا اتنا ہی شیطان کا دخل کامل ہوتا ہے۔ اسی لئے محققین نے فرمایا ہے کہ قلب کو فضائل سے محلی کیجئے رذائل سے خود مخلی ہو جائے گا، چنانچہ بوتل کی ہوا خارج کرنے کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ اس میں پانی ڈال دیا جاوے اور یہی طریقہ سہل ہے، پس وسوسہ اگر کیسا ہی سخت آوے تو اس کے نکالنے کی کوشش کرنا عبث ہے۔ اس کا بہترین علاج یہ ہے کہ فوراً کسی نیک چیز کی طرف خیال بدل دیا جاوے۔ پس انسان کو چاہیے کہ اپنے آپ کو اپنی مرضی کے مطابق نہ بنا دے یعنی مثلاً یہ کہ وساوس بالکل نہ آویں بلکہ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کو منظور ہو اور پسند ہو ویسا بنے۔

۱۲۔

لیکن جنھوں نے اس کا اہتمام کیا ہے۔ انہوں نے اس کے مختلف طریقے نکالے ہیں چنانچہ بعض قلب میں لفظ اللہ کا یا کعبہ شریف یا مدینہ شریف کا تصور کرتے ہیں بعض نے ان کی بجائے شیخ کا تصور نکالا چونکہ شیخ سے محبت کا تعلق زیادہ ہوتا ہے۔ اس لئے اس کا تصور جلد قائم ہو جاتا ہے اور جب خطرات دفع ہو جاویں تو یہ شغل بھی چھوڑ دیتے ہیں۔

اعمالِ تصوّف:

(۱۲) فرمایا کہ اعمالِ تصوّف یا مراقبات ہیں یا اذکار و اشغال ہیں۔ مراقبات کے لئے حدیث راقب اللہ تجدہ تجاہک۔ ترمذی شریف میں ہے اور اذکار بھی مامور بہا ہیں البتہ اشغال امور بہا صرف معالجہ کے واسطے کئے جاتے ہیں اور خود حق تعالیٰ کا براہ راست تصور کرے تو وہ بہتر ہے اور حدیث میں جولا تفکر وفی ذات اللہ ہے اس میں خاص فکر کی نہی ہے۔ یعنی ذات کی کنہ کے درپے ہونا ممنوع ہے۔ باقی محض خدائے تعالیٰ کو یاد رکھنا جو صرف تصور ذات کا درجہ ہے وہ عین مطلوب ہے اور اشغال کی اصل بھی حدیث سے ثابت ہے حدیث میں ہے اجعل بصرک (۱) حیث تسجد اور تصور ذات ذکر ہے اور مامور بہ ہے۔

شیخ کے قلب کی طرف توجہ کی صورت:

(۱۳) فرمایا حضرت حاجی صاحبؒ کی خدمت میں مکہ معظمہ میں مولانا محمد یعقوب صاحبؒ مع دیگر حضرات حاضر ہوئے سفر مدینہ کے وقت دوسرے

۱۔ اپنی نظر اپنے سجدہ کے مقام پر کر

حضرات کا یہ مشورہ ہوا کہ مولانا محمد یعقوب صاحبؒ حضرت حاجی صاحبؒ کی خدمت میں رہیں۔ کیونکہ ان کو صحبت کم حاصل ہوئی تھی مگر خود مولانا وہاں نہ رکتے مدینہ جاتے اس لئے حضرت حاجی صاحبؒ کی خدمت میں عرض کیا گیا انہوں نے مولانا کو وہاں روک لیا اور فرمایا ہمارے پاس بیٹھ کر ہمارے قلب کی طرف متوجہ رہا کرو۔ بس اتنا شغل بتلایا جب باقی حضرات مدینہ شریف سے واپس ہوئے تو حضرت نے فرمایا لو بھئی اتنی ذرا سی بات ان کو بتلائی تھی وہ بھی ان سے نہ ہو سکی جب کوئی یہاں آتا تو سب سے پہلے پیاس سے باتیں کرنے لگ جاتے تھے مگر بایں ہمہ مولانا گنگوہیؒ نے فرمایا کہ اتنی سی صحبت نے مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کو کامل کر دیا۔ اور شیخ کے قلب کی طرف توجہ کی صورت یہ ہے کہ مرید یہ تصور کرلے کہ شیخ کے قلب سے میرے قلب میں کیفیات آرہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ بموجب اقتضاء انا عند ظن (۱) عبدی بی کے یہ کیفیات مرید کو عطا فرما دیتے ہیں۔

وحدتِ مطلب کا مفہوم:

(۱۴) فرمایا وحدت مطلب سے مراد یہ ہے کہ آلۂ مطلب ایک ہے یعنی تعلیم ایک ہی شیخ سے حاصل کرو چنانچہ محققین نے فرمایا ہے (۲) المرید بین الشیخین کالزوجة بین الزوجین۔ اس مضمون پر فرمایا کہ وحدت مطلب پر ایک شبہ یہی وارد ہوتا ہے۔ تقریر اس کی یہ ہے کہ مشہور ہے کہ جب تک اپنے پیر کو سب پر فضیلت نہ دے تب تک فائدہ نہیں پہنچتا۔

۱۔ اپنے بندہ کے گمان کے قریب ہوں۔

۲۔ مرید دو شیخوں کے مابین ایسا ہے جیسا ایک بیوی دو شوہروں کے درمیان۔

حالانکہ ایسی فضیلت دینا کسی کو بھی جائز نہیں۔ کیونکہ فضیلت کی حقیقت ہے کثرت ثواب عند اللہ اور مسئلہ یہ ہے کہ دوسرے کو شیخ کہنا یا عارف کہنا تو درست ہے۔ اسی طرح عاشق کہنا یا سالک کہنا بھی جائز ہے۔ مگر ولی جو مرادف ہے صاحب فضیلت کا قطعاً و یقیناً کہنا درست نہیں البتہ ولی ظناً کہنے میں (۱) حرج نہیں۔ پس فضیلت یا ولایت امر غیبی ہے۔ اپنے پیر کے لئے فضیلت کیسے ثابت کر سکتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ وحدت مطلب کا اعتقاد اً تقلیداً ہے ہی نہیں بلکہ اس کی تفسیر وہ ہے جو حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ وحدت مطلب کی حقیقت صرف اتنی ہے کہ یوں سمجھے کہ زندہ بزرگوں میں سے میری تلاش سے مجھے زادہ نفع پہنچانے والا میرے شیخ سے بڑھ کر اور کوئی نہیں مل سکتا۔ بس اپنے شیخ کے متعلق صرف اتنا عقیدہ کافی ہے اور جب تک یہ عقیدہ نہ ہو جمعیت خاطر نہیں ہوتی اور جب تک جمعیت یا یکسوئی نہ ہو تب تک فائدہ نہیں ہوتا۔

ضرورت شیخ نص کی روشنی میں:

(۱۵) فرمایا کہ لوگ شیخ طریقت کی ضرورت ہیں یہ آیت پیش کیا کرتے ہیں۔ وابتغوا الیہ الوسیلۃ حالانکہ اس میں شیخ مراد نہیں بلکہ اعمال صالحہ مراد ہیں۔ البتہ ضرورت شیخ دوسری آیت سے ثابت ہو سکتی ہے۔ واتبع سبیل من اناب الی الایتہ اور یہ جو مشہور ہے (۲) الشیخ فی قومہ النبی فی امتہ اس سے مراد شیخ طریقت نہیں بلکہ بوڑھا آدمی مراد ہے کیونکہ یہ مقولہ حدیث کہا جاتا ہے اور اس زمانہ میں شیخ کا لفظ شیخ طریقت کے

۱۔ حدیث میں ہے یوں کہے! حسبہ کذاواللہ حسیبا یزکی علی اللہ احدا ۱۲

۲۔ شیخ اپنی قوم میں ایسا ہے جیسا نبی اپنی امت میں

معنی میں قطعاً استعمال نہیں ہوا کیونکہ یہ عرف بالکل مستحدث ہے۔

ناقص پیر سے وصول بذریعہ جذب ہو سکتا ہے:

(۱۶) فرمایا پیر جب ناقص ہوتا ہے مگر سلسلہ اس کا صحیح ہو تو مرید کو وصول جذب کی راہ سے تو ہو سکتا ہے۔ سلوک کے طریقہ سے نہیں ہوتا۔

پیر سے مناسبت کا مفہوم:

(۱۷) فرمایا پیر سے مناسبت کے یہ معنی ہیں کہ مرید کو پیر کے کسی فعل پر اعتراض نہ پیدا ہو اور پیر کو اس کے کسی فعل سے ایذا نہ ہو نیز محبت اور چیز ہے مناسبت اور چیز ہے۔ جیسے اپنے گھوڑے سے محبت تو ہے۔ مگر مناسبت نہیں اور پیر کا کوئی فعل اگر محل اعتراض سمجھے تو تاویل کر لے اگر تاویل نہ سمجھ میں آئے تو اس فعل کو خود نہ کرے اور اگر اس فعل کا شیخ حکم دے تو اس فعل کے متعلق شیخ سے بادب دریافت کر لے۔ لیکن اگر ایسا فعل بار بار شیخ سے صادر ہو تو تاویل نہ کرے بلکہ اس شیخ کو چھوڑ دے۔ پھر پیر کے حکم دینے کے متعلق فرمایا کہ پیر کے متعلق اتنی تحقیق تو ضرور کرنی چاہیے کہ زندہ لوگوں میں کون قابل اقتداء ہے جب یہ محقق ہو جاوے تو پھر آنکھ بند کر کے اس کے پیچھے ہولے۔ بدون قوی شرعی کے نافرمانی نہ کرے اور زبانی گستاخی تو کرتا دل میں بھی پیر کی شان کے برخلاف تصور بھی نہ کر دے۔

پیش اہل دل نگہ دارید دل
تانباشید از گمان بدخجل

اہل دل حضرات کے سامنے اپنے دل پر نگاہ رکھو کہیں ایسا نہ ہو کہ بدگمانی کر کے ندامت ہو

شیخ کے فیضِ تعلیم سے بُعد نہیں:

(۱۸) فرمایا۔ ہر زمانے میں ایک شخص ایسا ہوتا ہے جو عبادت کے لئے ایسا واسطہ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کے فیوض و برکات کا۔ اس کے ساتھ جس کو جتنا تعلق کم ہوتا ہے وتنا ہی اس کو حرمان ہوتا ہے۔ چنانچہ دہلی کے ایک بزرگ کو وفات کے بعد خواب میں کسی نے دیکھا پوچھا کیسا معاملہ ہوا۔ انہوں نے کہا کہ اچھا معاملہ ہوا مگر اس پر عتاب ہوا کہ تم مولانا رشید احمد صاحب سے عقیدت کیوں نہ رکھتے تھے تو ایسے شخص کا فیوض حاضر و غائب سب کو ہوتا ہے۔ مولانا نے فرمایا کہ شعر

دست پیر از غائباں کوتاہ نیست
دست اوجز قبضہ اللہ نیست

پیر کی توجیہ غائبوں سے کوتاہ نہیں ہے۔ اس کا قبضہ سوائے اللہ کے قبضہ کے نہیں ہے

اور فرمایا کہ اس شعر کا عنوان ذرا متوحش ہے ورنہ (۱) آیتہ۔ اِنَّ الَّذِیۡنَ یُبَایِعُوۡنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوۡنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوۡقَ اَیۡدِیۡہِمۡ (الفتح آیت ۱۰) سے یہ مضمون ثابت ہوا ہے اور فرمایا کہ یہی مضمون ایک دوسرے عنوان سے مشہور ہے کہ باطن شیخ ہر جگہ ہے اس لئے غائبین کے ساتھ بھی ہے پس عنوان کی حقیقت یہ ہے کہ اسماء الالٰہیہ ظاہر ہیں اور مخلوقات مظاہر ہیں چنانچہ شیخ مظہر ہے اسم ہادی کا یعنی اس کا باطن اسم ہادی ہے۔ تو پس شیخ کا باطن ہر جگہ ہے۔ اس میں بُعد مکانی مانع نہیں اور اگر یہ سمجھ میں نہ آوے تو یوں

۱۔ جو لوگ آپ سے بیعت کر رہے ہیں اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے

سمجھ لو کہ اس بُعد کے نہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ فیضِ تعلیم سے بُعد نہیں اس معنی کر کہ معلم کی طرح نہیں کہ اس میں بُعدِ مکانی مانع ہوتا ہے۔

شیخ فیوض ربانی کی میزاب ہے:

(۱۹) فرمایا حضرت حاجی صاحب فرماتے تھے کہ شیخ فیوض ربانی کی میزاب ہے۔ میزاب کو مکدر کرنے سے پانی مکدر ہی آئے گا۔ اگر کسی دوسرے شخص سے بھی فیض ہو تو یہی سمجھے کہ اس فیض کے مبادی اور قابلیت تو میرے قلب میں میرے شیخ نے ہی پیدا کئے ہیں۔

پیر کی گستاخی سے سب فیوض بند ہو جاتے ہیں:

(۲۰) فرمایا پیر سے گستاخی نہ کرے اس سے سب فیض بند ہو جاتا ہے اس لئے کہ یہ اس مرید کے حق میں نبی کا نائب ہے۔ کیونکہ اس شخص نے تو التزام کر لیا ہے۔ اس کے نائب نبی ہونے کا۔ اب اگر اس کی گستاخی کرتا ہے تو گویا اللہ تعالیٰ سے اپنا علاقہ خراب کرتا ہے جو اس کے منع فیض کی بیّن وجہ ہیں۔

شیخ سے فیوض ہونے کی صورت میں کیا کرنا چاہیے:

(۲۱) فرمایا۔ اگر شیخ سے بالغرض فیض نہ ہو تو اول تو شیخ خود ہی اس کو یہ رائے دے گا کہ دوسرے شیخ سے رجوع کر لے اور اس کے بعد بھی شیخ اول سے محبت کرتا رہے اور اگر شیخ خود رجوع کا حکم دے یا پھر یہ خود ہی باادب شیخ سے عرض کرے کہ اس کو دوسرے شیخ سے رجوع کی اجازت دے دے۔

حکایت حضرت شیخ آدم بنوریؒ:

(۲۲) فرمایا کہ بعض لوگ مدتوں تک تعلق رکھتے ہیں مگر ان سے بیعت کا تعلق پیدا کرنے کو جی نہیں چاہتا اور بعض لوگ خانقاہ میں داخل ہوتے ہیں اور طبیعت اسی وقت چاہتی ہے کہ وہ بیعت کی درخواست کریں اس پر شیخ آدم بنوریؒ کا قصہ فرمایا کہ آپ شاہجہاں کے وقت میں ہوئے ہیں جلیل القدر علماء میں سے ہیں ایک دفعہ ان کی خدمت میں ایک رند داڑھی چڑھائے ہوئے ٹخنوں سے نیچا پاجامہ پہنے ہوئے ہاتھوں میں اور گلے میں زیور ڈالے ہوئے حاضر ہوا۔ فرمایا تم کیسے آئے ہو۔ اس نے کہا مرید ہونے آیا ہوں۔ شیخ نے بیعت سے انکار فرما دیا۔ الہام ہوا کہ اگر وہ ان منکرات سے پاک صاف ہوتا تو تمہاری ہی اس کو کیا ضرورت تھی اس کو بلاؤ۔ خادم سے اس کو بلوایا۔ اچھا جاؤ اس کے کان میں ایک دفعہ اللہ کہدو۔ چنانچہ خادم کا یہ کہنا تھا کہ وہ بے بس ہو گیا اور حضرت کے پاس لایا گیا۔ اس کو بیعت و تلقین سے مشرف فرمایا۔

حکایت حضرت شیخ سلیم چشتیؒ:

(۲۳) فرمایا کہ حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا "جس درویش پر دنیا داروں کا ہجوم دیکھو وہ درویش نہیں دنیا دار ہے۔ کیونکہ الجنس یمیل الی الجنس اس پر قصہ فرمایا کہ سلیم چشتیؒ ایک بزرگ جہانگیر کے عہد میں گذرے ہیں ان کی خدمت میں بادشاہ جہانگیر حاضر ہوئے۔ اس وقت حضرت شیخ نے اپنا خرقہ اتار کر خادم کو دیا تھا کہ اس میں سے جوئیں وغیرہ نکال ڈالے خادم نے جب بادشاہ وقت کی سواری خانقاہ کی طرف متوجہ پائی تو فوراً دوڑ کر دروازہ کھٹکھٹایا تا کہ شیخ کو اطلاع کرے۔ شیخ نے دروازہ کھولا اس نے اطلاع کی فرمایا

تو نے خواہ مخواہ مجھے میرے اپنے شغل سے روکا میں نے تو دروازہ اس واسطے کھول دیا تھا کہ شاید تم نے کوئی بڑی سی جوں پکڑی ہے اس کے دکھلانے کے لئے پکارا ہے (ان کے نزدیک گویا شاہ جہانگیر کی قدر ایک جوں سے بھی کم تھی) ایک اور بزرگ کا قصہ فرمایا کہ ان کی خدمت میں کوئی بادشاہ آیا۔ خادم نے روک دیا پھر اطلاع پر اجازت دے دی گئی بادشاہ نے ملتے ہی یہ مصرعہ کہا

در ودریش را در باں نباید

(یعنی درویش کے دروازہ پر دربان نہیں ہونا چاہیے)

درویش نے فوراً جواب دیا

بباید تا سگ دنیا نیاید

(یعنی ضرور ہونا چاہیے تا کہ دنیا کا کتا نہ آئے)

فرمایا کیا اچھا شعر ہے

تو اے افسردہ دل زاہد یکے در بزم رنداں شو
کہ بینی خندہ برلبہا و آتش پارہ در دلہا

پھر اس کے متعلق فرمایا کہ اس کی پوری مثال ایسی ہے جیسے توا جب خوب گرم ہو تو ہنستا ہے مگر ذرا اس کو انگلی لگا کر دیکھو۔ اسی طرح اس شعر میں خندہ اور آتش جمع ہو گئے۔ اسی کے قریب صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی شان میں ایک مقولہ آیا ہے کانو الیوث النہار ورہبان اللیل۔

کمال سید الطائفہ حضرت حاجی صاحبؒ:

(۲۴) فرمایا کہ حضرت حاجی صاحبؒ کا ایک ایسا واقعہ ہے کہ اگر ان کے جملہ کمالات سے قطع نظر کر کے صرف اسی ایک واقعہ کو دیکھا جاوے تو معتقد ہونے کے لئے کافی ہے اور وہ یہ ہے۔ ایک غیر مقلد نے حضرت حاجی

صاحبؒ سے بیعت کی اور شرط کی کہ میں غیر مقلد ہی رہوں گا حضرت نے فرمایا بیشک رہو مگر جو کچھ ہم بتلاویں اس کو پڑھتے رہنا۔ چنانچہ اس کو بیعت فرمایا۔ اور کچھ ذکر بتلا دیا۔ چند ہی روز کے بعد اس نے آمین بالجہر رفع یدین وغیرہ چھوڑ دیا۔

حقیقت بیعت:

(۲۵) فرمایا کہ بیعت کی حقیقت دو التزاموں کا مجموعہ ہے طالب کی طرف سے التزام اتباع اور پیر کی طرف سے التزام اصلاح مگر اس کے لئے صورت بیعت کو لازم سمجھنا یہ بدعت ہے اس کو اڑانا چاہیے۔

برکت صحبت اہل اللہ:

(۲۶) فرمایا۔ اہل اللہ کی صحبت سے قلوب پر کیفیت سکینہ نازل ہوتی ہے۔

ولایت کی دو قسمیں:

(۲۷) فرمایا۔ ولایت دو قسم کی ہے ایک عامہ دوسری خاصہ۔ ولایت عامہ کو اس آیت میں(۱) اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ آمَنُوْا (البقرہ آیت ۲۵۷) بیان فرمایا یہ ولایت عامہ صرف ایمان سے حاصل ہو جاتی ہے حتی کہ اس آیت میں عمل صالح کی بھی قید نہیں ہے اور ولایت خاصہ اس آیت میں اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ اَلَّذِيْنَ آمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۔ بیان فرمایا۔ اس ولایت خاصہ کے دو لوازم ہیں۔ (۱) کثرت ذکر (۲) دوام اطاعت۔ اور ذکر میں بجائے دوام کے کثرت اس

۱۔ اللہ تعالیٰ ساتھی ہے ان لوگوں کا جو ایمان لائے

لئے کی گئی کہ دوام کی تکلیف سخت مشقت ہے جو مدفوع ہے۔

ذکر قلبی کا مفہوم:

(۲۸) فرمایا- قلب سے اللہ تعالیٰ کی طرف باختیار توجہ کرنا ذکر قلبی ہے- دل کی حرکت کو ذکر نہیں کہتے- اور قلب کا یہ اختیاری ذکر عادۃً دائم نہیں ہوتا- اور جو بے اختیاری ہو گو دائم ہو وہ حال ہے عمل نہیں اور اس سے ترقی لازم نہیں وفی ہذا قیل

در بزم عیش یکدو قدح نوش کن برد
یعنی طمع مدار وصال دوام را

عیش کی بزم میں ایک بار جام پی کر چلو یعنی ہمیشہ وصال کی طمع نہ رکھو

کرامات ذریعہ قرب نہیں:

(۲۹) فرمایا کرامات کا درجہ ذکر لسانی سے مؤخر ہے کیونکہ ذکر لسانی قرب پیدا کرتا ہے- کرامات ذریعہ قرب نہیں ہے-

کمالِ اعمال کو کمالِ ایمان میں دخل ہے:

(۳۰) فرمایا کمال اعمال کو کمال ایمان میں دخل ہے اور کمال ایمان کو کمال اعمال میں دخل ہے- پھر اس کمال اعمال سے کمال ایمان ہوتا ہے- پھر اس کمال ایمان سے کمال اعمال ہوتا ہے اسی طرح سلسلہ چلا جاتا ہے-

نسبت کا مفہوم:

(۳۱) فرمایا کثرت ذکر اور دوام طاعت سے جو تعلق خاص ہو جاتا ہے اس کا نام نسبت ہے اور یہ نسبت خاصد و رمعاصی سے زائل ہو جاتی ہے- ہاں

اگر توبہ نصوح کرے گا پھر عود کر آئے گی۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام سب شیون مختلفہ کے جامع ہیں:

(۳۲) فرمایا۔ ولایت چونکہ نبوت سے ماخوذ ہے اور نبوت میں مختلف شیون ہیں۔ اس لئے کسی ولی کو علیٰ قدم عیسیٰ اور کسی کو علیٰ قدم موسیٰ علیٰ حسن اختلاف الشیون کہا جاتا ہے اور یہ سب شیون آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسّلام ہی کے شیون کے القاب ہیں۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سب شیون مختلفہ کے جامع ہیں۔ پس جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ملقب بہ شان موسوی علیہ السلام سے فیض ہوا۔ اس کو علیٰ قدم موسیٰ۔ اور جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان عیسوی سے فیض ہوا اس کی علیٰ قدم عیسیٰ وغیرہما سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ (۱) فَاتَّبِعُ مِلَّتَہٗ اِبْرَاہِیْمَ حَنِیْفاً۔ نسبت موسوی شیون محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے ایک شان ہے۔ عیسیٰ روح اللہ۔ موسیٰ کلیم اللہ۔ یہ سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شیون ہی کے اسماء ہیں۔ جن لوگوں میں اس شیون موسویہ اور شیون عیسویہ کا غلبہ ہوتا ہے بعض اوقات وہ لوگ مرتے وقت لا الٰہ الا اللہ موسیٰ کلیم اللہ اور لا الٰہ الا اللہ عیسیٰ روح اللہ پڑھنے لگتے ہیں۔ جس کی حقیقت عوام نہیں سمجھتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جامع شیون ہونا ایسا ہے۔ جیسے شیون کے عدد میں نیچے کے اعداد سب داخل ہو جاتے ہیں۔

وسوسے آنے پر مؤاخذہ نہیں:

(۳۳) فرمایا۔ معصیت اگر غلطی سے ہو جاوے تو اس کے اثر سے

۱۔ پس آپ ابراہیم علیہ السلام کے طریقے پر جو کہ بالکل ایک طرف ہو کر رہے تھے۔

ظلمت مانعہ نہ ہوگی۔ کیونکہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (۱) رفع عن امتی الخطاء والنسیان۔ اور اس رفع عن امتی کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ خطاء اور نسیان پر مواخذہ تو ہو سکتا تھا مگر رفع کر دیا گیا۔ کیونکہ یہ مواخذہ تکلیف مالایطاق نہیں ہے جیسا ابھی معلوم ہوگا لیکن رحمت خداوندی سے یہ خطاء و نسیان معاف فرما دیا گیا یہی وجہ ہے کہ اس نسیان و خطاء کے رفع کی دعاء بھی تعلیم فرمائی (۲) رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَسِيْنَا اَوْ اَخْطَأْنَا (البقرہ آیت ۲۸۶) اور نسیان و خطاء پر مواخذہ کا تکلیف مالایطاق نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان دونوں کے پیشتر کے دونوں اختیار سے باہر نہیں جیسا مولانا رومؒ ایک مقام پر فرماتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ نسیان و خطا بھول سے ہوتا ہے۔ اگر ہر وقت تیقظ رہے تو نسیان و خطا کا ہونا ممکن ہی نہیں اور ہر وقت تیقظ رکھنا گو مشکل ہے مگر ہے اختیاری اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو یہ تعلیم فرمائی۔ (۳) رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَأْنَا۔ (البقرہ آیت ۲۸۶) اور اس دعاء کو قبول فرما کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان مبارک پر یہ الفاظ جاری فرما دیئے۔ رفع عن امتی الخطاء والنسیان۔ بخلاف امم سابقہ کے کہ ان سے خطاء و نسیان پر بھی مواخذہ ہوتا رہا کیونکہ یہ مالایطاق نہیں جیسا ابھی مذکور ہوا اسی طرح حدیث میں ہے، میری امت سے وسوسہ پر مواخذہ نہ ہوگا اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وسوسہ پر مواخذہ ہو سکتا ہے اور وہ بھی مالایطاق ہے اگر مالایطاق ہوتا تو اس میں اس امت کی کیا تخصیص ہوتی۔ اس کے مایطاق ہونے کی تحقیق یہ ہے کہ وسوسہ جو ذہول و عدم تنبہ سے ہو سو حدوث وسوسہ تو غیر اختیاری ہے۔

۱۔ میری امت سے خطا و نسیان اٹھائی گئی۔

۲-۳۔ اے ہمارے پروردگار ہم پر دارو گیر نہ فرما اگر ہم بھول جائیں یا چوک جائیں۔

اور اس پر کسی سے مواخذہ نہیں ہے اس امت کو بھی تخصیص نہیں اور بقاء وسوسہ جو عدم تنبہ سے ہو سو یہ درجہ تنبہ نہ ہونے تک امم سابقہ سے معاف نہ تھا۔اور ہماری اس امت سے معاف ہے۔ باقی تنبہ ہو جانے کے بعد پھر وسوسہ وغیرہ کا استدا و یہ کسی سے بھی معاف نہیں۔

شیخ کو کسی معتقد کا سلام نہ پہنچانے میں مصلحت:

(۳۴) فرمایا اہل طریق نے کہا ہے کہ یہ شیخ کے پاس جائے تو کسی معتقد کا سلام شیخ کو نہ پہنچا دے۔ اس کی مصلحت یہ ہے کہ شیخ کے پاس آکر اکثر لوگ اپنے امراض کو تو پیش نہیں کرتے بس ان کی غایت صرف سلام ہی پہنچانا ہے۔ چنانچہ جب بعض لوگوں کو یہاں اس عادت سے منع کیا گیا تب ان کو اپنے حال پر توجہ ہونے لگی۔

اہلِ تمکین کا مذاق:

(۳۵) فرمایا۔ مشہور ہے کسی نے کسی بزرگ کو کہا کہ مجھے کسی خاص وقت میں یاد کرنا۔ انہوں نے فرمایا۔ لعنت ہو ایسے خاص وقت پر جس میں تم مجھے یاد رہو۔ یہ دراصل اہل تلوین کا مذاق ہے باقی اہل تمکین جن کو مقام جمع الجمع حاصل ہے ان کو تو توجہ الی الخلق سے مانع نہیں ہوتی۔ چنانچہ سیر کی روایت ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی شب میں عین قرب کی حالت میں امت کو یاد فرمایا اور امت کے لئے دعا فرمائی۔ پس اہل تحقیق جب مخلوق کو دیکھتے ہیں تو وہ اس کو مراۃ حق سمجھ کر دیکھتے ہیں جیسا کہ محبوب پیچھے کھڑا ہو۔ آنکھوں سے غائب ہو لیکن سامنے ایک آئینہ رکھا ہے جس میں محبوب کا پورا نقشہ نظر آتا ہے تو محبوب کو ایسی حالت میں دیکھنے کے دو طریقے ہیں ایک پیچھے مڑ کر

یعنی بلاواسطہ آئینہ کے دیکھنا اور دوسرا سامنے سے یعنی بواسطہ آئینہ کے دیکھنا۔ پس کاملین کو مختلف حالات میں دونوں قسم کی رویت کا حکم ہوتا ہے۔ کبھی بلا واسطہ آئینہ خلق دیکھتے ہیں اور کبھی بواسطہ آئینہ مخلوق گو نظر اُوہ اس وقت مخلوق کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

دولت مقصودہ:

(۳۶) فرمایا۔ ذکر میں اس طرح مشغولی اختیار کرنا کہ اہل و عیال کی بھی خبر نہ رہے یہ معصیت ہے کیونکہ مشغولی کا کمال وہی ہے جس کو شریعت نے تجویز فرمایا ہے در حقیقت خلق (مخلوق) مشاہدۂ حق کا مراۃ ہے پس جس وقت حکم ہو کہ براہ راست ہمارا مشاہدہ مت کرو۔ بلکہ اس مراۃ (یعنی مخلوقات) کے ذریعہ سے دیکھو تو اس وقت یہ مشاہدہ بالواسطہ ہی مطلوب ہے حتی کہ اگر مشاہدۂ خاصہ ہر دو قسم (یعنی بواسطۂ مراۃ و بغیر مراۃ) سے منع فرما دیتے تو بھی اطاعت واجب ہوتی۔ اگر اطاعت بلا مشاہدہ خاصہ ہو تو اس کی مثال یہ ہے (۱) ارید وصاله ویرید هجری۔ اور وہ کافی ہے کیونکہ اس حالت میں اگر یہ شخص راوائی نہیں مگر مرئی تو ہے اور یہ بھی دولت مقصودہ ہے۔ اور آیت (۲) وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا (الطور آیت ۴۸) میں یہی صورت ہے کہ عاشق کو ارشاد ہے ہم تو تم کو دیکھ رہے ہیں۔ پس محبوب اگر توجہ کرے اور آغوش میں لے لیوے تو عشاق کے نزدیک بعض وجوہ سے وہ الذ ہے عشاق کی نظر میں (۳) اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ۔ (السجدہ آیت ۵۴)

۱۔ میں ان سے ملاقات چاہتا ہوں اور وہ میرے فراق کے طالب ہیں۔
۲۔ اور آپ اپنے رب کی تجویز پر صبر سے بیٹھے رہیئے کہ آپ ہماری حفاظت میں ہیں۔
۳۔ یاد رکھو کہ وہ ہر چیز کو اپنے علم کے احاطہ میں رکھتے ہیں۔

میں اللہ تعالیٰ کا احاطہ الذ ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی توجہ کی دلیل ہے۔ پس اہل و عیال میں مشغول ہونے سے گو بندہ کی توجہ اصطلاحیہ بلاواسطہ اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں ہے مگر اللہ تعالیٰ تو اس کو دیکھتے ہیں اور اپنے بندے کی طرف متوجہ ہیں اور احاطہ کئے ہوئے ہیں۔

حسنِ معاشرت کا ادنیٰ درجہ:

(۳۷) فرمایا۔ حسن معاشرت کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ لوگوں کو اذیت اور وحشت سے محفوظ رکھے۔

اصلاحِ معاشرت کا خلاصہ:

(۳۸) فرمایا حسن معاشرت کا تعلق چونکہ عباد کی اذیت و راحت سے ہے۔ اس لئے وہ بھی جزو شریعت ہے اور اصلاح معاشرت کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی کو اذیت نہ پہنچاوے، یعنی اس کی فکر رکھے اور جو اذیت دوسرے کو پہنچتی ہے اس کا سبب ہمیشہ بے فکری ہی ہوتی ہے اور بعض اوقات بے عقلی سے بھی ایسے امور صادر ہو جاتے۔ مگر فکر کرتا رہے تو غلطیاں کم ہوں گی کما بھی اور کیفا بھی اور ظاہر ہے کہ فکر اختیاری چیز ہے پس اس کے ترک کرنے پر ملامت کرنا عین اصلاح ہے۔

حقوق اللہ در حقیقت حقوقِ نفس ہیں:

(۳۹) فرمایا درجہ میں اعظم تو ہیں ارکان دین، لیکن حقوق عبد ہونے کی اہم ہیں احکام معاشرت اور نصوص میں بھی مامور بہ ہیں۔ چنانچہ حدیث (۱)

۱۔ یعنی اگر تین شخص ہوں تو دو شخص ان میں سے آپس میں سرگوشی نہ کریں (کیونکہ تیسرے شخص کو خیال ہو گا کہ شاید یہ میرے بارے میں بات کر رہے ہیں۔

لا یتناجی اثنان دون الثالث میں غور کرنے سے کیسی بڑھی معاشرت کی تعلیم حاصل ہوتی ہے۔ جو کسی قانون میں بھی نہیں ہے اور نہ ہی مدعیان عقل کا دماغ یہاں تک پہنچا۔ اس تعلیم کی لم یہ ہے کہ تین حاضریان میں سے دو شخص اگر سرگوشی کریں تو تیسرے کو شک ہوگا کہ شاید میری غیبت کرتے ہوں گے یا مجھ کو اجنبی سمجھ کر راز چھپایا اور وہ اس سے دل شکستہ ہوگا اور جب چار ہوں گے تو یہ بدگمانی متعین طور پر ایک شخص کے حق میں نہ ہوگی۔ سبحان اللہ کیسی رعایت فرمائی ہے، دیکھئے ہمارے گھر میں ایسی ایسی چیزیں موجود ہیں مگر ہم پھر اغیار کی دریوزہ گری کرتے پھرتے ہیں وفی ہذا قیل

یک سبد پرناں ترا بر فرق سر

تو ہمی جوئی لب ناں دربدر

روٹیوں سے بھری ہوئی ٹوکری تیرے سر پر ہے اور تو روٹی کو دربدر تلاش کر رہا ہے۔

اور ارکان دین کے اعظم ہونے اور احکام معاشرت کے اہم ہونے کی یہ مثال ہے کہ کسی کو مثلاً ایک امیر آدمی کا ایک لاکھ روپیہ دینا ہے اور ایک غریب کا ایک پیسہ دینا اسی طرح ارکان اسلام صلوٰۃ و صوم وغیرہ عظیم تو ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے حقوق ہیں لیکن اہم ہیں آداب معاشرت اس لئے کہ یہ حقوق العباد ہیں اس کے اہم ہونے کی بناء پر حضرت حاجی صاحبؒ نے ضیاء القلوب میں لکھا ہے۔ جب تک اخلاق کی اصلاح نہیں ہوتی اس وقت تک انسان میں وصول حق کی استعداد نہیں پیدا ہوتی۔ نیز آداب معاشرت میں کمی کرنا حقوق اللہ کو بھی ضائع کرنا ہے کیونکہ ان کا امر بھی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور حقوق اللہ کے ترک سے کسی دوسرے کو ضرر نہیں پہنچتا، صرف اپنے ہی نفس کو ضرر پہنچتا

ہے ، کیونکہ حق تعالیٰ تو غنی ، ہیں اپنا ہی نقصان کر رہا ہے۔ پس اس دقیقہ پر نظر کر کے حقوق اللہ در حقیقت حقوق نفس ہیں بخلاف حقوق معاشرت کہ ان کے ترک کرنے سے دوسرے شخص کو نقصان پہنچتا ہے اور حقوق اللہ گو عظمت کے اعتبار سے مقدم ہیں لیکن اہتمام اور احتیاج کی اعتبار سے حقوق العبد ہی مقدم ہے جیسا کہ ابھی مذکور ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا حق چھوڑنے سے اللہ تعالیٰ کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔

بے وفا کامل سے وفادار ناقص بہتر ہے:

(۴۰) فرمایا بیوفا کامل سے وفادار ناقص اچھا ہے۔

ادب کی حقیقت و برکت:

(۴۱) فرمایا۔ ادب کی حقیقت راحت رسانی ہے۔ حتیٰ کہ اگر تعظیم سے راحت ہو تو تعظیم ادب ہے اور اگر ترک تعظیم سے راحت ہو تو ترک تعظیم ادب ہے اور یہ بھی فرمایا ادب سے علوم بڑھتے ہیں۔

اہل اللہ سے ادب کی برکات:

(۴۲) فرمایا ہم نے بزرگوں سے سنا ہے کہ اہل اللہ کا ادب کرنے سے علوم باطنہ بڑھتے ہیں۔ کیونکہ ان کا ادب در حقیقت وہ اللہ تعالیٰ کا ہی ادب ہے اور علوم باطنہ کے بڑھنے سے علوم ظاہری بھی بڑھ جاتا ہے۔

شرافت نفس کا اثر علوم پر ہے:

(۴۳) فرمایا۔ صحابہ کرام نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ظاہری تعظیم کا اتنا برتاؤ نہیں کیا۔ جتنی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ

محبت کی ہے۔ اسی طریقہ سے پیر کے ساتھ محبت بڑھانا چاہیے۔ظاہری تعظیم کی زیادہ ضرورت نہیں ہے۔ (ادب سے علوم باطنیہ کے بڑھنے اور علوم باطنیہ سے علوم ظاہر یہ بڑھنے پر یہ قصہ نقل فرمایا) کہ ایک بادشاہ اور وزیر میں اختلاف ہوا بادشاہ کہتا تھا کہ شرافت نسب کا علوم پر بڑا اثر ہوتا ہے۔وزیر اس کا منکر تھا چنانچہ بادشاہ نے مکتب سے دو بچے بلوائے ایک شریف النسب دوسرا غیر شریف النسب دونوں "کریما" میں ہم سبق تھے بادشاہ نے پہلے غیر شریف کو پڑھنے کے لئے کہا تو اس نے اپنا سبق

ہمہ با ہو او ہوس ساختی

دمے با مصلح نہ پرداختی

پڑھا۔ پھر شریف کو پڑھنے کا حکم دیا تو اس نے بھی سبق پڑھنا شروع کر دیا۔ جب اس شعر پر پہنچا تو اس نے اس طرح پڑھا

ہمہ باہواؤ ہوس ساختم

دمے با مصلح نہ پرداختم

اس پر بادشاہ نے اس کو روکا کہ یہ شعر جس طرح لکھا ہوا ہے ویسے کیوں نہیں پڑھتے تو بچے نے کہا اس میں صیغہ خطاب ہے اور اس وقت مخاطب آپ ہیں۔ اس لئے اس میں سوء ادبی کا ایہام ہے۔ بادشاہ نے وزیر کو اس فرق کی طرف متوجہ کیا تو اس علم کا سبب ادب ہی تھا۔

اپنے اندر دو چیزیں پیدا کرنے کی ضرورت:

(۴۴) فرمایا۔ ہر شخص کو چاہیے کہ اپنے اندر دو چیزیں کسی بزرگ کی خدمت میں رہ کر پیدا کرلے اس کے بعد جو بھی خدمت اسلام کرے گا وہ مکمل ہو گی۔ (۱) محبت اللہ تعالیٰ کی (۲) خوف و خشیت اللہ تعالیٰ کی۔ بس دونوں

کے مجموعے سے عمل مکمل ہو جائے گا۔

فرمایا کہ ایک بزرگ فرماتے ہیں متشبہ بالصوفیہ کی بھی تعظیم کرنا چاہیے کیونکہ وہ اگرچہ ریاکار ہے مگر اس نے جب یہ لباس پسند کیا تو ظاہر ہے کہ اس نے صوفیہ کرامؒ کو اچھا ہی سمجھ کر ان کا سا ملبوس اختیار کیا۔ اور اچھوں کو اچھا سمجھنا ظاہر ہے کہ قدر کی چیز ہے اس لئے اس کی تعظیم کرنا چاہیے۔

مجاھدہ سے اخلاق جبلہ نہیں بدلتے:

(۴۵) فرمایا مجاہدہ سے اخلاق جبلیہ نہیں بدلتے البتہ مجاہدہ کے بعد ان کے مقتضاء پر عمل کرنا یا نہ کرنا آسان ہو جاتا ہے اور تکرار مقاومت سے تقاضا بھی کمزور ہو جاتا ہے۔ حتیٰ کہ جانوروں کے امور جبلیہ بھی اس درجہ میں بدل جاتے ہیں۔ جیسے کلب معلم حالانکہ گوشت خوری اس کی عادت میں ہے۔ مگر تعلیم سے وہ اس کو ترک کر دیتا ہے۔ اسی لئے حدیث شریف میں ہے۔ اذا سمعتم برجل زال عن جبلتہ فلا تصدقوہ (یعنی جب تم یہ سنو کہ کسی شخص کی جبلت بدل گئی تو اس کی تصدیق نہ کرو)

نیچریوں کے دل میں عظمت دین نہیں ہوتی ہے اور بڑی چیز یہی ہے چنانچہ اعمال کو اتنی اہمیت نہیں جتنی عظمت دین کی اہمیت ہے اور یہ مرض عظمت کی کمی کا متعدی ہے نیچریوں کی مجالست سے فوراً اس کا تعدیہ ہوتا ہے اور علاج اس مرض کا مجالست ہے عظمت کرنے والوں کی۔

علماء سے انقیاد نہ کرنے کا سبب:

(۴۶) فرمایا۔ اکثر لوگوں میں اہل علم کا انقیاد نہ ہونا حسد یا کبر کی بناء پر ہوتا ہے۔ ورنہ اگر اہل علم کی بد عملی سے نفرت ہوتی ہے تو اطباء کی بد

پرہیزی سے ان سے علاج کرانا کیوں نہیں چھوڑتے۔

واردات غیبیہ حق تعالیٰ شانہ کے اضیاف ہیں:

(۴۷) فرمایا۔ واردات غیبیہ اگر ذکر و مجلس شیخ وغیرہ میں آئیں مثلاً رونے کو جی چاہے تو بعض مشائخ کے نزدیک ان کو ضبط نہ کرنا چاہیے اور بعض مشائخ کے نزدیک ان کو ضبط ہی کرنا بہتر ہے۔ پہلے حضرات فرماتے ہیں کہ یہ واردات غیبیہ حق تعالیٰ شانہ کے اضیاف ہیں۔ ان کی مہمانی کا حق ادا کرنا چاہیے اور وہ حق یہی ہے کہ ان کے موافق عمل کرے۔

مہمان اور مسافر میں فرق:

(۴۸) فرمایا ضیف (۱) وہ ہے جو خاص ملاقات ہی کے لئے آوے ورنہ ابن السبیل (۲) ہے۔

علم کا زیادہ حصہ غیر مکتسب ہے:

(۴۹) فرمایا ومن یؤت الحکمۃ فقد اوتی خیراکثیرا (البقرہ آیت ۲٦۹)

اور جس کو دین کا فہم مل جائے اس کو بڑی خیر کی چیز مل گئی۔

صیغہ مجہول سے مفہوم ہوتا ہے کہ زیادہ حصہ علم کا غیر مکتسب اور وہبی ہے۔ اور حکمت سے مراد دین کی سمجھ ہے۔

الفاظ کا اثر دل پر:

(۵۰) فرمایا جو لغت کی کتاب ہے اس کا ذکر ہوا تو فرمایا اس کا

۱۔ یعنی مہمان۔ ۲۔ مسافر

مصنف عیسائی ہے اور فرمایا کہ الفاظ ملفوظ اور نقوش مکتوبہ میں لافظ اور کاتب کے انوار یا ظلمات قلبیہ کا اثر محسوس ہوتا ہے۔ اگرچہ ان الفاظ و کتاب میں نور و ظلمت کا ذکر بھی نہ ہو۔

سامعین کو حقیر نہ سمجھنا چاہیے:

(۵۱) نیز فرمایا بلکہ اگر سامع صاحبِ انوار ہے تو متکلم کے قلب پر اس کے انوار منعکس (۱) ہو کر اس کا کلام منور ہو جاتا ہے۔ اسی لئے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ سامعین کو حقیر نہ سمجھے کیونکہ مجلس میں اگر طالب حق موجود ہو تو متکلم پر بسط ہوتا ہے اور اگر مجلس میں منکر وجود ہو تو اس سے قبض ہوتا ہے جیسے بچہ طالب شیر ہے تو ماں کا یہ احسان بیشک ہے کہ بچے کو دودھ دیتی ہے۔ مگر دودھ بھی تو بچے ہی کی وجہ سے پیدا ہوا ہے اسی واسطے اہل سماع نے شرط لگائی ہے کہ مجلس میں کوئی نااہل نہ ہو

محبت عقیدت سے افضل ہے:

(۵۲) فرمایا محبت افضل ہے عقیدت سے پس بجائے عقیدت کے محبت زیادہ ہونی چاہیے

اتفاق کی جڑ:

(۵۳) فرمایا حضرت حاجی صاحب نے فرمایا کہ اتفاق کی جڑ تواضع ہے اس لئے تکبر والوں میں کبھی اتفاق نہ ہو سکے گا۔ ہر شخص اپنی بات بڑھانا چاہے گا۔ اگر اتفاق کرنا ہو تو پہلے تواضع سکھلاؤ پھر اتفاق ہو سکے گا۔

۱۔ پلٹنے والا۔

اتفاق کی تدبیر:

(۵۴) فرمایا! واعتصموا بحبل الله جمیعا (ال عمران آیت ۱۰۳)(۱) میں محض فائدہ جمیعاً نہیں ہے۔ بلکہ بحبل اللہ محض فائدہ ہے اس لئے براہ راست اتفاق کے لئے فریقین کو کہنا فضول ہے۔ بلکہ دونوں کو حق پر جمع کرنا کہ اعتصام بحبل اللہ ہے یہ اتفاق کی تدبیر ہے۔ یعنی اول سچے جھوٹے کی تحقیق کر کے جھوٹے کو حق کی طرف لایا جاوے اور حق والے کو کچھ نہ کہا جاوے یہ اجتماع خاص مقصود ہے نہ کہ مطلق اجتماع۔

تمام شبہات ووساوس کا علاج:

(۵۵) فرمایا محبت وخشیّت تمام شبہات ووساوس کا مانع ہے جس کی محبت یا جس کی عظمت دل میں ہوتی ہے اس کے احکام میں شبہات پیدا نہیں ہوتے اور اس زمانہ میں ضعف طبائع کے سبب خشیّت کی نسبت محبت زیادہ نافع ہے۔ پس حق تعالیٰ کی محبت پیدا کرنا چاہیے اور اس کا سہل طریق یہ ہے کہ اہل محبت کی صحبت اختیار کی جاوے۔

احکام شرائع میں حکمتیں تلاش کرنا انکار نبوت کے مرادف ہے:

(۵۶) فرمایا مجھ سے ایک وکیل نے پوچھا نمازیں پانچ کیوں مقرر ہوئیں؟ میں نے کہا تمہاری ناک منہ پر کیوں ہے پشت پر کیوں نہیں؟ اس نے جواب دیا کہ اگر پشت پر ہوتی تو بدزیب ہوتی۔ میں نے کہا بالکل غلط! اگر سب

۱- اور مضبوط پکڑے رہو اللہ تعالیٰ کے سلسلہ کو اس طور پر کہ باہم سب متفق بھی رہو۔

کی ناک پشت ہی پر ہوا کرتی تو ہرگز بری نہ لگتی بس چپ رہ گیا۔ اس باب میں حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خوب فرمایا ہے کہ احکام و شرائع میں حکمتیں تلاش کرنا انکار نبوت کا مرادف ہے میں کہتا ہوں کہ اگر علم لدنی کے طور پر کسی کو احکام کی حکمتیں منجانب اللہ معلوم ہو جائیں تو وہ دوسری بات ہے۔ خود حکمتیں تلاش کرنا یہ بیشک مشابہ انکار نبوت کے ہے۔ کیونکہ اگر نبوت کا کامل اعتقاد ہے تو پھر چون و چرا کیسا۔ نیز یہ فضل خاص علم اسرار کا انقیاد سے ہوتا ہے نہ کہ تدابیر و خوض و فکر سے۔

طریقِ وصول الی اللہ:

(۵۷) فرمایا وصول الی اللہ تعالیٰ پر عمل کرنے سے ہوتا ہے بزرگوں کے تصرف سے وصول نہیں ہو سکتا۔ اور وصول الی اللہ تعالیٰ کی حقیقت یہ ہے

تعلق حجاب است و بیجا صلی
چو پیوند ہا بگسلی واصلی

تعلقات غیر اللہ حجاب اور لاحاصل ہیں۔ جب ان تعلقات کو قطع کر لو گے تو تم واصل ہو جاؤ گے

اور یہ تعلق حق تعالیٰ کے ساتھ ایسا ہو کہ دوسرے تعلق اس کے سامنے کالعدم ہو جاویں۔ اسی کو وصول کہتے ہیں اور اس وصول میں ترقی بھی ہوتی رہتی ہے۔ مثلاً محبت اللہ تعالیٰ دوسروں کی نسبت یوماً فیوماً زیادہ ہوتی ہے۔ اسی طرح خوف اللہ تعالیٰ کا اسے دوسروں کی نسبت زائد ہوتا رہے اور اس ترقی میں روزانہ نشوونما ہوتا ہے مگر محسوس نہیں ہوتا بالخصوص وہ ترقی جو شیخ کے قرب میں حاصل ہو وہ اس وقت کم محسوس ہوتی ہے لیکن شیخ سے بعد ہونے پر اس میں بین فرق محسوس ہوتا ہے۔

طلب مقصود ہے:

(۵۸) فرمایا کہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ فرماتے تھے طلب مقصود ہے۔ وصول مقصود نہیں۔ کیونکہ انسان کا فعل طلب ہے اس لئے اس کے ساتھ قصد متعلق ہو سکتا ہے۔ باقی وصول اس کا فعل ہی نہیں اس کا قصد کیسے ہو سکتا ہے۔ ہاں بعد طلب کے وصول کے لئے دعا کرتا رہے۔ اور ایک معنی مقصود کے تنہا قصد کا ہے اس معنی کر وصول ہی مقصود ہے۔

علم مقصود:

(۵۹) فرمایا۔ علوم میں صرف وہ علم مقصود ہے۔ جس کا تعلق ان اعمال سے ہو جن کو قرب میں دخل ہے۔

شوق میں اعتدال:

(۶۰) فرمایا انبساط کے آفات میں سے ہے ادلال۔ اگر یہ ادلال غیر اختیاری کے درجہ سے آگے نکل جاوے تو اس پر عتاب بھی ہو جاتا ہے۔ حدیث(۱) اسئلک شوقاً الی لقائک فی غیر ضراء مضرة ولا فتنة مضلة میں اس طرف اشارہ ہے یہاں شوق میں دو قیدیں لگائیں ایک فی غیر ضراً مضرۃ اس کا حاصل یہ ہے کہ جب شوق حد سے بڑھ جاتا ہے تو شدت شوق میں بھوک پیاس سب بند ہو جاتی ہے ۔ جب غذا نہ ہو گی تو بدن دبلا ہو جائے گا اور امراض پیدا ہوں گے یہ ہے ضراء مضرۃ اور یہی خاصیت ہے شدت خوف میں بھی کہ اس سے بھوک پیاس سب بند ہو جاتی ہے اور دوسری قید ہے

---

۱ ۔ یعنی اے اللہ مجھے ایسا شوق عطا فرما جس میں مصیبت آزار والی اور بلا گمراہ کرنے والی نہ ہو

ولافتنہ مضلہ اس کا حاصل یہ ہے کہ شوق میں جب حدود سے نکل جاوے تو دین میں اختلال (۱) ہو جاتا ہے۔اس کو فتنہ مضلہ (۲) سے تعبیر کیا گیا ہے پس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ شوق کی دعاء اس حد کے اندر ہو جس سے نہ جسم بیمار ہو اور نہ حد سے تجاوز ہو۔

طریق تسہیل بتلانا عنایت مشائخ ہے:

(۶۱) فرمایا۔ تحصیل اعمال ظاہر یا باطن کی تدابیر کا بتلانا یہ وظیفہ ہے معلم طریقت کا، اسی طرح نبوت کا منصب بھی صرف تحصیل کی تعلیم ہے باقی تسہیل کی تدابیر بتلانا یہ محض تبرع ہے جو معلم کے ذمہ نہیں مثلاً آیہ قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِہِمْ (النور) (۳) میں غض بصر کا حکم یہ تحصیل کا حکم ہے جو منصب نبوت ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تبرعاً تسہیل (۴) کی تدبیر بھی ارشاد فرمادی کہ نکاح کرو۔ فانہ اغض للبصر واحصن للفرج (۵) مگر یہ شارح کے ذمہ نہیں۔ اسی طرح صفات سے مہیمہ کے ازالہ میں طالب کو تحصیل حکم دیا جاتا ہے۔ پس اس کو سعی کرنی چاہیے پھر اگر سعی کے بعد بھی وہ عاجز ہو جاوے نہ کر سکے تو تسہیل کا طریق بتلانا شیوخ کی عادت اور عنایت ہے اس کے ذمہ نہیں اور چونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں استعداد احکام کی حاصل کرنے کی بہت کامل تھی۔ اس لئے احکام کی تحصیل کے لئے ان کو تسہیل کی تدبیر بتلانے کی ضرورت نہ پڑتی تھی۔ بس حکم سنا اور عمل کر لیا ان کے بعد استعداد کمزور ہوتی گئی پھر تدابیر

۱۔ خلل واقع نہ ہونا۔ ۲۔ گمراہ کرنے والافتنہ۔ ۳۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمان مردوں سے کہہ دیں کہ اپنی نگاہوں کو نیچا رکھیں۔ ۴۔ آسان کرنا۔ ۵۔ پس بے شک وہ نگاہ کو نیچا رکھنے والا اور شرمگاہ کی حفاظت کرنے والا ہے۔

تسہیل بتلانے کی ضرورت پڑی چنانچہ احیاء العلوم وغیرہ میں کبر عجب وغیرہ کے دفع کرنے کی تدابیر ایسی ہی بتلائی گئی ہیں۔ جو باعتبار اسباب مختلفہ کے مختلف ہو گئی ہیں۔

ایک شعبۂ تکبر:

(۶۲) فرمایا۔ تکبر کے عدم کا اگر خیال آوے کہ میں تکبر نہیں کرتا تو وہ بھی شعبۂ تکبر ہے۔ کیونکہ چمار کبھی یہ خیال نہیں کرے گا کہ میں شیخی نہیں بگھارتا۔

خطرات کا لانا مضر ہے:

(۶۳) فرمایا خطرات کا خود آنا مضر نہیں ان کا لانا مضر ہے۔

ایک آیت کی تفسیر بے نظیر:

(۶۴) فرمایا اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْءَ بِجَهَالَةٍ (۱) میں صوفیہ کے نزدیک بجہالت کی قید واقعی ہے احترازی نہیں پس وہ فرماتے ہیں کہ جہالت کے بغیر کوئی گناہ ہو ہی نہیں سکتا۔ وہ گناہ (۲) عمد کو بھی جہالت ہی سے صادر ہونے والا سمجھتے ہیں۔ کیونکہ علم جو مقابل ہے جہل کا اس کی تعریف ان کے ہاں اعتقاد و جازم (۳) مطابق للواقع مع غلبہ الحال ہے اور گناہ کرنے کے وقت غلبہ حال مفقود ہوتا ہے۔ اس لئے گناہ جہل ہی سے ہو گا۔ یعنی جس وقت عقوبت گناہ کا کامل استحضار ہو اس وقت گناہ ہو ہی نہیں سکتا الزّانی وھو مؤمن میں ایمان کی نفی ہے پس غلبۂ حال ہی سے

۱۔ توبہ کرنا جس کا قبول اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔ وہ تو ان ہی کی ہے جو حماقت سے گناہ کر بیٹھتے ہیں۔ ۲۔ وہ گناہ جو جان بوجھ کر کئے۔ ۳۔ سکون دینے والا یقین

گناہ سے رک سکتے ہیں۔ اور یہ شبہ کہ یہ غلبۂ حال اختیاری چیز نہیں اس طرح مدنوع ہے کہ یہ غلبۂ تکرار مراقبہ اور استحضار سے حاصل ہو جاتا ہے اور تکرار استحضار اختیاری ہے۔ پس اس سے جو حال پیدا ہو وہ بھی اختیاری ہے جیسا ابصار (فتح عین) تو اختیاری ہے اور نظر آنا نفسہ غیر اختیاری ہے۔ مگر فتح العین اس کا سبب جو کہ اختیاری ہے اس لئے ابصار کو بھی اختیار ہی کہا جا سکتا ہے۔

مجاہدہ مقصود بالذّات نہیں:

(٦٥) فرمایا۔ مجاہدہ معالجہ ہے وہ مقصود بالذّات نہیں اس کو مقصود بالذات سمجھنا یہ رہبانیت ہے۔ پس راہب وہ ہے جو ان معالجات کو قربات سمجھے۔ باقی جو معالجہ کو معالجہ سمجھے وہ راہب نہیں زاہد ہے۔

مسئلہ تقدیر پر شبہ کا جواب:

(٦٦) فرمایا۔ مسئلہ تقدیر پر شبہ کرنا خاص اسلام پر اعتراض نہیں کیونکہ یہ مسئلہ تو عقلی ہے اگر دنیا میں کوئی مذہب نہ ہو تب بھی عقلی دلائل سے ہر مذہب پر صانع عالم کو کامل ماننا پڑے گا اور اس کے کمال کا اقرار ضرورۃ صانع کے لئے ارادہ اور علم ثابت کرتا ہے۔ پس جب صانع کو کل مصنوعات کان و مایکون کا علم ہو گا تو علم اور معلوم میں مطابقت بھی ضرور تسلیم کرنی پڑے گی۔ خواہ یہ عنوان ہو کہ علم مطابق معلوم ہے یا یہ عنوان ہو کہ معلوم مطابق علم ہے، بہر صورت مطابقت ضرور تسلیم کرنی پڑے گی۔ اسی طرح ارادہ میں مختار ماننا ہو گا۔ اور یہی تقدیر ہے۔ پس اس اعتراض کا جواب کل عقلاء کے ذمہ ہے صرف اسلام ہی سے یہ مطالبہ کیوں رکھا جاتا ہے۔

مراقبہ توحید اصطلاحی کب شروع کر رہا ہے:

(۶۷) فرمایا۔ جب تک کامل محبت اللہ تعالیٰ سے نہ ہو اس وقت تک توحید اصطلاحی کا مراقبہ نہ کرنا چاہیے۔ اس زمانہ میں قلوب خوف کے متحمل نہیں۔

آج کل قلوب خوف کے متحمل نہیں:

(۶۸) فرمایا۔ اس زمانہ میں قلوب خوف کے متحمل نہیں ہے اس لئے میری کوشش یہی رہتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت دلوں میں پیدا ہو جاوے۔

حافظ شیرازی کے ایک شعر کا مفہوم:

(۶۹) فرمایا۔ انسان کے ہر فعل کا خالق تو حق تعالیٰ ہے لیکن کاسب تو انسان ہی ہے۔ یہی مراد ہے حافظؒ کے اس شعر کی

گناہ اگرچہ نہ بود از اختیار ما حافظ (یعنی اختیار خالقانہ)
تو در طریق ادب کوش گیں گناہ من ست (یعنی اسناد کا سبانہ)

پس جبر کا اشکال نہ رہا۔ یعنی گناہ اور طاعت کی طرف دو نسبتیں ہیں ایک نسبت خلق دوسری نسبت کسب۔ پس نسبت خالق تو خالق کی طرف سے ہے اور نسبت کسب بندہ کی طرف سے۔ پس حافظ صاحبؒ فرماتے ہیں مصیبت میں کسب کا استحضار کر اور طاعت میں نسبت طاعت کا۔

خلق قبیح میں حکمت:

(۷۰) فرمایا۔ (۱) خلق قبیح، قبیح نہیں۔ اس لئے کہ اس میں حکمت ہے گو ہمیں معلوم نہ ہو۔ اور کسب قبیح (۲) میں کوئی حکمت نہیں۔ اس لئے وہ

۱۔ اخلاق رذیلہ۔ ۲۔ برائی کرنا۔

مذموم ہے اور اللہ تعالیٰ کے لئے اس کا اثبات باطل ہے۔ سیر کی کتابوں میں ہے کہ شیطان نے عذر کیا۔ میں نے جو سجدہ نہیں کیا اس میں میرا کیا قصور ہے۔ میں نے تو تقدیر کی موافقت کی ۔ حکم ہوا کہ تیرا یہ سجدہ موافقت تقدیر کے علم کے بعد تھا یا اپنی شرارت سے تھا۔ اس طرح جملہ افعال جن کا کسب قبیح ہے ان کا اکتساب بہ نیت موافقت تقدیر کے نہیں ہوتا بلکہ شرارت نفس سے ہوتا ہے۔ اس لئے تقدیر کی آڑ بالکل غلط ہے۔

مراقبۂ توحید اور اصطلاحی کو محققین نے منع فرمایا ہے:

(۱۷) فرمایا حضرت حاجی صاحبؒ نے کہ مراقبہ توحید اصطلاحی کو محققین نے اس زمانہ میں ممنوع فرمایا ہے۔ کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کے تصرفات کا استحضار ہوتا ہے اور تصرفات الٰہیہ نافع بھی ہیں ضار بھی ہیں (۱) پس اگر اللہ تعالیٰ سے محبت کم ہوگی جیسا اس وقت غالب ہے تو استحضار تصرفات ضارہ سے ناگواری ہو گی۔ مثلاً بیوی بچے کے مرنے کے متعلق کا تصرف جب مستحضر کیا جاوے گا تو محبت کی کمی کے سبب اس سے اللہ تعالیٰ سے بغض پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔ لہذا یہ مراقبہ ناقص المحبت کو نقصان دیتا ہے اور جس پر توحید غالب نہ ہو گی وہ ان حوادث کو اسباب کی طرف منسوب کرے گا تو اللہ سے اس کو انقباض نہ ہو گا۔ چنانچہ مثنوی شریف میں اس کے متعلق قصہ ہے کہ آدم علیہ السلام کا جسد بنانے کے واسطے جبرائیل و میکائیل و اسرافیل و عزرائیل کو علی الترتیب مٹی لانے کے واسطے بھیجا گیا۔ زمین رونے لگی۔ جبرائیل و مکائیل و اسرافیل علیہم السلام کو زمین پر رحم آیا وہ مٹی نہ لا سکے عزرائیل علیہ السلام نے مٹی اٹھا کر حاضر کر دی تو جان نکالنے کے لئے بھی انہیں

۱۔ نقصان دینے والے تصرفات کو ذہن میں رکھنا

کو مقرر کیا گیا۔ عزرائیل علیہ السلام نے عذر کیا کہ مجھے سب لوگ مبغوض سمجھیں گے۔ فرمایا نہیں تم کو کوئی برا نہ سمجھے گا کیونکہ بنی آدم دو قسم کے ہوں گے اہل حقیقت اور اہل ظاہر اہل حقیقت تو مجھے فاعل سمجھیں گے۔ تمہاری طرف نظر نہ کریں گے اور اہل ظاہر امراض کی طرف نسبت کریں گے کہ فلاں شخص ہیضہ سے مرا فلاں طاعون سے مرا۔ تمہارا کوئی نام تک نہ لے گا۔ چنانچہ یہی ہو رہا ہے، کسی غلطی سے وقوع موت پر اس کی نسبت طبیب کی طرف یا دوا کی طرف کرنا عوام کے لئے اہون ہے بہ نسبت اللہ تعالیٰ کے کیونکہ اس میں اللہ سے بغض پیدا ہو جانے کا خطرہ ہے۔

نعمت صحت سے مبدّل فرمانے کی دعاء:

(۴۷) فرمایا۔ حضرت حاجی صاحب ایک بار یہ مضمون فرما رہے تھے کہ بلا بھی نعمت ہے۔ اسی اثناء میں ایک شخص نے جس کا ہاتھ کسی زخم سے گل گیا تھا۔ حاضر ہو کر دعاء کی درخواست کی اس وقت میرے جی میں آیا کہ اس وقت دعا فرما دیں گے تو تکلیف کو نعمت فرمانے سے رجوع فرما دیں گے۔ کیونکہ نعمت سمجھتے ہوئے نعمت کے زوال کو دعا کیسے فرما دیں گے اور اگر دعاء نہ فرمائی تو مقام مشیخت (۱) کے خلاف ہے کیونکہ شیخ کا مقام یہ ہے کہ طالب کے مقام پر تنزل کر کے اس کے مقام میں آ کر اس کے ساتھ معاملہ کرے۔ نہ کہ اس کو اپنے مقام میں لیجاوے۔ جیسا کہ میزان پڑھاتے وقت استاد میزان کے صیغوں میں اتر آتا ہے نہ کہ طالب علم کو شرح جامی کی طرف کھینچے کیونکہ اس کو نزول آسان اور طالب کو عروج مشکل ہے۔ مگر اس خطرہ کے بعد حضرت حاجی صاحبؒ نے نزول فرما کر اس کے لئے دعاء فرمائی اور عجیب دعا فرمائی۔ جس سے

۱۔ پیر و مرشد ہونے کا مقام

میرا شبہ بالکل رفع ہو گیا۔ اور مضمون دعا یہ تھا۔

اے اللہ ہم خوب جانتے ہیں کہ یہ بلا بھی نعمت ہے مگر ہم اپنے ضعف کی وجہ سے اس نعمت کا تحمل نہیں کر سکتے۔ اے اللہ تو اس نعمت کو نعمت صحت سے مبدل (۱) فرما دے۔ اور بعض نعمتوں کا عدم تحمل (۲) کچھ بعید نہیں دیکھئے پیچش کے مریض کو کباب جو واقعہ میں نعمت ہے سخت مضر ہے ایسا مریض اس کے نعمت ہونے کا انکار نہیں کر سکتا مگر وہ اس کے ہضم پر قدرت نہیں رکھتا۔

غیر اللہ پر نظر رکھنے سے ممانعت:

(۷۳) اسی طرح ایک بوڑھے سے حضرت حاجی صاحبؒ کی عجیب گفتگو ہوئی۔ اس نے حضرت سے درخواست کی کہ میری بیوی سخت بیمار ہے اس کے مر جانے کا خطرہ ہے۔ دعاء فرما دیجیے کہ اچھی ہو جاوے تو حضرت نے فرمایا عجیب بات ہے ایک قیدی جیلخانے سے رہا ہوتا ہے دوسرا قیدی اس کے لئے روتا ہے کہ ہائے یہ کیوں رہا ہو رہا ہے۔ سائل نے پھر کہا حضرت میرا تو اس کے سوا کوئی روٹی پکانے والا بھی نہیں ہے فرمایا ہاں بھائی تیرے پیدا ہونے کے ساتھ یہی تو روٹیاں پکاتی آئی تھی، اس کے بعد ہی سائل نے کہا حضرت فلاں شخص نے مجھے حج کرانے کا وعدہ کیا تھا اب وہ انکار کر رہا ہے اس پر حضرت نے غصہ کے لہجہ میں فرمایا ہمارے سامنے شرک کی باتیں مت بکو غیر اللہ پر کیوں نظر رکھی۔

بیمار اور تندرست کے لئے وصول و قرب کا الگ الگ طریقہ:

(۷۴) فرمایا حضرت حاجی صاحب سے ایک شخص نے اپنی بیماری کی

۱۔ تبدیل کرنا۔ بدلنا۔ ۲۔ برداشت نہ کر سکنا

شکایت کی اور کہا مجھے اس کا افسوس اور قلق ہے کہ میں بیماری کی وجہ سے حرم شریف میں نماز پڑھنے سے محروم رہا۔ اس پر حضرت نے حاضرین سے فرمایا اگر یہ عارف ہوتا تو اتنا قلق نہ کرتا کیونکہ جیسے حرم میں نماز پڑھنا ایک طریق ہے قرب کا اسی طرح بیمار ہو جانا اور اس پر صبر کی توفیق ہونا یہ بھی ایک طریق ہے قرب کا۔ چنانچہ تندرست کے لئے قرب و وصول کا طریقہ یہ ہے کہ وہ حرم شریف میں جا کر نماز پڑھے اور اسے ایک لاکھ رکعت کا ثواب ہو اور بیمار کے لئے یہ طریقہ ہے کہ وہ بستر مرگ پر وہیں نماز پڑھتا رہے اور حسرت و قلق کے ساتھ اس پر صبر کر کے ثواب حاصل کرتا رہے۔ پس بندہ کو کوئی حق نہیں کہ خود کوئی معین راستہ تجویز کرے کہ میں تو اللہ تعالیٰ تک اسی فلاں خاص راستے سے وصول کو اختیار کروں گا۔ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس کا وصول، صبر و حسرت و قلق کے طریقہ سے منظور ہو۔

حضرت حاجی صاحبؒ کی ایک عجیب و غریب تحقیق:

(۷۵) فرمایا کہ حضرت حاجی صاحبؒ سے ایک شخص نے عرض کیا کہ مجھ کو آپ سے ایسا ایسا نفع پہنچا۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ فائدہ جو آپ لوگوں کو مجھ سے پہنچ رہا ہے در حقیقت یہ سب علوم آپ لوگوں کے اندر موجود ہیں۔ میری تعلیم سے ان کا ظہور ہو جاتا ہے۔ اس سے زیادہ میرا کوئی دخل نہیں بلکہ اس کی ایسی مثال ہے جیسے کسی کا بھیجا ہوا کوئی نائی ہمارے لئے کھانا لایا اور اس کو خود خبر نہیں کہ کیا کیا کھانا ہے۔

ہم نے اس میں سے ایک رکابی اٹھا کر اس کو بھی دے دی۔ اسی طرح سب چیزیں تم ہی لاتے ہو۔ میں اس میں سے کچھ تم پر ظاہر کر دیتا ہوں اس کے بعد منصب مشیخت کی اقتضاء سے فرمایا کہ تحقیق تو یہی ہے مگر تم کو ایسا نہ سمجھنا

چاہیے اگر تم ایسا سمجھو گے تو واسطۂ فیض سے استغناء تمہارے اندر پیدا ہو جانے کا خطرہ ہے۔

سائلین سے گھبرانا نہیں چاہیے:

(٧٦) فرمایا حضرت حاجی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ سائلین سے گھبرانا نہ چاہیے یہ آخرت تک ہمارا بوجھ اٹھا کر لیجا رہے ہیں چنانچہ فرض کیا جائے کہ اگر جملہ مساکین اتفاق کر کے صدقات نہ لیویں تو ہمارے صدقات آخرت تک کون لیجاوے۔

صوت سرمدی:

(٧٧) فرمایا شغل انحد (١) کو "شغل سرمدی" بھی کہتے ہیں وہ دراصل ہندو جوگیوں سے صوفیہ نے لیا ہے۔ مقصود اس سے صرف جمعیت خاطر ہے کیونکہ اس میں ایک طبعی آواز پیدا ہوتی ہے جو حقیقت میں کانوں کی ہوا متموج ہو کر ایک صوت کی شکل مسموع ہوتی ہے۔ اور مستمر رہتی ہے ذاکر اس کی طرف مشغول ہو کر ذکر کرتا رہے۔ اس صوت سے ایک لذت حاصل ہوتی ہے اور اس لذت سے خطرات کم ہو جاتے ہیں اس استمرار سے اس کو صوت سرمدی کہتے ہیں اور یہ صوت مسموع ملکوتی نہیں جیسا کہ بعض صوفیہ کو دھوکا ہو گیا ہے۔ بلکہ ناسوتی ہے۔ اور یہ لفظ انحد اصل میں ہندی سے لیا ہے۔ انادی سے بگڑا ہوا ہے اس کے معنی ازلی ہیں۔ مگر یہ صوت سرمدی ازلی نہیں ہے ہاں بوجہ عدم

١۔ انحد کے معنی مشہور بیحد ہیں جو صحیح نہیں ذکر انحد کی ترکیب قصد السبیل میں مذکور ہے۔ ١٢

انقطاع (۱) فی المستقبل مشابہ ابدی (۲) کے ضرور ہے۔ اگرچہ وہ عدم انقطاع بھی محدود ہے۔ بعض غیر محقق صوفیہ تو اس کو معاذ اللہ حق تعالیٰ کی آواز خیال کرتے ہیں۔ چنانچہ بعضوں نے اپنی کتاب میں اس کی تصریح کر دی ہے حالانکہ یہ امر ثابت ہے کہ حق تعالیٰ صوت سے منزہ ہے۔ (۳) جیسا شیخ فرید الدین عطارؒ نے فرمایا ہے

قول اور الحن نے آواز نے

(ان کے قول کی آواز اور سر نہیں ہے)

داراشکوہ بھی ایسے ہی اعتقادات رکھتا تھا اور جاہل تھا، حتیٰ کہ کافر فقیروں کا بھی معتقد تھا۔ اورنگ زیب نے اس کے بادشاہ ہونے کو مضر فی الدین سمجھ کر مقابلہ کیا۔ استطراداً سرمد (۴) کا قصہ بھی فرمایا اور یہ فرمایا کہ سرمد کا کلام پاکیزہ و عارفانہ و زاہدانہ و عاشقانہ ہے۔ مشہور ہے کہ عالمگیر کے وقت میں بالکل عریاں رہا کرتے تھے اکثر لوگوں کے خیال میں یہ صاحب کشف و کرامات ہیں اور بعض لوگ ان کو کسی دوسرے ملک کا جاسوس خیال کرتے تھے۔ چنانچہ عالمگیر نے سرمد کو تہدیداً (۵) لکھا کہ تم لباس کیوں نہیں پہنتے؟ انہوں نے جواب لکھا

- آنکس کہ ترا تاج جہاں بانی داد
  مارا ہمہ اسباب پریشانی داد
  پوشادن لباس ہر کہ را عیبے دید
  بے عیباں را لباس عریانی داد

۱۔ مستقبل میں منقطع نہ ہونے کے سبب۔ ۲۔ ہمیشہ کے مشابہ۔ ۳۔ پاک۔ بری۔

۴۔ ۵۔ دھمکانا ڈرانا

جس شخص نے آپ کو بادشاہی کا تاج عطا فرمایا ہمیں سب پریشانی کے اسباب عطا فرمایا جس نے عیب دیکھا اس نے لباس پہنا اور بے عیبوں کو عریانی کا لباس عطا فرمایا۔

پھر عالمگیرؒ نے اپنے ایک امیر کو تفتیش کے لئے مقرر کیا۔ اس نے اپنی رپورٹ کا خلاصہ نظم میں لکھ کر عالمگیر کے روبرو پیش کیا۔

بر سرمد برہنہ کرامات تہمت است
کشفیکہ ظاہر است از و کشف عورت است

ایسی حالت میں سیاست جاری کرنے میں عالمگیر معذور تھے۔

سرمد کی ایک زاہدانہ رباعی:

(۷۸) فرمایا کہ سرمد کے کلام میں سے یہ رباعی بھی مشہور ہے جو زاہدانہ ہے

منعم کہ کباب می خورد می گذرد
در بادۂ ناب می خوردمی گذرد
سرمد کہ بہ کاسہ گدائی ناں را
تر کردہ یاب می خورد می گذرد

سرمد کی ایک حکیمانہ رباعی:

(۷۹) فرمایا۔ سرمد کے کلام میں سے یہ رباعی بھی ہے جو حکیمانہ ہے۔

سرمد گلہ اختصار می باید کرد
یک کار ازیں دو کار می باید کرد (۱)

۱۔ اے سرمد شکایت کو مختصر کر اور دو کاموں میں سے ایک کام کر یا تو بدن کو دوست کی خوشنودی حاصلکرنے کے لئے وقف کردے یا دوست سے قطع نظر کرلے۔

یا تن برضائے دوست می باید کرد
یا قطع نظر زیار می باید کرد

سرمد کی ایک عاشقانہ رباعی:

(۸۰) ایک اور رباعی ہے جو عاشقانہ ہے۔

سرمد غم عشق بو الہوس راند ہند
سوز دل پروا نہ مگس راند ہند
عمرے باید کہ یار آید بکنار
ایں دولت سرمد ہمہ کس راند ہند

حضرت مولانا شاہ غوث علی شاہ صاحبؒ کا ایک جاہل فقیر کو توبہ کرانا:

(۸۱) فرمایا مولانا غوث علی شاہ صاحبؒ پانی پتی اپنے پیر کے ساتھ سفر میں تھے۔ ایک مقام پر گذر ہوا وہاں ایک جاہل فقیر اپنے آپ کو خدا کہتا تھا۔ ان کے پیر نے کہا۔ ایسے شخص کی اصلاح ہم کیا کر سکتے ہیں۔
مگر شاہ صاحب اس کے پاس گئے اور اس کی بہت تعظیم کی اور کہا ہم کو کیا معلوم تھا کہ آپ یہاں ہیں۔ ہم نے تو سنا تھا کہ آپ عرش پر ہیں۔ بھلا وہاں کیونکر تلاش کرتے۔ پھر قرآن شریف کی کسی آیت کی تفسیر پوچھی۔ اس نے کہا میں پڑھا ہوا نہیں۔ شاہ صاحب نے فرمایا عجیب ہے قرآن تو آپ نے ہی نازل کیا آپ ہی کی تصنیف ہے۔ پھر اس کے کیا معنی کہ آپ پڑھے ہوئے نہیں۔ پھر کہا کہ میں کچھ نذرانہ پیش کرنا چاہتا ہوں وہ بہت خوش ہوا۔ انہوں نے سوکھے ہوئے ٹکڑے اس کے آگے رکھ دیئے۔ وہ فقیر غصے ہونے لگا تو فرمایا ابھی آپ ہی

تو ہمارے رازق ہیں جو کچھ آپ نے ہم کو رزق دیا اسی میں سے ہم نے آپ کو دے دیا۔ آپ خفا کیوں ہوتے ہیں۔ الحاصل وہ بہت شرمندہ ہوا۔ اور اسی بحث کے بعد اس نے توبہ کی۔

حضرت شاہ صاحبؒ کا ایک اور مدعی الوہیت موصوف کو توبہ کرانا:

(۸۲) فرمایا۔ اسی طرح ایک دفعہ ان ہی شاہ غوث علی صاحب کا گذر ایسے ہی جاہل فقیر پر ہوا جو مولانا نیاز احمد صاحب کا مرید تھا مگر اپنے آپ کو خدا کہتا تھا۔ یعنی جاہلانہ ہمہ اوست کا قائل تھا۔ اس کے پاس تشریف لے گئے اس کو کہا ہم کو توجہ دو۔ جب وہ متوجہ ہوا تو فرمایا۔ سبحان اللہ! کیا توجہ ہے۔ آپ تو بعینہ مولانا نیاز احمد صاحب معلوم ہوتے ہیں کہنے لگا توبہ توبہ کہاں میں کہاں مولانا نیاز احمد ---------- شاہ صاحب نے فرمایا۔ نامعقول خدا بننے کو تو تیار اور مولانا نیاز احمد بننے سے انکار اس تنبیہ سے وہ تائب ہوا۔

جمال مقتضی ظہور ہے:

(۸۳) فرمایا صوفیہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور جمال مقتضی ہے ظہور کو اور یہ ظہور تخلیق عالم سے ہوا۔ اور یہ ظہور علی الغیر ہے۔ ورنہ ظہوری نعمہ تو پہلے بھی تھا۔ بعض جاہل صوفیہ اس (۱) اقتضار کے معنی اضطرار (۲) سمجھ گئے جیسا کہ حکماء علت موجبہ کے قائل ہیں۔

قبض بسط سے انفع ہے:

۱۔ تقاضا۔ خواہش۔ ۲۔ مجبوری۔

(۸۴) فرمایا- بزرگوں نے قبض کو بہ نسبت بسط کے انفع کہا ہے کیونکہ اس میں دعویٰ کمال وغیرہ سب شکستہ ہو جاتا ہے اور

جز شکستہ می نگیرد فضل شاہ

(اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم بغیر شکستگی کے نہیں ہوتا)

غرضکہ قبض بھی بیحد مفید ہے۔

سلامتیٔ ایمانی و عاقبت بخیر کا مفہوم:

(۸۵) فرمایا- مولانا غوث علی شاہ صاحب کے رو برو کسی نے کسی کو دعا دی کہ ایمان کی سلامتی، عاقبت بخیر۔ کہنے لگے اس کا مطلب بھی سمجھتے ہو ایمان کی سلامتی تو یہ ہے کہ دونوں وقت روٹی مل جائے اور عاقبت بخیر یہ ہے کہ پاخانہ کھل کر ہو جاوے۔ مطلب یہ کہ ہمارے قلوب ضعیف ہیں۔ راحت اور صحت ہی میں ہمارا دین بھی محفوظ رہتا ہے۔

معجزات اسباب طبعیہ سے نہیں ہوتے:

(۸۶) فرمایا- معجزات اسباب طبیعہ سے نہیں ہوتے ہاں کبھی کسی حکمت سے اسباب طبیعہ کے پردہ میں ظاہر ہوتے ہیں جیسے بعض اوقات کھانے کا زیادہ ہونا۔ اس طرح واقع ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے روٹیاں توڑ کر ان کے مختلف ٹکڑے بنائے تاکہ عدد میں ابہام پیدا ہو جائے اس کے بعد زیادت ہو گئی۔ اسی طرح نبع الماء عن الاصابع کے معجزہ میں انگلیاں مبارک پانی میں ڈبو دیں لیکن پہلے پانی تلاش کروایا جو بہت اہتمام سے لایا گیا۔ بغیر اس پانی کے انگشتانِ مبارک سے پانی نکلنے کا ظہور نہیں ہوا، جب اس پانی میں دست مبارک رکھا تو پانی نکلنا شروع ہو گیا اور دراصل یہ پانی جو تھوڑا تھا زیادہ ہو گیا اور

خود انگلیوں سے نکلنے کی کوئی دلیل نہیں۔ ہاں دست مبارک کی برکت سے اس قلیل پانی میں زیادت ہو گئی۔ اور بعض فلسفیوں نے جو یہ صورت سمجھی ہے کہ پانی میں اس قدر برودت پیدا ہو گئی تھی کہ اس کے آس پاس کی ہوا ٹھنڈی ہو کر اس میں لگ لگ کر پانی بن جاتی تھی۔ اس سے معجزہ بالکل حقیقت سے نکل جاتا ہے۔ اور یہ سارا قصہ بھی اسباب طبعیہ میں داخل ہو جاتا ہے۔

ہر زمانہ کے مناسب احوال سے مطابق انبیاء علیہم السلام کو معجزات عطا فرمائے گئے:

(۸۷) فرمایا کہ ہر زمانہ میں انبیاء علیہم السلام کو وہ معجزہ دے کر بھیجا گیا۔ جس کی جنس کا شیوع اس زمانہ میں زیادہ تھا جیسے موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں سحر کا زور تھا۔ عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں طب کا زور تھا۔ سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں سلطنت کا زور تھا اسی لئے سلیمان علیہ السلام نے دعا مانگی هَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ (سورہ ص آیت ۳۵) (یعنی مجھ کو ایسی سلطنت کہ میرے سوا میرے زمانہ میں کسی کو میسر نہ ہو) یہ دعاء طلب معجزہ ہے۔ کیونکہ معجزہ میں دوسرے کی شرکت نہیں ہوتی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہد مبارک میں فصاحت و بلاغت زوروں پر تھی۔ اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو باوجود اُمیّ ہونے کے فصاحت کا معجزہ دیا گیا۔

معراجِ جسمانی کی دلیل:

(۸۸) فرمایا۔ معراج جسمانی کی دلیل تو پیش کی جا سکتی ہے لیکن آج کل کے اصول جہالت میں دلیل کے معنی نظیر کے ہو گئے۔ پس اس اصول پر واقعہ پیش کیا جاوے مگر یہ جہل محض ہے کیونکہ آیا وہ نظیر بھی اپنے ثبوت میں

کسی دوسری نظیر کا محتاج ہو گا یا نہیں اگر ہو گا تو یہ تسلسل کو مستلزم ہے اگر محتاج نہیں تو پھر واقعہ معراج نظیر کو کیوں محتاج ہے۔

دولت تعلق مع اللہ

(۸۹) فرمایا۔ مولوی عبداللہ سندھیؒ نے مجھ سے مولوی شبلی نعمانیؒ کا قول نقل کیا کہ تجربہ سے معلوم ہوا کہ قوم کو دینی نفع وہ پہنچا سکتا ہے جس میں تقدس ہو اور ہم تقدس کہاں سے لاویں۔ اس پر فرمایا کہ تقدس تو اپنے ہی اندر ہے۔ باہر سے لانے کی چیز نہیں۔

یک سبد پرناں ترا بر فرق سر
تو ہمی جوئی لب ناں در بدر

(روٹیوں سے بھرا ہوا ٹوکرا تیرے سر پر ہے اور تو روٹی در بدر تلاش کر رہا ہے)

تا بزا نوئے میاں قعر آب
وز عطش وز جوع گشتی خراب

پھر فرمایا کہ تقدس کے لفظ کو چھوڑو اس میں خفا بھی ہے نیز یہ نیچریوں کا لفظ ہے اس کو تعلق مع اللہ سے تعبیر کرو۔ پس اگر تعلق مع اللہ کسی کو حاصل ہو تو آفتاب کی طرح خود بخود اس سے ضیا پاشی ہوتی ہے۔ قصد کرے یا نہ کرے چنانچہ جلسوں اور انجمنوں سے وہ خدمت اسلام کی نہ ہوئی جو ہمارے حضرات سے ہوئی۔

جہاد کی غرض وغایت:

(۹۰) فرمایا کہ علی گڑھ کا پرنسپل ایک انگریز کرنل تھا اس نے ایک

رسالہ لکھا ہے اس میں لکھتا ہے کہ ہندوستان میں اسلام زیادہ تر تاجروں سے پھیلا یا صوفیہ سے پھیلا۔ یہ قول تو اس کا حق ہے مگر وہ اس میں بھی دھوکا دینا چاہتا ہے کہ اسلام سے جہاد کو اڑانا چاہتا ہے۔ ہاں یہ مسلّم ہے کہ اسلام برکت سے بھی پھیلا۔ مگر حرکت سے بھی پھیلا۔ اس پر فرمایا لوگ مجھ پر اعتراض کرتے ہیں کہ دیکھو فلاں بزرگ کیسے حلیم تھے تم سختی کیوں کرتے ہو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ان میں برکت تھی اسی سے کام چلاتے تھے۔ مجھ میں برکت ہے نہیں اس لئے حرکت کرنا پڑتی ہے۔ اس کو لوگ سختی خیال کرتے ہیں۔ پھر برکت کی مثال میں یہ واقعہ بیان فرمایا کہ حضرت حاجی صاحبؒ سے مکہ معظمہ میں ایک شخص بیعت ہوئے اور دو شرطیں کرلیں ایک تو یہ کہ نماز نہ پڑھوں گا دوم یہ کہ ناچ دیکھنا نہ چھوڑوں گا۔ حضرت نے فرمایا ہم ایک چھوٹا سا وظیفہ تمہیں بتلا دیں گے وہ پڑھتے رہنا اور تمہاری شرطیں منظور ہیں چنانچہ بیعت کے بعد جب پہلی نماز کا وقت ہوا تو ان کے اعضاء وضوئیں سختی سے خارش شروع ہوئی کسی دوا سے آرام نہ ہوا آخر ٹھنڈا پانی لگانے سے کچھ سکون ہوا۔ اس طرح اس کا وضو تو ہو گیا۔ اس کے بعد اس نے خیال کیا وضو تو ہو ہی گیا چلو نماز بھی پڑھ لو چنانچہ نماز پڑھنے سے بقیہ خارش بھی رفع ہو گئی۔ اسی طرح ہر نماز کے وقت خارش ہوتی۔ وضوو نماز کے بعد سکون ہوتا۔ تب سمجھا کہ یہ حضرت کا تصرف ہے پھر پختہ نمازی ہو گیا۔ اس کے بعد خود ناچ دیکھنا بھی چھوڑ دیا۔ فرمایا۔ اگر کسی میں ایسی برکت ہو تو اس کو حرکت کی ضرورت نہیں ورنہ زیادہ تو حرکت ہی سے کام لیا جاتا ہے۔ اسی لئے بعض حالات میں جہاد کی ضرورت پڑھتی ہے۔ بلکہ اکثر برکت کی قابلیت بھی حرکت ہی سے پیدا ہوتی ہے اور اسی سلسلہ میں فرمایا کہ جہاد کی غرض یہ ہے کہ کل ادیان پر اسلام کا غلبہ ہو خواہ مقابل کے اسلام سے

خواہ استسلام (۱) سے جس کی صورت جزیہ ہے باقی یہ مقصود نہیں کہ سب کو مسلمان ہی کیا جاوے اور غلبہ اس لئے مقصود ہے کہ اسلام کا کوئی مزاحم نہ ہو اس پر اگر کسی کو شبہ ہو کہ عدم مزاحمت کا احتمال عود کر آوے گا۔ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلّٰهِ (۲) سے یہی مراد ہے۔ اور جہاد کی یہ غرض مدافعانہ جہاد کے ساتھ مخصوص نہیں ہے اور دنیا کا ہر بادشاہ جب اپنا ہی غلبہ چاہتا ہے تو اسلام پر کیا اعتراض ہے۔

ملکات سب محمود ہیں:

(۹۱) فرمایا کہ حضرت حاجی صاحبؒ فرماتے تھے ملکات سب محمود ہیں۔ جب اپنے محل میں ہوں۔ خواہ بظاہر رذیلہ ہی ہوں جب سب محمود ہیں۔ پس ملکات رذیلہ کا ازالہ ضروری نہیں بلکہ ان کا امالہ کافی ہے حتی کہ بخل غصہ وغیرہ ان کے افعال مقتضیہ کو توذم سے موصوف کر سکتے ہیں۔ باقی خود ملکہ بخل وغضب وغیرہ محمود ہیں۔ جب اپنے صحیح مصرف میں استعمال ہوں اس کی مثال ایسی ہے جیسے ریل کے انجن کی سٹیم، اگر انجن الٹا چلے تو نقصان دیتا ہے اور اگر چلنے والا کامل ہو تو اس کو بجائے ازالہ کے امالہ کرے تو وہی سٹیم بہت مفید ثابت ہو گا۔ پس وہی غضب و بخل وغیرہ اگر طاعت میں صرف ہوں تو محمود ہیں۔ ورنہ مذموم۔ چنانچہ جہاد میں قوت غضبیہ ہی بڑی معین ہے۔ اگر سب لوگ اس کا ازالہ کر دیں تو جہاد کیسے ہو۔ اسی طرح عشق مجازی والے کا عشق دور نہیں کرنا چاہیے بلکہ اس کو عشق حقیقی کی طرف مائل کر دینا چاہیے۔ جس کا طریق یہ ہے کہ محبوب مجازی سے عاشق کسی قسم کا انتفاع حاصل نہ کرے نہ اس کو دیکھے نہ اس کا تصور کرے نہ اس کی بات سنے۔ غرض ادھر سے بالکلیہ توجہ

۱۔ اسلام لانا اطاعت کرنا۔ ۲۔ اور مکمل دین اللہ کا ہو جائے۔

چھڑا دی جاوے تو آگ تو لگی ہوئی ہے اور طبیعت حق تعالیٰ کی طرف فطرۃً مائل ہے۔ خود بخود اس میں عشق حقیقی جوش زن ہو جائے گا۔

اسراف بخل سے زیادہ برا ہے:

(۹۲) فرمایا، بخل عرفاً زیادہ مذموم ہے مگر عقلاً اسراف زیادہ مذموم ہے، ہم نے بخیلوں کو مرتد ہوتے ہوئے نہیں دیکھا۔ البتہ مسرفوں کو دیکھا ہے کہ مرتد ہو گئے۔ کیونکہ عادت زیادہ خرچ کرنے کی ہوتی ہے جب خرچ پورا نہیں ہوتا تو ہر بات پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ بخلاف اس کے کہ اس کو مال سنبھال کر خرچ کرنے کی عادت ہوتی ہے وہ زیادہ تنگی میں مبتلا نہیں ہوتا۔

اخلاق ذمیمہ کا علاج:

(۹۳) فرمایا اخلاق ذمیمہ، حسد، حقد، غصہ وغیرہ درجۂ داعیہ میں مذموم نہیں بلکہ ان کا مقتضا مذموم ہے اور اس داعیہ کی بیخ کنی تو مدتوں کے مجاہدوں سے ہوتی ہے۔ اس لئے اصولاً یہ طریق کہ اس کے مقتضی پر عمل نہ کیا جاوے بالکل کافی ہے۔ اور کلی طور پر بہت سہل ہے۔ مگر اس کی جزئیات پر عمل کرنا بدون شیخ کی تعلیمی امداد کے نہیں ہو سکتا۔

ورع کی حقیقت:

(۹۴) فرمایا۔ نفس ورع سے بہت گھبراتا ہے کیونکہ ورع کی حقیقت ہے ترک گناہ اس میں کسی کو دکھلاوہ نہیں ہو سکتا۔

رہزن طریق:

(۹۵) فرمایا۔ ابو القاسم قشیریؒ فرماتے ہیں کہ عورتوں سے اور

نوجوانوں سے اختلاط کرنا اور عورتوں سے نرم نرم باتیں کرنا طریقت کا راہزن ہے۔

لواطت کی اقسام:

(۹۶) فرمایا۔ لواطت کے بارے میں شامی نے لکھا ہے قوم ینظرون قوم یلبسون و قوم یفعلون۔ لیکن میں کہتا ہوں وقوم یجلسون بعض کو صرف مجالست و قرب مکانی ہی سے لذت ہوتی ہے بدون نظر و لمس کے۔

کتمانِ عشق پر دھبہ:

(۹۷) فرمایا کہ بعض اکابر نے لکھا ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ مردود کرنا چاہتے ہیں۔ اس کو احداث (نوعمروں) کی محبت میں مبتلا کر دیتے ہیں یعنی بے احتیاطی کے ساتھ۔ پھر فرمایا کہ اگر کسی کو یہ محبت اضطراراً اور اتفاقاً پیدا ہو جاوے اور وہ تقویٰ و احتیاط کو نہ چھوڑے تو اس کے حدیث شریف میں یہ فضیلت آئی ہے۔ من عشق فعف فکتم فمات فھو شھید (۱) اور شہادت کا اجر اس لئے ہے کہ عفاف و کتمان ایک مجاہدۂ شدیدہ ہیں اور ان کا مجاہدہ ہونا ظاہر ہے۔ اور کتمان عشق علاوہ مجاہدہ ہونے کے اس لئے بھی واجب اجر ہے کہ کتمان سے معشوق کی رسوائی نہیں ہوتی۔

عشق مجازی:

(۹۸) فرمایا عشق مجازی سے حقیقی کی طرف منتقل ہونے کے لئے

۱۔ جسے عشق مجازی ہو جائے پس وہ عفت اختیار کرے (گناہ سے بچے) اور اسے چھپائے تو وہ مر جائے تو وہ شہید ہے۔

خاص شرائط ہیں ان کے بغیر اس سے انتقال ناممکن ہے۔ ان شرائط کا حاصل یہ ہے کہ عاشق مجازی مدارج عفت میں اتنا کامل ہو جائے کہ صوت محبوب، خیال محبوب، تذکرۂ محبوب سے بالکل خالی اور صاف رہے تب وہ عشق حقیقت تک پہنچتا ہے اگر وہ ایسی عفت کی حالت میں مرجاوے تو شہادت کا وعدہ ہے۔

پھوہڑ عورتوں میں ایک کمال:

(۹۹) فرمایا عادتاً عورتیں پھوہڑ ہو جاتی ہیں وہ اکثر عفیف (۱) ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے ہی امور کے متعلق فرماتے ہیں۔ فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا

میلان کے اسباب بعیدہ سے احتیاط کی ضرورت:

(۱۰۰) فرمایا۔ بعض دفعہ ابتداء نظر میں شہوت نہیں ہوتی۔ جب نظر ممتد ہو جاتی ہے (۲) تو وہ حالت باقی نہیں رہتی۔ اسی طرح لمس (۳) وغیرہ میں بعض اوقات کسی لڑکی کے سر پر ہاتھ رکھنے کے وقت شہوت نہ تھی پھر شہوت ہو جاتی ہے اسی طرح سماع میں کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جب سماع شروع ہوا تو شرائط سماع موجود تھے اور سماع سننے والا یہ سمجھتا ہے کہ اب شرائط باقی ہیں۔ حالانکہ بعض شرائط حنفیہ مرتفع ہو چکے تھے۔ بعض اوقات کسی کو خاص لباس میں دیکھ کر میلان پیدا ہوتا ہے پھر وہ ممتد ہو جاتا ہے۔ اگرچہ وہ لباس بھی اتر جائے۔ اس لئے میلان کے اسباب بعیدہ سے بھی پرہیز چاہیے۔ خصوص ذاکر شاغل آدمی کی لطافت اور اک زیادہ ہوتی ہے۔ وہ بہت جلدی سے متاثر ہوتا ہے۔

بوڑھوں میں صرف میلان ہوتا ہے:

۱۔ پاک دامن ۲۔ دراز۔ ۳۔ چھونا

(۱۰۱) فرمایا بوڑھے لوگوں کو عموماً عفیف سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ بعض میں دوسرے قویٰ کے ساتھ ساتھ اس عمر میں عفت بھی کم ہو جاتی ہے اور چونکہ بوڑھے کو ہیجان تو ہوتا نہیں صرف میلان ہوتا ہے وہ اس میلان کو شہوت نہیں سمجھتا اس لئے وہ نظر بد میں بتلا ہو جاتا ہے۔ بخلاف نوجوانوں کے ان میں تقویٰ کی بھی قوت زیادہ ہوتی ہے۔ نیز ان کو ہیجان شہوت کے دفع و ضبط کرنے سے ایک قسم کی لذت بھی حاصل ہوتی ہے اور وہ معین ہوتی ہے۔ ضبط میں ان کو خاص لذت بھی حاصل نہیں ہوتی۔ اس لئے وہ معین سے محروم ہیں۔ نیز بوجہ تجربہ کے وقائق حسن کا ادراک بھی بہ نسبت جوانوں کے بوڑھوں کو زیادہ ہوتا ہے اور اپنے نفس پر ان کو اعتماد ہوتا ہے اس لئے وہ نظر بد سے کم بچتے ہیں۔

بعض سالکین کو ابتدائے سلوک میں انوار نظر آنے کا سبب:

(۱۰۲) فرمایا بعض سالکوں کو ابتداء سلوک میں جو انوار وغیرہ مشاہد ہوتے ہیں ان کے متعلق حضرت جنید فرماتے ہیں تلک خیالات تربی بھا اطفال الطریقتہ جیسے بچہ کو ابتداء تعلیم میں ترغیب کے لئے شیرینی وغیرہ دی جاتی ہے تاکہ مانوس ہو جاوے پھر بعد دلچسپی کے نہیں دی جاتی۔

ارشاد حضرت حاجی صاحبؒ متعلق افعال ظاہر و باطنہ:

(۱۰۳) فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب نے فرمایا جس امر میں صوفیہ و فقہاء کا اختلاف ہو اگر وہ افعال ظاہرہ میں سے ہو تو فقہاء کا قول لیتا ہوں۔ اگر افعال باطنہ میں سے ہو تو صوفیہ کا قول لیتا ہوں یعنی جن امور سے فقہاء نے تعرض نہیں کیا۔

ذکر ریائی کی مثال:

(۱۰۴) فرمایا۔ حضرت حاجی صاحبؒ نے ایک بزرگ کا قول نقل فرمایا کسی نے ان سے کہا فلاں شخص رٰیاء سے ذکر کرتا ہے۔ فرمایا کہ تم تو اتنا بھی نہیں کرتے قیامت کے روز اس کے لئے یہی ذکر ٹمٹاتا ہوا چراغ بن کر رہبری کرے گا اور تم تاریکی ہی میں رہ جاؤ گے۔

اور حضرت حاجی صاحبؒ نے یہ بھی فرمایا کہ ریا اول اول ریا ہوتی ہے پھر عادت ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد عبادت ہو جاتی ہے۔

نفس کا ایک دقیق:

(۱۰۵) حضرت حاجی صاحب نے فرمایا کہ نفس بعض اوقات ریاء کے بہانہ سے ذکر سے روکتا ہے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ نفس کو اس وقت یہ کہدے کہ ذکر تو جہر سے ہی کروں گا اور ریاء کا جو اس میں احتمال ہے اگر وہ واقع ہو گئی تو اس سے توبہ کر لوں گا۔

اللہ تعالیٰ سے ریاء:

(۱۰۶) فرمایا کہ نفس بعض اوقات اللہ تعالیٰ سے بھی ریا کرتا ہے صورت اس کی یہ ہے کہ اولاً تو لوگوں کے سامنے۔ مثلاً لمبی نماز پڑھتا ہے اور خلوت میں چھوٹی پھر اس ریاء کے الزام سے بچنے کے لئے خلوت میں بھی لمبی نماز اس نیت سے پڑھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ یوں نہ فرمادیں کہ لوگوں کے سامنے تو لمبی نماز پڑھتا ہے اور ہمارے سامنے چھوٹی اور اصل مقصود لوگوں ہی کے سامنے طویل نماز پڑھنا ہوتا ہے۔ اس طرح سے اللہ تعالیٰ سے ریاء کرنے لگتا ہے۔

بلاوجہ شبہ ریا کا نتیجہ:

(۱۰۷) فرمایا بعض اوقات بلاوجہ ریاء کے شبہ میں مبتلا ہو کر عمل سے محروم ہو جاتا ہے۔ علاج یہ ہے کہ نہ اپنے عمل سے حسن ظن رکھے اور نہ عمل میں ایسی دقیق کوتاہی کی تفتیش کرے۔ بس عمل کر کے اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ کہہ کر آگے چل دے۔ اس کی نظیر ہے کہ راستہ چلتے چلتے کیچڑ لگا وہاں اس کی تحقیق تفتیش نہ کرے کہ کیسی کیچڑ ہے بلکہ جہاں کیچڑ لگے وہاں پانی ڈالتا چلا جاوے۔ وقت ضائع نہ کرے۔ اسی طرح یہاں استغفار کا پانی ڈالے اور چل دے زیادہ کاوش (۱) کے متعلق فرماتے ہیں۔

گفت آساں گیر برخود کارہا کز روے طبع
سخت میکرد جہاں بر مردمان سخت کوش

حدیث میں ہے من شاق شاق اللہ علیہ (۲) پھر یہ بھی سمجھنے کی بات ہے کہ مشقت کے بعد بھی تو بڑے سے بڑے درجہ کا عمل ناقص ہی رہے گا۔ پھر تکمیل کی کاوش کرنا اس امر کی دلیل ہے کہ یہ شخص ایک ایسے درجہ کا منتظر ہے۔ جس میں بالکل ہی نقص نہ ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ کے سامنے ہر کمل بھی ناقص ہے۔ جو ناقص کو قبول کرتا ہے وہ دوسرے ناقص کو بھی تو قبول کر سکتا ہے۔ اسی واسطے ہم تعلیم فضائل میں زیادہ کاوش نہیں کرتے اسی سلسلہ میں فرمایا کہ میں نے ضیاء القلوب حضرت حاجی صاحبؒ سے سبقاً سبقاً پڑھی اس میں ضرب و جہر وغیرہ کے متعلق فرمایا تھا کہ یہ سب قیود غیر ضروری ہیں۔ اصل مقصود ذکر ہے۔ اس کے کرتے رہنے سے استعداد بڑھتی ہے۔ چاہے بے انتظامی سے ہی

۱۔ جستجو کرنا۔ ۲۔ جس شخص نے از خود مشقت اختیار کی اللہ تعالیٰ اس کو مشقت میں مبتلا فرما دیتے ہیں۔

ہو۔

افسوس ہے اس رسالہ کے آخر کے دو تین صفحات کا مسودہ باوجود انتہائی کوشش کے نہیں مل سکا اس لئے بالفصل اس کو یہیں ختم کیا جاتا ہے۔ (ظہور الحسن)

کلمۃُ الحَق

ملفوظاتِ حضرت حکیم الامت مجددِ ملت

مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ

جمع فرمودہ

حضرت مولانا عبد الحق صاحب رح

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بعد الحمد والصلوٰۃ۔ ناظرین باتمکین کی خدمت میں عرض ہے کہ اس خضر سراپا تقصیر بحسن تقدیر یکم ماہ رمضان المبارک ۱۳۴۴ھ میں قصبہ تھانہ بھون پہنچ کر حضرت اقدس حکیم الامت و مجدد الملت سراج السالکین سلطان العارفین جناب مولانا و مقتدانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہم العالی کی زیارت سے مشرف ہو کر سعادت دارین حاصل کی اور حضرت والا کی مجلس مبارکہ میں باریاب ہو کر حضرت والا کی تقریر پر تاثیر اور ملفوظات طیبات سے بہرہ اندوز ہوا اور جب دیکھا کہ حضرت والا کا ہر لفظ صبغۃ اللہ کے رنگ میں رنگا ہوا اور ہر کلمہ عشق حقیقی میں ڈوبا ہوا اور ہر فقرہ حقائق و معانی کے عطر سے معطر اور ہر جملہ رشد و ہدایت کے نور سے منور ہے تو بیساختہ صفحۂ قرطاس پر قلمبند کرنے کا اشتیاق پیدا ہوا تاکہ یہ زریں نقوش لوح دل سے محو نہ ہو جائیں اور آئندہ اپنے اور غیر کے کام آئیں۔ چنانچہ یکم رمضان المبارک ۱۳۴۴ھ سے آخر سنہ مذکور تک برابر چار ماہ یہ خدمت اور دولت نصیب میں آئی۔ فالحمدللہ علی احسانہ مگر اپنی عدم قابلیت اور ناتجربہ کاری کی بناء پر یہ عرض کرنے کی جرأت نہیں ہو سکتی کہ حضرت والا کے شاندار اور پرشوکت الفاظ اور پرلطف حقائق و معانی احاطۂ تحریر میں آسکے ہیں اور اگر آبھی جائیں تو وہ حسن ادا اور لب و لہجہ تو کسی طرح ضبط تحریر میں نہیں آسکتے جو حضرت والا کی خصوصیات میں سے ہیں اور تلفظ کے وقت سامعین کے دل کو محو حیرت بنا دیتے ہیں۔ بقول شخصے

خوبی ہمیں کرشمہ و ناز و خرام نیست
بسیار شیوہاست بتاں را کہ نام نیست

لہذا قارئین کرام عبارت و معانی میں جو نقص دیکھیں احقر کی جانب منسوب کریں اور اس ذات گرامی کو اس سے مبرا سمجھیں اور احقر کو دعائے خیر سے یاد فرمائیں۔

ہر کہ خواند دعا طمع دارم
زانکہ من بندہ گنہ گارم

(احقر الانام بندہ عبدالحق سکنہ کوٹ ضلع فتحپور عفا اللہ عنہ ذنبہ الرب الغفور)
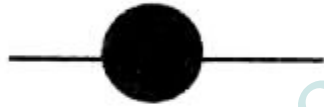
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرات دیوبند کے اخلاق:

(۱) احقر نے عرض کیا کہ حضرات دیوبند جناب مولانا انور شاہ صاحب و جناب مفتی صاحب و جناب مولوی حسین احمد صاحب رحمہم اللہ سے ریل میں ملاقات ہوئی یہ حضرات کلکتہ سے تشریف لا رہے تھے سب نے حضرت والا کو سلام کہا ہے (بعد جواب سلام) فرمایا حضرات دیوبند اپنے آدمیوں سے بہت محبت سے ملتے ہیں۔ ایک میں ہوں ذرا کھُرا۔

ڈارون کی تھیوری پر کلام:

(۲) فرمایا۔ اکبر حسین صاحب جج الہ آبادی نے ایک نیم نیچری مولوی سے دریافت کیا کہ ڈارون نے تو انسان کی اصل بندر ہونا جس کی تم تقلید کرتے ہو مگر آیۃ قرآنیہ قطعی موجود ہے کہ انسان اول آدم علیہ السلام ہیں اور سب ان کی نسل ہیں۔ ان مولوی صاحب نے جواب دیا کہ ممکن ہے آیۃ کی توجیہ یہ ہو کہ جو بندر اولاً انسان ہوا ہو وہ آدم علیہ السلام ہی ہوں (فرمایا یہ کتنی بڑی گستاخی ہے کہ آدم علی نبینا وعلیہ السلام کو بندر قرار دیں۔ نعوذ باللہ من ذلک) اکبر حسین نے کہا یہ بھی ڈارون کے مذہب پر منطبق نہیں ہوتا وہ تو اس کا قائل نہیں ہے کہ اول ایک بندر انسان ہوا تھا وہ تو کہتا ہے کہ بندر کی نوع انسان اس طرح بن گئی کہ کچھ افراد امریکہ میں کچھ افراد افریقہ میں کچھ کہیں۔ اس کا جواب ان سے نہ بنا۔ اکبر حسین عقید تمند آدمی تھے۔ نو تعلیم یافتوں کی بہت خبر لیتے تھے۔ وہ مجھ سے بہت محبت کرتے تھے۔ علاوہ اس کے اصل مسئلہ کے متعلق میں کہتا ہوں کہ ڈارون کو تو اس مسئلہ کی اس لئے ضرورت ہوئی کہ وہ صانع عالم کا

منکر ہے تو ہر حادث کے حدوث کے لئے کوئی صورت اس کو گھڑنا پڑی مگر ایک مسلمان جو صنائع کا قائل ہے اس کو اس کی کیا ضرورت ہوئی۔

اکبر حسین جج کا شبہ اور اس کا جواب:

(۳) فرمایا۔ اکبر حسین صاحب جج سے خاص تعلق کا سبب یہ ہوا کہ انہوں نے اپنے عربی کے استاد مولوی یعقوب صاحب سے دریافت کیا کہ قرآن شریف میں ایک آیۃ ہے وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِہٖ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر نبی کی زبان اس کی قوم کی ہوتی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان عربی تھی اس سے معلوم ہوا کہ آپ کی قوم صرف عرب ہیں صرف ان ہی کی طرف آپ کو بعثت ہوئی اور دوسری آیت عموم بعثت پر دال ہے۔ دوسری آیت ہے وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ۔ ان میں بظاہر تعارض ہے۔ مولوی صاحب نے مجھ سے ذکر کیا میں نے جواب دیا کہ بلسان قومہ فرمایا۔ بلسان امتہ نہیں فرمایا اور قوم کے معنی ہیں برادری۔ اور ظاہر ہے کہ آپ کی برادری صرف عرب ہیں اور امت قوم سے عام ہیں۔ مولوی صاحب نے یہ تقریر ان سے کی تو پوچھا کہ یہ جواب کس نے دیا ہے۔ انہوں نے میرا نام لیا تو فوراً مجھ سے ملنے آئے اور بہت محبت سے پیش آئے۔ پھر محبت بڑھ گئی۔

بدعتی سے فقہ سے گفتگو کرو:

(۴) اہل بدعت سے جب گفتگو کرو تو فقہ سے کرو۔ اس میں ان کو گنجائش نہیں ملتی۔ قرآن مجید ایک متن ہے جس کے محتمل مماثل ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح حدیث بھی دو وجو ہو سکتی ہے۔ اسی لئے اہل بدعت جب تمسک کریں

گے قرآن و حدیث سے کریں گے۔ مثلاً قیام مولود کے بارے میں تغیر زدہ دو فروہ سے کریں گے۔

شیعہ رہ کر ہم سے استفادہ نہیں کر سکتا:

(۵) فرمایا۔ ایک شیعی صاحب آرہ کے علاقہ کے تھوڑے دن ہوئے آئے پہلے تو انہوں نے اپنا پتہ نہ دیا۔ گو قرائن سے میں سمجھ گیا کہ یہ شیعی ہیں۔ کتب تصوف کا مطالعہ بہت کئے ہوئے تھے۔ میری کتابیں بھی دیکھی تھیں۔ اسی کے متعلق کچھ سوالات کئے۔ جی تو نہیں چاہتا تھا کہ جواب دوں۔ مگر مہمان سمجھ کر جواب دیا۔ خوش ہو کر کہنے لگے کہ یہی سوالات میں نے شیعہ مجتہدین سے بھی کئے۔ مگر کسی نے معقول جواب نہیں دیا۔ پھر کہا کہ کیا دوسرے مسلمان فرقہ کو بھی خانقاہ امدادیہ سے استفادہ ہو سکتا ہے؟ میں نے کہا اس جواب کے لئے یہ جلسہ کافی نہیں ہے یہ سوال تحریری ہونا چاہیے پھر جواب دوں گا۔ بعد میں سوال تحریری بھی بھیجا تو میں نے جواب دیا کہ یہ سوال تو ایسا ہے جیسے کوئی کہے کہ میرا وضو تو نہیں ہے بلاوضو بھی مجھ کو نماز پڑھا دو گے۔ یا نہیں؟ تو ایسے شخص سے یوں کہوں گا کہ تو وضو بھی کر سکتا ہے یا نہیں؟ (اس سے زیادہ صاف جواب دینا بے مروتی ہے) اب بعد میں اس کا خط آیا ہے کہ میں نماز تو پڑھتا ہوں" (فرمایا) اس عقلمند کو اتنی بھی سمجھ نہیں کہ میں نے نماز کو پوچھا تھا یا مقصود کو نماز سے اور شرائط کو وضو سے تشبیہ دی تھی یہ مجسٹریٹی کیسے کرتے ہوں گے (یہ خیر سے مجسٹریٹ تھے) اب صاف جواب دیتا ہوں کہ مجھ کو معذور رکھے۔ جب تک ہمارے مشرب میں نہ آجاؤ گے استفادہ نہیں کر سکتے۔

لوگ علماء کی تقریر نہیں سمجھ سکتے مگر مجتہد بننے کو تیار ہیں:

(۶) فرمایا۔ جب ہم لوگ شملہ کے جلسہ میں گئے تو وہاں مولوی انور شاہ صاحب کے بیان کے لئے مضمون "بلاغت قرآن" کا تجویز کیا گیا۔ شاہ صاحب نے تقریر فرمائی مگر علمی مضمون ہونے کی وجہ سے مغلق تھی۔ میں بھی ایک خفیہ طور سے شریک ہو گیا تھا۔ تاکہ اطلاع سے شاہ صاحب کو کچھ حجاب نہ ہو اس لئے چھپ کر شریک ہوا۔ بعد میں سنا کہ لوگ اعتراضاً یوں کہتے ہیں کہ ان کو یہاں آنے کی کیوں تکلیف دی گئی۔ یہ تقریر تو دیوبند میں ہی کر دیتے، مجھ کو اس کا پتہ چلا تو میں نے دوسرے وقت اپنے بیان میں اس اعتراض کے متعلق کہا کہ شاہ صاحب کی تقریر کی نسبت سنا ہے کہ لوگ مغلق بتاتے ہیں۔ تو آپ لوگ یہ نہ سمجھیں کہ علماء کو سہل بیان کرنے کی قدرت نہیں ہے۔ بلکہ اس اخلاق میں حکمتیں ہیں۔ چنانچہ ایک بڑی حکمت یہ ہے کہ مدعیوں کو اپنا جہل معلوم ہو جاوے۔ کیونکہ آج کل ہر شخص مجتہد بنتا ہے۔ قرآن شریف کا ترجمہ دیکھ لیا۔ دو چار طبعیات کے رسالے پڑھ لئے تو بس اپنے آپ کو عالم سمجھنے لگا۔ اب کل کی تقریر سے یہ تو معلوم ہوا ہو گا کہ ایک عالم کی تقریر سمجھنے کی بھی قدرت نہیں ہے۔ قرآن و حدیث میں اجتہاد تو کیا کر سکتے ہو۔ پھر میں نے عام خطاب سے پوچھا فرمائیے۔ اس حکمت کی ضرورت تھی یا نہیں؟ چاروں طرف سے آواز آئی ٹھیک ہے صاحب ٹھیک ہے۔

کمال کی دو قسمیں:

(۷) فرمایا۔ مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ تمام مجاہدات کے بعد بھی فرمایا کرتے تھے کہ میں کچھ نہیں ہوں۔ اس پر ایک مکتوب میں قسم بھی کھائی

ہے اس قسم پر ایک مخالف کہتا ہے کہ ہمارے اعتقاد میں مولانا سچے ہیں۔ ہمارا بھی یہی اعتقاد ہے کہ واقعی کچھ نہیں ہیں۔ مگر ایک معتقد مولوی صاحب حیران تھے کہ اگر مولانا کامل ہیں تو قسم جھوٹی ہے اور اگر سچے ہیں تو واقعی کچھ بھی نہیں ہیں۔ پھر ہم کمال کا اعتقاد کیسے رکھیں۔ مجھ سے سوال کیا۔ میں نے جواب دیا کہ بھائی کمال دو قسم کے ہیں ایک واقع دوسرا متوقع۔ ہم کمال واقع کے اعتبار سے معتقد ہیں اور قسم کمال متوقع کے لحاظ سے ہے۔ مثلاً شرح جامی پڑھنے والا اوپر کے فنون کی نسبت سے کہے گا کہ میں کچھ نہیں ہوں۔ مگر میزان والے کی نسبت سے تو وہ عالم ہے تو مولانا کی قسم بھی صحیح اور ہمارا اعتقاد بھی درست ہے۔

ریا لغوی کا مفہوم:

(۸) فرمایا۔ بزرگوں کا مقولہ ہے ریاء الشیخ خیر من اخلاص المرید اس میں شبہ ہو جاتا ہے کہ ریاء اخلاص سے بہتر ہو سکتی ہے۔ مگر واقع میں یہ مقولہ ٹھیک ہے۔ اس میں ریاء سے مراد لغوی ریاء ہے۔ یعنی مطلق اظہار نہ کہ شرعی ریاء جس کی حقیقت ہے اراۃ العمل للغرض الفاسد (۱) اور شیخ کا ریاء اراۃ العمل للغرض الصحیح (۲) ہے۔

واقعہ ملاقات افلاطون و موسیٰ علیہ السلام:

(۹) فرمایا۔ اہل حق نہایت مشکل مضمون کو نہایت سہل عنوان سے بیان کر دیتے ہیں۔ مشہور ہے کہ حضرت موسیٰ علی نبینا و علیہ السلام سے (حکیم) افلاطون نے سوال کیا کہ اگر حوادث تیر ہوں اور فلک کمان اور حق تعالیٰ تیر کے

۱۔ غرض فاسد کے لئے نیک عمل کا دکھاوا کرنا۔ ۲۔ غرض صحیح کے لئے عمل میں دکھاوا کرنا۔

چلانے والے ہوں۔ تو پھر بچکر کہاں جاوے موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تیر چلانے والے کے پاس جا کھڑا ہو کیونکہ عادۃً تیر سے پاس والے کو نہیں مارتے۔ جالینوس حیران ہو کر کہنے لگے کہ یہ جواب نبی کے سوائے دوسرا دے ہی نہیں سکتا۔ دیکھیے کیسے دقیق مسئلہ کو کس سہل طریق سے حل فرما دیا۔

فرعون کے مردود اور منصور کے مقبول ہونے کا سبب:

(۱۰) فرمایا۔ ایک بزرگ نے خدا تعالیٰ سے عرض کیا کہ فرعون نے انا ربکم الاعلی (۱) کہا اور مردود ہو گیا اور منصور نے انا الحق (۲) کہا اور مقبول ہو گیا اس کا کیا سبب ہے۔ حالانکہ دونوں کا دعویٰ یکساں ہے؟ جواب ملا کہ فرعون نے تو ہمارے مٹانے کے واسطے کہا تھا یہ اور منصور نے اپنے مٹانے کے واسطے کہا۔ کیونکہ منصور نے تو اپنے کو فنا کیا اور فرعون نے حضرت حق کی نفی کی۔

حکایت بزرگ محمد صادق مرحوم:

(۱۱) فرمایا گنگوہ میں ایک بزرگ محمد صادق محبوب الٰہی نامی تھے دو شخص ان کی خدمت میں مرید ہونے کو آئے۔ انہوں نے دونوں کا امتحان کیا۔ ان سے کہا کہ لا الہ الا اللہ صادق رسول اللہ۔ یہ سن کر ایک تو بھاگ گیا اور دوسرے نے کہدیا۔ اس سے فرمایا کہ تم نے کیا سمجھا۔ اس نے کہا میں نے آپ کو رسول نہیں سمجھا بلکہ تاویل کر لی کہ رسول اللہ مبتدا صادق خبر مقدم ہے۔ (یعنی رسول اللہ صادق یعنی سچے ہیں) بس اس کو مرید کر لیا۔

اللہ تعالیٰ کا معاملہ ہر بندہ سے جدا ہے:

(۱۲) فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کا معاملہ ہر بندہ کے ساتھ جدا ہے۔ حضرت

۱۔ میں تمہارا بلند و بالا رب ہوں۔ ۲۔ میں خدا ہوں

حاجی صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ میں فاقہ نہیں ہے۔ ایک شخص نے حضرت سے (یعنی حاجی صاحب سے) اپنی تنگی کے متعلق عرض کیا (متعجب ہو کر) فرمایا کہ ہمارے یہاں تو فاقہ نہیں ہے۔ تحقیق سے معلوم ہوا کہ وہ مرید ہی نہ تھا۔ باقی یہ اصل معاملہ ہے اور کسی عارض سے تخلف ہو جانا اس کے منافی نہیں۔

حضرت حاجی صاحبؒ کے سلسلہ کی برکت:

(۱۳) حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ میں داخل ہونے سے اکثر یہ آثار ظاہر ہوتے ہیں جب دنیا جاتی رہتی ہے اور آدمی خوش فہم ہو جاتا ہے۔ فاقہ بھی نہیں ہوتا خاتمہ بھی اولیاء کی طرح ہوتا ہے ورنہ بالخیر تو ضرور ہی ہوتا ہے۔

حکایت مولانا رحمت اللہ صاحب:

(۱۴) فرمایا مولانا رحمت اللہ صاحب بہت متوکل اور مستغنی تھے۔ گو اصطلاحی صوفی نہ تھے۔ مگر روح تصوف ان کو حاصل تھی۔ توکل و استغناء کے متعلق جو کمال مجاہدے سے حاصل ہوتا ہے وہ ان کو فطرۃً حاصل تھا۔ ان کے ایک بھائی حکیم علی اکبر صاحب تھے وہ بھی اس شان کے تھے اور نہایت سادے تھے اور حکیم بھی تھے ان کی فیس صرف آٹھ آنہ تھی۔ حالانکہ طب میں بہت کامل تھے۔ ایک مرتبہ کسی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج کے بارہ میں غزل پڑھی

فلک پر شور تھا برپا رسول اللہ آتے ہیں

تو حکیم صاحب نے (تند ہو کر) فرمایا بالکل غلط ہے۔ فلک پر کسی کو پتہ بھی نہ

تھا۔ صرف حضرت جبرئیل علیہ السلام ساتھ تھے۔ اور جب دروازہ آسمان پر پہنچے تو فرشتہ پوچھتا ہے کہ کون ہے۔ جب جبرئیل بتلاتے ہیں کہ میں ہوں اور میرے ساتھ حضور ہیں۔ اگر شعور ہوتا تو اس سوال و جواب کے کیا معنی؟ اسی طرح ایک دفعہ ایک شخص ایک نعتیہ غزل پڑھ رہا تھا جس کا ایک مصرعہ یہ ہے

ہمیں یاں سے مدینہ میں بلالو یارسول اللہ

تو حکیم صاحب نے سخت لہجہ میں فرمایا سہرا (یعنی سسرا) تجھ کو بلائیں گے تیرے واسطے پالکی بھیجیں گے۔ ان کو تیری غرض پڑی ہے خود کیوں نہیں چلا جاتا۔ ایک مرتبہ حکیم صاحب عدالت کے بلائے ہوئے ٹوپی پہن کر جا رہے تھے۔ کسی نے کہا عمامہ باندھ لو کہا کیوں؟ کیا میں نے آنے کی درخواست کی ہے انہوں نے تو خود بلایا ہے۔ احکم الحاکمین کے دربار میں ٹوپی سے جاویں۔ یہاں پگڑی باندھیں گے۔ جب گئے تو شہادت دینے کے بعد جب باہر جانے لگے تو حسب قاعدہ سپاہی نے روکا فرمایا بھائی قید کرتے ہو۔ کیا میں نے کوئی ڈاکہ ڈالا ہے۔ حاکم نے کہا جانے دو یہ ان لوگوں میں نہیں ہیں جو باہر جا کر دوسروں کو سکھلادیں گے۔

علوم تو اہل حق کے ہوتے ہیں:

(۱۵) فرمایا۔ علوم تو اہل حق کے ہوتے ہیں۔ باقی منطقیوں کے علوم تو لفظی چکر ہوتے ہیں۔ ان سے کلامی **هذا كاذب** کا حل نہیں ہوتا۔ یہ نہیں سمجھتے کہ احتمال صدق و کذب اس کلام میں ہوتا ہے جو محاورات میں بولے جاتے ہیں۔ یہ تو گھڑی ہوئی مثال ہے۔ اسی طرح ایک اشکال اور کیا گیا ہے وہ یہ کہ موجود دو قسم پر ہے۔ موجود فی الخارج اور موجود فی الذہن۔ اور یہ دونوں مسلم ہیں۔ پھر شبہ یہ ہوا کہ ذہن خارج میں ہے تو موجود فی الذہن بھی

موجود فی الخارج ہوا گو بواسطہ ذہن کے ہیں تو قسیم قسم بن گیا۔ جواب یہ ہے کہ موجود فی الخارج جو قسیم ہے موجود فی الذہن جو موجود فی الخارج ہے وہ بواسطہ ذہن کے ہے اس لئے یہ موجود فی الخارج نہ ہو گا۔ منطقی صرف الفاظ کی پرستش کرتے ہیں اور کچھ نہیں۔

تیر اور کمان (لطیفہ):

(۱۶) حضرت والا کے آنت اترنے کا عارضہ ہو گیا تھا اس لئے ایک شخص نے دریافت کیا کہ حضرت کا مزاج کیسا ہے؟ فرمایا تیر تو نکل گیا مگر کمان باقی ہے۔ جو کوئی پوچھتا ہے یہی کہتا ہوں کیونکہ درد تو جاتا رہا کمانی لگانی پڑتی ہے۔

شیخ کی تقلید طریق معالجہ میں ہے:

(۱۷) فرمایا۔ ایک غیر مقلد کا خط آیا تھا کہ میں اہل حدیث میں سے ہوں۔ کیا مجھ کو بیعت کر لو گے۔ میں نے جواب میں لکھا کہ میری بھی تقلید کرو گے یا نہیں۔ بڑی مدت کے بعد جواب آیا کہ مجھ سے اس کا جواب نہیں بن آتا۔ مگر بیعت کا ارادہ ہے۔ فرمایا اس کا جواب مجھ سے پوچھتا تو میں بتلادیتا۔ کیونکہ علم کا اخفاء نہیں کیا جاتا وہ جواب یہ ہے کہ تمہاری تقلید کریں گے اور اگر اس پر شبہ ہو کہ امام صاحب کی تقلید تو نہیں کرتے میری کیسے کرو گے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کی تقلید تو احکام میں کرائی جاتی ہے۔ جس میں دلیل کی ضرورت ہے اور شیخ کی تقلید صرف طرق معالجہ میں ہے جن میں تجربہ کافی ہے مثلاً کبر کا مذموم ہونا تو نص سے ثابت ہے اس میں تقلید نہیں شیخ سے صرف طریق ازالہ معلوم کر کے عمل کرنا ہوتا ہے۔ جیسے ڈاکٹروں کی اطاعت کرنا۔

حضرت حکیم الامت کی بیعت کے وقت

غیر مقلدین سے شرط:

(۱۸) فرمایا۔ بیعت کے وقت میں غیر مقلدوں سے یہ شرط کر لیتا ہوں کہ بدگمانی اور بدزبانی نہ کریں اور تقلید کو حرام خیال نہ کریں اور یہ کہ ہماری مجلس میں کبھی غیر مقلدین کا بھی ذکر ہوتا ہے۔ تم اپنے اوپر محمول مت کرنا۔ یہاں ایک غیر مقلد آئے تھے۔ انہوں نے بیان کیا کہ مولوی (فلاں) سے میں نے تھانہ بھون میں آنے کے بابت دریافت کیا تو انہوں نے کہا ضرور جاؤ واقعی ان کی صحبت موجب برکت ہے۔ مگر اتنا یاد رہے کہ وہ اہل حدیث کے سخت دشمن ہیں۔ فرمایا۔ اگر اہل حدیث حق پر ہیں تو ان کے دشمن کی صحبت میں برکت ہونا کیا معنی اور اگر پھر بھی برکت ہے تو معلوم ہوا کہ یہ لوگ باطل پر ہیں۔ مولوی ہو کر اجتماع نقیضین اختیار کیا۔

سبکی اور سب کی:

(۱۹) ایک ذی علم نے عرض کیا کہ حضرت ان لوگوں نے یعنی اہل حدیث نے مولوی (فلاں غیر مقلد) کو جو یہاں بیعت ہو گئے ہیں بہت دق کیا۔ کہتے ہیں کہ تم وہاں جا کر (تھانہ میں) مرید ہوئے اس میں جماعت کی سبکی ہے (فرمایا) سب کی تو نہیں ہے۔ اسی اکیلے غریب کی ہے۔ پھر ایسے آدمی خود اپنی جماعت میں بنائیں جس کے بعد پھر ان کے لوگوں کو دوسری جگہ جانا نہ پڑے مگر بنانے سے کب بنتے ہیں۔ پھر اس کی تائید میں (فرمایا) کہ ایک بات نہایت کام کی کہتا ہوں وہ یہ کہ منتفع ہونا تو اختیاری ہے مگر نافع ہونا اختیاری نہیں ہے یہ حق تعالیٰ کے فضل پر ہے۔ جس سے چاہیں خدمت میں لے لیں۔

ضرورت تقویٰ فی المال:

(۲۰) فرمایا۔ آج کل تقویٰ صرف نفل پڑھ لینے اور پائجامہ اونچا کر لینے اور داڑھی رکھا لینے میں رہ گیا ہے خلاصہ یہ کہ کچھ نفلیں اور کچھ نقلیں کر لینا کافی سمجھا جاتا ہے۔ تقویٰ فی المال کی کچھ پرواہ نہیں ہے کہ حلال ہے یا حرام گویا حرام صرف دال اور خشک روٹی ہے باقی چرب چیزیں سب حلال ہیں (ہنس کر فرمایا) اتنے لوگوں نے حرام کو حلال کیا اور تیز چھری سے حلال کیا مگر پھر بھی حرام ہی رہا۔

دوست کو تنبیہ کی ضرورت:

(۲۱) (ایک لفافہ دکھلا کر) فرمایا۔ لوگ بہت دق کرتے ہیں خالی لفافہ رکھ دیتے ہیں۔ بھلا جو کام تم خود کر سکتے ہو ہم سے کیوں لیتے ہو۔ بعض دفعہ تو میں جواب بھی نہیں لکھتا بلکہ صرف یہ لکھدیتا ہوں کہ صاحب پہلے اس کی وجہ تحریر فرمائیں کہ لفافہ پر پتہ کیوں نہیں لکھا اس صورت میں دو آنے تو اس کو دینے پڑتے ہیں مگر اس کو سبق تو ملجاتا ہے اور صبر دشمن کے مقابلہ میں کرنا چاہیے۔ دوست کو ڈانٹنا چاہیے تا کہ اس کو اپنی حرکت کا علم ہو جاوے اور اس سے فائدہ ہو۔

دھوکہ باز:

(۲۲) ایک شخص نے وضو کے لئے بدھنا (لوٹا) بھر کر دیا وہ ٹپک رہا تھا فرمایا اس کو باہر پھینکو یہ دھوکے باز ہے دھوکے باز آدمی کو بھی خانقاہ میں نہیں رہنا چاہیے۔

کیا تکلیف دینا بد اخلاقی نہیں:

(۲۳) فرمایا۔ لوگ مجھ کو تکلیف دیتے ہیں اور میں اپنی تکلیف کو ظاہر کرتا ہوں تو مجھ کو کہتے ہیں کہ بد اخلاق ہے۔ کیا تکلیف دینا تو بداخلاقی نہیں۔ مگر اس کا اظہار بداخلاقی ہے یہ تو ایسا ہوا کہ کوئی کسی کو سوئی چبھو دے اور وہ چلائے تو کہنے لگے کہ بد خلقی سے کیوں چلاتا ہے۔

لوگوں کی بد عنوانیوں کی شکایت:

(۲۴) فرمایا۔ مجھ کو جو لوگوں کی بے عنوانیوں پر بعض اوقات زیادہ تغیر ہو جاتا ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ میری نظر منشاء پر ہوتی ہے اور وہ شدید ہوتا ہے۔ اس لئے زیادہ تکلیف ہوتی ہے۔ مثلاً کہتے ہیں تعویذ دے دو۔ مگر یہ نہیں کہتے کہ کس بات کا۔ حاکم یا حکیم کے پاس جائیں گے تو پوری بات کہیں گے۔ ضابطہ کے الفاظ لکھوائیں گے تو منشاء اس تفاوت کا یہ ہے کہ وہاں مطلوب کی قدر ہے۔ یہاں مطلوب کی قدر نہیں۔ گو تعویذ بھی دینا ہے۔ مگر اس میں کچھ دین کا شائبہ ہے اور دین کی قدر ہے نہیں۔ اس لئے یہاں اہتمام نہیں کیا جاتا باقی مشائخ جو علاج نہیں کرتے۔ تو اس لئے کہ کون جھک جھک کرے اور کہیں یہ بھی وجہ ہوتی ہے کہ معتقدین کم نہ ہو جائیں اور یہ سب سے بڑھ کر غضب ہے۔

مبہم بات کرنے کا مرض عام:

(۲۵) ایک شخص نے کہا تعویذ دے دو۔ فرمایا میں نہیں سمجھا پھر اس نے بلند آواز سے کہا تعویذ دے دو۔ فرمایا میں اب بھی نہیں سمجھا پھر اس نے کہا بخار کے لئے ایک تعویذ دے دو۔ فرمایا پہلے ہی اس طرح کیوں نہیں کہا تھا (یہ قصہ ہو ہی رہا تھا کہ دوسرے نے کہا تعویذ دے دو) فرمایا دیکھو ابھی یہی بات ہو

رہی تھی پھر وہی مبہم۔ عام مرض ہو گیا۔ اصولیوں نے لکھا ہے۔ خصوصی مورد کا اعتبار نہیں ہے عموم الفاظ کا اعتبار ہے اور امر فطری بھی ہے۔ مگر باوجود اس کے اس دوسرے شخص نے یہ سمجھا کہ شاید مواخذہ پہلے ہی کے ساتھ خاص ہے۔ مجھ سے نہیں ہوگا۔ حالانکہ میں نے اس کی دلیل بھی بیان کر دی تھی جو عام ہے۔

تشدید اور تسدید:

(۲۶) ایک شخص نے تعویذ مانگا (مگر بیڈھنگے طریقہ سے) فرمایا بیٹھو اب تو بدتمیزی سے انقباض ہو گیا۔ جب انقباض رفع ہو جاوے گا اور میرا جی چاہے گا دوں گا (پھر فرمایا) اس میں دو نفع ہیں ایک تو میرا نفع کہ اس سے غصہ کم ہو جاتا ہے۔ دوسرا اس کا نفع کہ اصلاح ہو جاتی ہے لوگ کہتے ہیں کہ تشدید (۱) (بشین معجمہ) کرتے ہیں مگر میں تسدید (۲) (بسین مہملہ) کرتا ہوں۔ انہوں نے مجھ کو منتشر کیا میں نے ان کو منتظر کیا تاکہ قافیہ پورا ہو جائے۔

ضابطہ پر عمل:

(۲۷) فرمایا جس کو کام کرنا ہو گا وہ قواعد ضرور مقرر کرے گا۔ کیونکہ بدون قواعد کام نہیں ہوتا اور خود بھی اس پر عمل کرے گا کہ بدون اس کے دوسروں پر اثر نہ ہو گا۔ مجھ کو ایک دفعہ گرم پانی کی ضرورت تھی مگر وہ ایسا وقت تھا کہ حمام میں سے ضابطہ کی وجہ سے نہیں لے سکتا تھا۔ تو میں نے نہیں لیا۔ گو تکلیف اٹھائی اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ مثلاً ضابطہ استیذان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نور نے ایسا ہی کیا۔ آپ ایک بار

۱۔ سختی کرنا۔ ۲۔ درستی۔ سیدھا کرنا

حضرت سعد رضی اللہ عنہ یا دوسرے صحابی کے مکان پر تشریف لے گئے اور تین مرتبہ اجازت طلب کی جب جواب نہ ملا واپس تشریف لے آئے بعد میں وہ صحابی دوڑے ہوئے آئے اور دیر ہونے کی وجہ بیان کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے برا نہیں مانا۔ کیونکہ ضابطہ یہی تھا۔ اسی طرح ایک شخص سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑا خریدا اور فرمایا کہ میرے ساتھ چل میں قیمت دے دوں۔ راستہ میں کسی ناواقف نے اس گھوڑے کو زیادہ قیمت پر خریدنے کی گفتگو کر لی۔ اس نے پکار کر عرض کیا کہ یا تو آپ خریدئیے یا میں بیچ دیتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تو تم سے خرید چکا ہوں۔ اس نے کہا گواہ لائیے۔ آپ نے ضابطہ کے موافق گواہ تلاش کیا تو حضرت خزیمہ نے خرید پر گواہی دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو وہاں کہاں تھا پھر کیسے گواہی دیتا ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہم تو آپ کو آسمان کی خبر میں سچا سمجھتے ہیں تو کیا اس میں سچا نہ سمجھیں گے۔ آپ نے فرمایا کہ خزیمہ کی گواہی دو گواہوں جیسی ہے۔ مگر یہ نہیں معلوم کہ اس مقدمہ کا فیصلہ بھی اس گواہی پر کیا یا نہیں اور نقل نہ ہونے سے ظاہر یہی ہے کہ خود ضابطہ پر چلے۔

حکایت حضرت شاہ دولہؒ:

(۲۸) فرمایا۔ حضرت شاہ دولہ صاحب کا قصہ مشہور ہے کہ ایک دفعہ کوئی دریا طغیانی پر تھا شہر کی طرف آرہا تھا۔ لوگ بہت گھبرائے اور آکر عرض کیا تو فرمایا کہ تم میرا کہنا مانو تو تجویز بتلاؤں۔ لوگوں نے کہا ضرور مانیں گے (حضرت والا نے ہنس کر فرمایا کہ پنجاب کے عام لوگ مشائخ کے بہت معتقد ہیں۔ اگر کوئی نبی بنے تو اس کے بھی معتقد۔ خدا بنے تو اس کے بھی معتقد) تو حضرت شاہ دولہ صاحب نے فرمایا کہ اچھا پھاوڑا لے کر دریا سے شہر کی طرف

نشیب کردو۔ لوگ حیران ہو گئے (دل میں کہا ہو گا کہ کل ڈوبتے ہوئے آج ہی ڈوبیں گے) مگر کھودنا شروع کیا اور دریا بالکل گاؤں کے قریب آپہنچا۔ پھر شام کو فرمایا کہ چلو کل پھر آکر کھودنا۔ دوسرے روز گئے تو دریا بہت پیچھے ہٹ گیا۔ لوگوں نے وجہ پوچھی فرمایا کہ مجھ کو مکشوف ہو گیا تھا کہ دریا کو اس جگہ تک آنے کا حکم ہے پھر ہٹ جانے کا۔ جلد آجائے تو جلد واپس چلا جائے۔ اسلئے میں اس جگہ تک لے آیا۔ اس واقعہ میں شاہ دولہ صاحب نے کھودنے کا حکم دینے کے وقت پر بھی فرمایا تھا کہ جدھر مولا ادھر شاہ دولہ۔

بزرگوں کے ادب کا خاصہ:

(۲۹) فرمایا بزرگوں کے ادب کا خاصہ ہے کہ اس سے علوم نافعہ قلب میں آنے لگتے ہیں۔ کیونکہ ادب تواضع ہے اور تواضع کے لئے حضور کا ارشاد ہے من تواضع لله رفعه الله (۱) اور آیت میں اہل علم کے لئے خصوصیت سے رفعت کا وعدہ ہے۔ یرفع الله الذین امنوا منکم والذین اوتوا العلم درجت (۲) اس لئے اس کو علم عطا فرماتے ہیں تاکہ رفعت ہو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جامعیت:

(۳۰) ایک اہل علم نے عرض کیا کہ حق تعالیٰ نے آپ کو مصیب الرائے ہونے کا فخر عنایت فرمایا ہے) فرمایا۔ خیر یہ تو بزرگوں کا حسن ظن ہے باقی ممکن ہے کہ شاید حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا کچھ اثر ہو رائے کی اصابت ان

۱۔ جو شخص اللہ تعالیٰ سے تواضع اختیار کرے اللہ تعالیٰ اس کو رفعت عطا فرمائیں گے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ ایمان والوں میں ان لوگوں کے جن کو علم دین عطا ہوا ہے اخروی درجے بلند کرے گا۔

کو خاص طور پر عطا کی گئی تھی۔ پھر ان کے عقل کامل ہونے کے متعلق قصہ بیان کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شاہ ہرقل کی طرف ایلچی بھیجا تھا اس نے ایلچی سے کہا اپنے خلیفہ کی صحیح تعریف کرو۔ ایلچی نے غضب کا جواب دیا کہا لایَخدع ولا یُخدع (۱) ہرقل نے کہا اسی سے خلیفہ کے دین اور عقل دونوں کا پتہ چلتا ہے۔ اول جملہ سے دین کا اور دوسرے سے عقل کا اور جس میں دین اور عقل دونوں کامل ہوں ایسے شخص پر کوئی غالب نہیں آسکتا۔

بیعت کا حکم:

(۳۱) فرمایا مجھ کو تو بیعت کے بارہ میں یہ شبہ ہو گیا ہے کہ کہیں فقہاء کے اس کلیہ میں داخل ہو کر قابل منع نہ ہو گئی ہو وہ کلیہ یہ ہے مباح اور مندوب سے اگر مفاسد پیدا ہوں تو وہ مباح مکروہ ہو جاتا ہے اور بیعت یا مباح ہے یا مندوب اور مفاسد اس میں یہ ہیں کہ عوام اس کو نفع کی علت سمجھتے ہیں اور خواص گو علت نہ سمجھیں مگر یہ عقیدہ ضرور ہوتا ہے کہ شرط نفع ہے۔ حالانکہ وصول الی اللہ کے لئے یہ نہ شرط ہے نہ علت (ہنس کر) فرمایا ہاں وصولی الی المبلغ (الی المال) کے لئے علت بھی ہے شرط بھی۔

پیچھے بیٹھنے سے اذیت ہوتی ہے:

(۳۲) حضرت والا سنت پڑھ رہے تھے ایک شخص آیا اور پیچھے بیٹھ گیا بعد فراغ حاضرین کو خطاب فرمایا کہ جو شخص تمہارے پیچھے بیٹھے تم بھی اٹھ کر اس کے پیچھے بیٹھ جاؤ۔ اس کو معلوم تو ہو کہ اس سے کس قدر تکلیف ہوتی ہے۔ رہا کسی کا یہ شبہ کہ وہ تم کو بزرگ سمجھتا ہے اس لئے پیچھے بیٹھ گیا۔ اس کا یہ جواب ہے کہ اس کی کیا دلیل ہے کہ میں اس کو بزرگ نہیں سمجھتا۔ ہر

مسلمان بزرگ ہے۔

صاحب حق اکیلا نہیں ہوتا:

(۳۳) فرمایا۔ تحریکات کے زمانہ میں دوستوں میں سے ایک شخص نے مجھ کو خط لکھا کہ تم بھی تحریک میں شامل ہو جاؤ ورنہ اکیلے رہ جاؤ گے۔ یہ مذاق ہے لوگوں کا اجی صاحب جو حق پر ہے اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ ہوتے ہیں وہ اکیلا نہیں ہوتا۔

ایک شخص کی مکاری:

(۳۴) حضرت والا نے ایک شخص کو کچھ نصیحت فرمائی اس نے کہنا شروع کیا کہ حضرت جی خطا ہوئی معاف کرو اور اپنے منہ پر طمانچے لگانے لگا اور بار بار یہی کہے جائے کہ معاف کرو۔ فرمایا خلق بند کرتا ہے کچھ نہیں بولنے دیتا۔ جب ذرا نصیحت کی کہنا شروع کر دیا کہ معاف کرو۔

پوری بات نہ کہنے سے شبہ:

(۳۵) فرمایا۔ بعض لوگ جو اتنا کہہ کر چپ ہو جاتے ہیں کہ تعویذ دے دو تو مجھ کو یہ شبہ ہو جاتا ہے کہ ان کا یہ عقیدہ نہ ہو کہ یہ بزرگ ہیں غیب جانتے ہیں (خود جان جائیں گے کہ کس بات کا تعویذ چاہیے) اسی واسطے پوری بات نہ کہنے کی وجہ دریافت کرتا ہوں۔ اور یہ بھی کہتا ہوں کہ بھائی پھر اتنا بھی نہ کہو کہ تعویذ دے دو اور یہاں آؤ بھی نہیں کیونکہ جو غیب جانتا ہے وہ صاحب قدرت بھی ہوتا ہے۔ تعویذ کو کہدیں گے چل تعویذ! وہ خود چلا جائے گا۔

دوسروں کا سلام پہنچانے کی ممانعت میں حکمت:

(۳۶) فرمایا- میں جو لوگوں کا سلام پہنچانے کو روکتا ہوں تو بعض نے کہا کہ یہ تو سنت ہے تو سنت سے کیوں روکا جاتا ہے میں جواب میں کہتا ہوں جس سنت سے فرض ترک ہوتا ہو اس سنت کو ترک کر دینا ضروری ہے۔ مثلاً کوئی شخص فرض پڑھ رہا ہو اور اس کو کوئی سلام کرے تو کیا وہ جواب دے گا اور مجھ کو معلوم ہے کہ یہ شخص سلام پہنچانے میں فرض کا تارک ہو رہا ہے کیونکہ اپنی اصلاح فرض ہے۔ ایسا شخص اس کا خیال نہیں کرتا۔ وہ سمجھتا ہے کہ میں نے بڑا کام کیا اور حق ادا کر دیا جو تقرب کے لئے کافی ہے پھر مجھ کو عمل و مجاہدہ کی کیا ضرورت ہے۔

حضرت حافظ شیرازیؒ صاحب کا کلام:

(۳۷) فرمایا- تاریخ سے معلوم ہوا کہ حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے عالم تھے۔ انہوں نے تفسیر کشاف پر حاشیہ بھی لکھا ہے اور علماء کی سی وضع بھی تھی۔ البتہ کلام رندانہ ہے اور یہ طریقہ بھی انہوں نے ہی ایجاد کیا ہے۔ پہلے نہ تھا کہ مسائل تصوف کو اس عنوان سے بیان کیا جاوے۔

مشورہ کی حقیقت:

(۳۸) ایک شخص نے کسی بات میں بذریعہ تحریر مشورہ دریافت کیا تھا فرمایا مشورہ دینا میرا معمول نہیں پھر فرمایا کہ لوگوں کو مشورہ کی حقیقت معلوم نہیں۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ اگر دو شقوں میں تردد (۱) ہو اور ہر شق میں مصالح و مفاسد (۲) جمع ہوں اور خود کسی شق کو ترجیح نہ دے سکے تو دونوں

۱- شک- ۲- بھلائیاں اور خرابیاں

شقوں کو اوزان کے منافع و مضار کو اور تردد وجہ کو پیش کر کے مشورہ طلب کرلے۔ اب لوگ نہ دونوں (۱) شق تحریر کرتے ہیں اور نہ شقوں کے منافع و مفاسد تحریر کرتے ہیں اور میں خالی الذہن ہوتا ہوں تو کیسے مشورہ دوں اور فی الواقع اس میں عقیدہ کا فساد ہے۔ بس یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ شخص جو کہدے گا وہی خیر ہو گا۔ تو ان کی نیت مشورہ کی ہوتی ہی نہیں۔ حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سید المعصومین تھے۔ آپ کو بھی حکم ہوا کہ مشورہ کرو تو ایسا علمی احاطہ آپ کو بھی حاصل نہ تھا اور اس وجہ سے اور بعض دفع آپ سے بھی رائے میں لغزش بھی ہو جاتی تھی۔ اسی لئے فرمایا تھا۔ انتم اعلیٰ بامور دنیا کم۔ تو اور کسی کی نسبت کیا بھروسہ ہے۔ کہ جو کچھ کہے گا وہی خیر ہو جائے گا۔

مریض الامت:

(۳۹) فرمایا۔ جونپور میں حفیظ نامی ایک شاعر تھے وہ یہاں آئے تھے۔ رندانہ صورت تھے۔ بیعت کی خواہش کی میں نے منظور کر کے جمعہ کا دن معین کردیا تو جو دن بیعت ہونے کا تھا اس دن بھی خوب داڑھی صاف کر کے آئے میں نے دل میں کہا بھلے آدمی یہ کیا کیا۔ اگر بڑھاتے نہیں تو گھٹاتے بھی نہیں۔ انہوں نے ازخود کہا۔ حضرت! آپ کو میری اس نالائق حرکت سے تعجب ہو گا مگر اس کا داعی یہ ہوا کہ میں مریض ہوں اس لئے میں نے اپنے آپ کو مرض کی اصلی صورت میں ظاہر کیا ہے کہ میں یہ ہوں اب آپ مجھ میں جو تصرف کریں گے قبول کروں گا۔ غرض وہ بیعت ہو گئے پھر انہوں نے اپنے ان حالات کی ایک کتاب لکھی جس کا نام رکھا الآن اس میں یہ بھی لکھا کہ ساری عمر ہم جس کو

۱۔ ٹکڑا

تہذیب سمجھتے رہے تھانہ بھون جا کر معلوم ہوا کہ وہ سراسر بے تہذیبی ہے۔ حقیقی تہذیب وہاں ہے اس کے بعد ایک دفعہ جونپور میں ملاقات ہوئی تو نہایت مقطع صورت عمدہ داڑھی میں نے پہچانا نہیں۔ لوگوں نے بتلایا کہ یہ حفیظ جونپوری ہیں۔

استفتاء کی واپسی:

(۴۰) فرمایا۔ ایک شخص نے فتویٰ بھیجا ہے اور لکھا ہے کہ کتب احناف سے جواب دیا جاوے۔ میں نے جواب میں لکھدیا ہے کہ مجیب پر یہ شبہ کیوں ہے کہ اور کتب سے جواب دے گا۔ اگر ہمارا اعتبار نہ ہو تو ہم سے مت پوچھو۔

ملاجیون کی حق گوئی:

(۴۱) فرمایا شاہجہاں بادشاہ کے وقت میں بعض دنیا پرست علماء نے حلق حریر کا فتویٰ دے دیا تھا۔ وجہ یہ بیان کی گئی کہ جنگ میں حریر جائز ہے۔ حالانکہ یہ دعویٰ بھی علی الاطلاق غلط ہے اور چونکہ بادشاہ ہر وقت عزم جنگ میں ہوتا ہے اور عزم قائم مقام فعل کے ہے اس لئے بادشاہ کے لئے درست ہے۔ مگر بادشاہ کو اطمینان نہ ہوا۔ ملا جیون صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس فتویٰ بھیجا انہوں نے کہا اس کا جواب جامع مسجد میں دوں گا۔ جمع کو ممبر پر کھڑے ہو کر اول وہ فتویٰ سنایا پھر فرمایا کہ مفتی و مستفتی ہر دو کافر اند (اس کافر میں تاویل بھی محتمل ہے) یہ سن کر بادشاہ کو بہت غصہ آیا اور سیاست شدیدہ کا ارادہ کر لیا عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ نے ملا جیون صاحب کو یہ خبر دی۔ فرمایا اچھا ہم بھی ہتھیار باندھتے ہیں۔ پانی لاؤ وضو کریں (کیونکہ وضو مومن کا ہتھیار ہے) عالمگیر

نے جا کر شاہجہاں سے کہا کہ وہ بھی تیار ہو رہے ہیں۔ وضو کر لیا ہے۔ تباہ ہو جاؤ گے اور ملک برباد ہو جاوے گا شاہجہاں ڈر گیا۔ اور کہا اب کیا تجویز کریں۔ کہا توبہ کرو اور ان کی خدمت میں ہدیہ بھیجو جو علامت ہے اعتقاد کی۔ چنانچہ خلعت اور کچھ اشرفیاں نذر کے لئے عالمگیر کے ساتھ بھیجیں۔ ملاں صاحب نے دریافت فرمایا کہ کیا ہے؟ کہا بادشاہ معذرت کرتے ہیں۔ فرمایا بہت اچھا پھر راضی ہو گئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ملک الموت کو دھول مارنے کا سبب:

(۴۲) فرمایا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ملک الموت کو جو دھول مارا (رواہ مسلم) اہل علم کا اس کی وجہ میں اختلاف ہے میں سمجھتا ہوں کہ پہچانا نہیں کیونکہ ملک الموت انسانی شکل میں آئے اور کہا کہ میں جان لینے آیا ہوں۔ مخالف جان کو دھول لگا دی۔ دوسری دفعہ جب پہچان گئے تو تسلیم کر لیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام بہت حسین تھے:

(۴۳) فرمایا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان میں گرہ تھی۔ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ باقی رہی یا بعد دعا کے زائل ہو گئی۔ دعاء یہ ہے وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّن لِّسَانِي يَفْقَهُوا قَوْلِي۔ بعض کا قول ہے کہ دعا کے بعد زائل ہو گئی تھی۔ بعض کہتے ہیں عقدہ زائل نہیں ہوا ہلکا ہو گیا وہ بھی قرآن ہی سے تمسک کرتے ہیں کہ فرعون نے کہا اَمْ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِيْ هُوَ مَهِيْنٌ وَلَا يَكَادُ يُبِيْنُ دوسری آیت ہے وَيَضِيْقُ صَدْرِيْ وَلَا يَنْطَلِقُ لِسَانِيْ الخ اور آیت عقدہ کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ دعا میں عقدہ نکرہ ہے خیر

اثبات میں جس سے عموم نہیں ہوتا۔ تو سب نہیں زائل ہوا کچھ باقی رہا۔ صرف اتنا زائل ہوا کہ مخاطب بات سمجھ سکتا تھا اور اس دعاء پر یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ عام اولیاء حق تعالیٰ کی رضا پر راضی رہتے ہیں تو موسیٰ علیہ السلام نے نبی ہو کر رضا کیوں نہ اختیار کی۔ جواب یہ ہے کہ چونکہ نبی تھے اور جانتے تھے کہ مجھے تبلیغ کا کام کرنا ہے تو اللہ تعالیٰ کی رضا اسی میں ہے کہ کچھ عقدہ زائل ہو جاوے۔ اس واسطے دعا میں يَفْقَهُوا قَوْلِي بڑھا یا یعنی اتنا عقدہ زائل ہو کہ مخاطب بات سمجھ سکے۔ کس قدر ادب کا لحاظ رکھا۔ کہ جتنی مقدار ضروری تھی اس سے زیادہ کا سوال نہیں فرمایا۔ پھر اگر کوئی یہ شبہ کرے کہ مخاطب جب بات سمجھ سکتے تھے تو حضرت ہارون علیہ السلام کے رسول ہونے کی دعاء کیوں کی؟ جواب یہ ہے کہ دعا کی وجہ بھی قرآن سے معلوم ہوتی ہے وہ یہ کہ یہ بھی میری تصدیق کریں۔ فَأَرْسِلْهُ مَعِيَ رِدْءًا يُصَدِّقُنِي تو اپنی تصدیق کرانی مقصود تھی۔ اس تصدیق سے طبعاً ہمت بڑھ جاتی ہے۔ چنانچہ مدرس دو قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ کہ تقریر کر دی طلبہ سمجھیں یا نہ سمجھیں ان کو کچھ پرواہ نہیں ہوتی روانی تقریر میں فرق آتا ہی نہیں اور ایک وہ کہ اگر طلبہ نہ سمجھیں تو ان کی تقریر میں روانی نہیں ہوتی۔ طبیعت میں تنگی آتی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام چونکہ طبیعت کے تیز تھے اور فرعون کا انکار دیکھ کر یہ خطرہ تھا کہ طبیعت میں روانی نہ آئے گی اور یہ مقصد تبلیغ کے منافی ہے۔ اس واسطے فرمایا کہ ہارون علیہ السلام رسول ہو کر تصدیق کریں گے تو طبیعت بڑھ جائے گی اور حق تبلیغ خود ادا ہو گا۔

اسی سلسلہ میں فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام نے شاہزادوں کی طرح پرورش پائی ہے۔ فرعون کے گھوڑے پر سوار ہوتے اسی کی طرح کپڑے پہنتے اور بہت خوبصورت تھے۔ اسی واسطے حضرت آسیہ اور خود فرعون دیکھ کر فریفتہ ہو گئے

القیت علیک محبتہ منی سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے ایک اہل علم نے عرض کیا کہ پھر فرعون نے قتل قبطی پر غصہ کیوں کیا؟ فرمایا آخر بادشاہ تھا اور اپنے قانون کا احترام رکھنا چاہتا تھا۔ دوسرے جب اپنے آپ کو خدا کہتا تھا تو اس کو اور بھی انصاف کرنا ضروری تھا۔ پھر فرمایا بعد القاء تجلی اور بھی زیادہ خوبصورت ہوگئے تھے اسی واسطے جس بزرگ میں موسوی نسبت ہوتی ہے۔ اس کی طرف دیکھنا مشکل ہو جاتا ہے۔ جیسے حضرت مدار صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے وہ اپنے منہ پر پردہ ڈالتے رہتے تھے تاکہ لوگوں کو تکلیف نہ ہو۔

لفظ القاء کے معنی:

(۴۴) فرمایا بعض لوگ شبہ کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام مغلوب الغضب تھے۔ کیونکہ توریت کی تختیاں غصہ میں پھینکدیں اس کا جواب یہ ہے کہ القاء اور قذف کے معنے ایک ہیں ایک مقدمہ تو یہ ہوا اور فاقذفیہ کے ساتھ ایک آیت میں فی التابوت آیا ہے اور ظاہر ہے کہ یہاں قذف کے معنی یہ نہیں ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے صندوق میں پھینکدیا تھا۔ دوسرا مقدمہ یہ ہوا۔ پس القاء کے معنی بھی پھینکنے ثابت نہیں بلکہ جلدی سے رکھ دینا مراد ہے۔ اور اسی سلسلہ میں فرمایا وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطَانًا کے معنی اقبال اور ہیبت ہیں۔ جیسے بعض بزرگوں کو اللہ تعالیٰ عنایت فرماتے ہیں کہ سلاطین تک ان سے مرعوب ہو جاتے ہیں۔

ایک من علم کے لئے دس من عقل کی ضرورت:

(۴۵) فرمایا ایک شخص کا پیٹ بہت بڑا تھا اس نے مجھ سے دریافت کیا کہ میں زیر ناف کے بال خود نہیں دور کر سکتا کیونکہ موقع نظر نہیں

آتا- استرہ لگ جاتا ہے- میں نے اس کو چونا اور ہرٹمال والی دوا بتلادی کہ اس سے صاف کر لیا کرو- اس نے بہت خوشی ظاہر کی اور کہا میں اول ایک مولوی صاحب کے پاس گیا تھا تو انہوں نے کہا استرہ سے بیوی سے صاف کرالیا کرو- فرمایا یکمن علم رادہ من عقل می باید- بھلا عورتیں استرہ کا استعمال کیا جانیں-

اسپرٹ کا حکم:

(۴۶) فرمایا اسپرٹ میں عام ابتلاء ہے اکثر رنگوں میں اور چلھوں میں اور بہت چیزوں میں استعمال ہوتا ہے اور خود اس میں بھی شبہ ہے کہ یہ اسپرٹ اشبر بہ اربعہ محرمہ سے حاصل کی جاتی ہے پھر اس میں بھی شبہ ہے کہ رنگوں میں ملایا جاتا ہے یا نہیں تو اس صورت میں شبہتہ الشبہ ہوا اسی واسطے جائز کہا جاتا ہے-

نماز جنازہ کی مزدوری لینا ناجائز ہے:

(۴۷) فرمایا- میں نے کانپور میں ایک جنازہ پڑھایا- تو ایک شخص نے فراغ کے بعد مجھ کو ایک روپیہ دیا اور کہا یہ آپ کی نذر ہے- میں نے کہا کہ آخر وجہ کیا ہے- ہم کئی دنوں سے یہاں قرنطینہ میں ہیں آج دیا پہلے نہ دیا یہ تو نماز جنازہ کی مزدوری معلوم ہوتی ہے- اس نے کہا ہے تو یہی- میں نے کہا بھائی نماز پر مزدوری کہاں جائز ہے-

دکاندار علماء کا مذاق:

(۴۸) فرمایا- کانپور میں ایک دفعہ وعظ کے بعد کسی نے مجھ کو روپیہ دیا- میں نے واپس کر دیا تو ایک مولوی صاحب نے فرمایا کہ مفت وعظ کہنے میں وعظ کی بے قدری ہے لے لینا چاہیے- میں نے کہا سبحان اللہ! وعظ فروخت کرنے میں تو بے قدری نہیں اور مفت کہنے میں بے قدری ہے یہ دوکاندار علماء

کا مذاق ہے۔

حضرت گنج مراد آبادیؒ سے پہلی ملاقات کا حال:

(۴۹) حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ (گنج مراد آبادی) کو اللہ تعالیٰ نے ایک شان عطاء فرمائی تھی۔ میں ان کی خدمت میں دو دفعہ حاضر ہوا ہوں۔ ایک دفعہ تو لتاڑا گیا۔ کیونکہ رات کو عشاء کے بعد پہنچا تھا اور یہ کام خلاف سنت کیا۔ غرض اسباب ایک جگہ رکھ کر حجرہ کے دروازہ پر حاضر ہوا۔ خادم نے اطلاع کی تو بلایا۔ فرمایا کون ہو کہاں سے آئے ہو کیوں آئے ہو۔ میں نے دل میں کہا۔ اللہ خیر کرے تین سوال ایک دم سے کر ڈالے۔ میں نے کہا طالب علم ہوں کانپور سے آیا ہوں زیارت کے لئے آیا ہوں۔ فرمایا یہ زیارت کا وقت ہے تم کو خدا کا خوف نہ آیا تم کو زمین نہ نگل گئی کہ اس وقت آئے سویرے آتے تو ہم قرض دام کر کے کھانے کا انتظام کرتے۔ اب بتلاؤ کھانا کہاں سے لائیں۔ اچھا تمہارے پاس کچھ پیسے ہیں۔ میں نے عرض کیا ہیں۔ فرمایا بس بازار سے کچھ کھا لو اور صبح کو چلے جاؤ۔ میں فرودگاہ پر آگیا۔ پھر ایک آدمی بھیجا کہ بلا لاؤ میں گیا اور ایک چٹائی پر بیٹھ گیا فرمایا یہاں آجاؤ تخت پر بیٹھ جاؤ۔ پھر خادم سے پکار کر کہا ہماری لڑکی کے گھر سے کھانا لاؤ (معلوم ہوا کہ مولانا کے گھر کھانا بچا نہ تھا) وہ لایا اس طرح سے کہ پیالہ میں دال اور اس پر روٹی۔ فرمایا کیسا بیہودہ ہے۔ مہمان کے لئے کھانا اس طرح لایا کرتے ہیں۔ اس نے کہا دوسرا برتن نہیں ہے۔ فرمایا جھوٹ بولتا ہے طاق میں برتن تو رکھا ہے۔ (مولانا کی کشفی حالت بہت بڑھی ہوئی تھی) وہ برتن لایا پھر مجھے فرمایا کھانا کیا ہے؟ میں نے کہا ارہر کی دال گیہوں کی روٹی۔ فرمایا خدا کی بڑی نعمت ہے۔ پھر فرمایا بیر کھاؤ گے۔ میں نے کہا تبرک ہے۔ پیوندی بیر لائے یہ بھی فرمایا۔ تم نے مولوی

محمد یعقوب سے پڑھا ہے وہ بہت اچھے آدمی تھے (یہ سب کچھ کشف تھا ورنہ یہ میری پہلی ملاقات تھی میں نے یہ حالات بھی بیان نہیں کئے تھے) پھر صبح کو ایک معزز اور وضع دار آدمی سے فرمایا کہ کب جاؤ گے انہوں نے کہا جمعہ پڑھ کر۔ فرمایا جمعہ پڑھ کر کیا ہو گا ابھی چلے جاؤ۔ انہوں نے کہا میں تو نہیں جاتا۔ بس اس کو پکڑ کر ڈھکیلنا شروع کیا۔ میں نے دل میں کہا السعید من وعظ بغرہ (۱) کہیں میرے ساتھ بھی ایسا ہی کریں۔ میں نے کہا میں جاتا ہوں، فرمایا اچھا میں چلا تو مولانا بھی میرے ساتھ چل پڑے، جگہ جگہ پوچھتے تھے کہ کہاں ٹھہرے ہو حتی کہ اس مکان تک پہنچے جہاں میرا سامان تھا۔ پوچھا میں نے کہا یہاں ٹھہرا ہوں۔ سواری کہاں ہے؟ میں نے کہا، سواری حاضر ہے۔ اس وقت رخصت کر کے واپس تشریف لے گئے۔ بالکل بچوں کی طرح بے تکلف طبیعت تھی گویا مجذوب تھے۔ مجھ کو مولوی محمد علی صاحب (مونگیری) کی بات بہت پسند آئی (یہ بزرگ حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے) کانپور میں فرمایا تھا کہ لوگ مولانا پر بدمزاجی کا اعتراض کرتے ہیں یہ نہیں جانتے کہ فطرۃً طبائع میں ضرور اختلاف ہوتا ہے۔ ایسی حالت میں نبوت یا ولایت عطاء ہو جاتی ہے تو اس سے وہ فطرت کا تقاضا تو باقی رہتا ہے وہ نہیں بدلتا۔

مولانا رومیؒ و جامیؒ کے اقوال کی تاویل کا سبب:

(۵۰) فرمایا۔ ایک نیم غیر مقلد نے مجھ سے کہا کہ مولانا رومی و جامی و شیرازی کے اقوال کی تاویل کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ ان کے ظاہری الفاظ پر حکم کیوں نہیں لگا دیا جاتا۔ میں نے کہا وہ ضرورت ایک حدیث سے

۱۔ سعادت مند وہ ہے جو دوسرے سے نصیحت حاصل کرے۔

ثابت ہے۔ کہنے لگے کونسی حدیث میں ضرورت آئی ہے۔ میں نے کہا کہ حدیث میں ہے کہ دو جنازے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے گذرے اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے ایک کی مدح کی ایک کی مذمت آپ نے دونوں پر فرمایا قدو جبت (۱) آگے وجبت کی تفسیر جنت اور نار سے اور اس کی وجہ یہ فرمائی کہ اَنْتُمْ شُہَدَاءُ اللہِ فِی الْاَرْضِ (۲) اتنا تو حدیث سے ثابت ہے۔ اب آپ چل کر جامع مسجد کے دروازہ پر کھڑے ہو کر ان بزرگوں کی نسبت دریافت کریں تو ہر شخص ان کا بزرگ ہونا بیان کرے گا۔ تو اس حدیث سے ثابت ہو گیا کہ یہ اولیاء ہیں یہی وجہ ہے کہ ان کے قول کی توجیہ کرتے ہیں۔

بدعتی کی قسمیں:

(۵۱) فرمایا۔ بدعتی دو قسم کے ہوتے ہیں ایک مخلص یعنی باعتبار نیت کے نہ کہ باعتبار اعتقاد کے دوسرے معاند (۳) و بددین اسی طرح غیر مقلد دو قسم پر ہیں مخلص بالمعنی المذکور و بددین۔

لوگوں کی تین قسمیں:

(۵۲) فرمایا لوگ تین قسم کے ہیں ایک کامل العقل دوسرے ناقص العقل۔ تیسرے فاقد العقل۔ پہلا شخص مکلف کامل ہے۔ دوسرا مکلف ناقص اور اسی کے تحت میں وہ شخص داخل ہے جس نے اپنے لڑکوں کو وصیت کی تھی کہ مجھ کو جلا کر راکھ کر کے اڑا دینا اور یہ بھی کہا تھا۔ لئن قدر اللہ علی الخ تیسری قسم مکلف ہی نہیں۔

۱۔ واجب ہو چکی ہے۔ ۲۔ تم زمین پر اللہ تعالیٰ کے گواہ ہو۔ ۳۔ دشمن

اللہ تعالیٰ کو بصورت نقطہ تصور کرنا جائز نہیں:

(۵۳) فرمایا۔ ایک فلسفی مزاج شخص نے مجھ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کو کسی صورت میں تصور کرنا تو ضروری ہے تو سب سے سہل یہ ہے کہ نقطہ کی شکل میں تصور کریں کہ اس کا استحضار بھی خوب ہو سکتا ہے۔ میں نے کہا ہم اس کے بھی مکلف ہیں کہ اس کو ایسا تصور کریں جس میں عظمت ملحوظ ہو اور بصورت نقطہ تصور کرنے سے عظمت ملحوظ نہیں ہوتی۔ لہذا بصورت نقطہ تصور کرنا جائز نہیں۔

قبر کی مقدار:

(۵۴) آج زوجہ محمد علی صاحب (برادر زادہ حضرت والا مدظلہم کا طاعون میں انتقال ہوا قبرستان گئے) فرمایا قبر کی مقدار میں فقہاء کے تین قول ہیں نصف قد اور صدر تک اور پورا قد اور حفرہ اس کے علاوہ ہو گا۔ کیونکہ وہ قبر نہیں (پھر فرمایا) صدر تک بہتر ہے کیونکہ زیادہ ہونے میں میت کو رکھتے وقت ذرا تکلیف ہوتی ہے۔ پہلے لوگ قوی ہوتے تھے۔ ان کو تکلیف نہ ہوتی تھی۔ اس لئے پورے قامت کو احسن کہا گیا ہے (پھر باآواز بلند فرمایا) قبر کا گہراؤ دو ہاتھ ہو اور حفرہ کا ایک ہاتھ اور مردہ کو دیوار قبر کا سہارا دیکر قبلہ کی طرف کر دیا جاوے۔

مجلس عام میں سلام کا حکم:

(۵۵) (بجواب ایک سوال کے) فرمایا میں مجلس عام میں کسی شغل میں بھی ہوں ایسے وقت سلام کرنا جائز ہے اور یہ (یعنی تحریر جواب خطوط) تو کچھ ایسا شغل بھی نہیں اس میں تو خود بھی بولتا ہوں اس لئے اس میں سلام کرنا درست ہے۔

کسی کے کہنے پر فتویٰ لگانا جائز نہیں:

(۵۶) ایک شخص نے کہا فلاں شخص کا یہ فاسد عقیدہ ہے اور وہ یوں کہتا ہے فرمایا۔ جس شخص کا یہ عقیدہ ہو اس سے لکھوا کر لاؤ (پھر فرمایا) کہ میں اہل علم کو متنبہ کرتا ہوں کہ فتویٰ میں یہ طریق اختیار کریں کہ کسی کے کہنے سے دوسرے پر فتویٰ نہ لگائیں۔ اس طرح سے کسی پر کفر کا فتویٰ نہ دیں۔

استاد کا ادب:

(۵۷) فرمایا۔ استاد کا ادب کرنے سے بڑی برکت ہوتی ہے میں نے دیوبند میں وعظ میں طلباء کو اس کی کمی پر متنبہ کیا تھا۔ پھر میں نے خود ہی اس پر شبہ کیا کہ اگر تم کہو کہ ہم تو حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بہت ادب کرتے ہیں۔ تو جواب یہ ہے کہ تمہارا یہ ادب ان کے استاد ہونے کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ بزرگ ہونے کی وجہ سے ہے ورنہ استاد اور بھی تو ہیں لوگ عام طور پر بزرگوں کا ادب اس وجہ سے کرتے ہیں کہ ان کے ناراض ہونے سے نقصان ہو گا۔ میں نے اصلاح انقلاب میں ثابت کیا ہے کہ سب سے مقدم والدین کا حق ہے بعد میں استاد کا اس کے بعد پیر۔ لوگ الٹا کرتے ہیں سب سے زیادہ پیر کا حق جانتے ہیں اس کے بعد استاد کا پھر باپ کا اور اب تو باپ لوگوں کے نزدیک نرا باپ ہی ہے۔

مولوی عبدالرب صاحب دہلویؒ کی ذہانت:

(۵۸) فرمایا ایک شخص نے دہلی میں اپنی عورت کو طلاق دی ایک غیر مقلد مولوی نے فتویٰ دیا کہ طلاق نہیں ہوئی اور دلیل یہ بیان کی کہ دینے والے نے طلاق (ط) سے نہیں کہا تلاق (ت) سے کہا ہے لہذا طلاق واقع نہیں

ہوئی۔ اہل علم اسے سمجھاتے ہیں مگر وہ مانتا ہی نہیں۔ مولوی عبدالرب صاحب بھی باوجود عالم نہ ہونے کے انہوں نے فرمایا کہ بھئی اگر یہ بات ہے تو سرے سے یہ نکاح بھی نہیں ہوا تھا۔ کیونکہ نکاح کے وقت اس نے نکاح حائے حطی سے نہیں کہا نکاہ ہائے ہوز سے کہا تھا۔ پھر بھی وہی مطلوب حاصل ہے جو طلاق دینے سے حاصل ہے۔ یعنی وجوب افتراق (فرمایا) مولوی عبدالرب صاحب گو عالم نہ تھے مگر ذہین بہت تھے۔ ایک اور واقعہ میں بھی میں نے ایسی ہی عجیب بات سنی تھی۔ میں کم عمر تھا مسجد رڑکی میں مولوی عبدالرب صاحب سے ایک شخص نے سوال کیا کہ حضرت علی اور حضرت معاویہ میں سے کون حق پر تھے فرمایا کہ حضرت علی لیکن حضرت معاویہ کی اجتہادی غلطی تھی۔ اس نے کہا گو اجتہادی غلطی ہو مگر بڑے آدمی کو تھوڑی غلطی پر بھی بہت ملامت کی جاتی ہے وہ تو بڑی سزا کے مستحق ہوئے۔ فوراً جواب دیا اور یہ جواب نہایت عمدہ ہے کہا کیا یہ تھوڑی سزا ہے کہ ہم جیسے گنہگار گندہ نالائق اتنے بڑے آدمی کو یہ کہہ دے کہ انہوں نے غلطی کی۔ کیا یہ ان کے واسطے تھوڑی سزا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اپنے خاندان سے خطاب:

(۵۹) فرمایا حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب خلیفہ ہوئے تو اپنے سب خاندان کو جمع کیا اور فرمایا کہ پہلے تم عمر کے خاندان کے کہلاتے تھے اب خلیفہ کے خاندان کے سمجھے جاؤ گے اس واسطے اگر اب تم نے کوئی غلطی کی تو اوروں سے دونی سزا دوں گا۔

فرمایا یہ قرآن سے ثابت ہے۔ ازواج مطہرات کے باب میں ارشاد ہے یُضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ اس میں ازواج مطہرات کی فضیلت کا بھی ثبوت ہے کہ تمہاری عظمت کی وجہ سے تم کو سزا بھی زیادہ ملے گی۔ آگے

دوسرے جملے سے بھی عظمت معلوم ہوتی ہے۔ وَكَانَ ذَٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيرًا مطلب یہ ہے کہ گو تم بہت بلند مرتبہ ہو کہ تمہاری سزا کا تصور بھی مشکل ہے مگر اللہ تعالیٰ اس پر بھی قادر ہیں وَمَنْ يَأْتِ مِنكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت ظاہر ہوتی ہے کیونکہ یہاں فاحشہ سے مراد یقیناً بدکاری نہیں ہے۔ حضرات انبیاء علیہم السلام کی ازواج میں اس کا احتمال بھی نہیں لقولہ تعالیٰ الطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِينَ الآیہ بلکہ ایذا دینا ہے جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو تو گویا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء دینا ایسا برا ہے کہ اس کے لئے وہ لفظ ذکر کیا جو بدکاری کے لئے اختیار کیا جاتا ہے۔ تو اس میں حضرت کی شان اور عظمت کا پتہ لگا اور مبینہ بمعنی متبینہ ہے باب تفعیل کبھی معنی میں تفعل کے آجاتا ہے مگر صیغہ تفعیل کا اختیار کرنا جو مفعول بہ کو مقتضی ہے یعنی مبینۃ نفسہا اس میں مبالغہ ہے جس سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کا اظہار فرمایا ہے کہ حضرت کا ایذا دینا ایسا برا فعل ہے کہ وہ اپنی برائی کو خود ظاہر کر رہا ہے۔ اس کے ظاہر کرنے کے لئے خود کافی ہے جیسے کہتے ہیں "آفتاب آمد دلیل آفتاب"

حضرات اساتذہ کی برکت:

(۶۰) فرمایا۔ مولوی عبدالحی صاحبؒ حیدرآباد سے آئے ہیں (یہ مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری کے پوتے ہیں وہاں عربی کے پروفیسر ہیں) میں نے ایک بار ان سے ذکر کیا کہ میں نے صرف درسی کتابیں دیکھی ہیں اور کتابیں نہیں دیکھیں الا بعض مقامات بضرورت وقتیہ۔ تو انہوں نے تعجب سے کہا کہ میں سمجھتا تھا کہ کم از کم ہزار کتابیں تو ضرور دیکھی ہوں گی اھ یہ سب حضرات اساتذہ کی برکت ہے کہ ضروری چیزیں کان میں اتنی پڑ گئیں۔ جس

سے وسعت مطالعہ کا شبہ ہو جاتا ہے (پھر فرمایا) کہ میرا حافظہ طالب علمی میں تو اچھا تھا پھر اچھا نہیں رہا۔ اسی واسطے زیادہ کتابوں کا مطالعہ نہیں کیا کہ جب یاد نہ رہے گا تو مطالعہ سے کیا فائدہ۔

کھڑے ہونے سے آزادی فوت ہو جاتی ہے:

(۶۱) ایک صاحب مولانا کے تشریف لانے پر کھڑے ہو گئے فرمایا۔ بھائی کھڑے ہونے سے تقاضا ہوتا ہے کہ جلد جاؤں تا کہ دوسرے کو تکلیف نہ ہو۔ آزادی فوت ہوتی ہے اسی واسطے کھڑا ہونا اچھا نہیں۔ ہمارے استاد حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے لئے کھڑے ہونے سے منع کر رکھا تھا۔

جلسہ مؤتمر الانصار میرٹھ میں خطاب:

(۶۲) فرمایا میں نے میرٹھ میں مؤتمر الانصار کے جلسہ میں کہا تھا کہ تم اگر علماء کو اپنا محتاج سمجھتے ہو تو ان کو دینا بند کر دو۔ جلسہ کر کے سب لوگ اتفاق کر کے اپنی امداد روک لو الحمدللہ ہم کو کچھ پرواہ نہیں ہم میں سے کچھ چانول کی دوکان کر لیں گے کچھ آٹا دال کی کچھ اور چیزوں کی مگر اس حالت میں تم اپنی اور اپنی اولاد کی فکر کرو پچاس سال بعد تمہاری اولاد کا کیا حشر ہو گا۔ کچھ یہودی ہو گی کچھ نصرانی کچھ آریہ معاذ اللہ۔ کیونکہ ان آفات سے مانع تعلیم ہے اور اس صورت میں علماء تعلیم کے لئے فارغ نہ ہوں گے۔

اصلاح کی ایک صورت:

(۶۳) فرمایا۔ نواب وقار الملک نے علی گڑھ کالج میں وعظ کہنے کی درخواست کی۔ میں نے وہاں یہ بیان کیا کہ صاحبو! تم سارا قصور علماء ہی کا بیان

کرتے ہو۔ تمہارا بھی تو کچھ فرض ہے جیسا ہدایت کرنا ان کا فرض ہے ویسا ہی ہدایت طلب کرنا تمہارا بھی تو فرض ہے تم نے اپنے فرض کے ترک پر کبھی اپنے آپ کو ملامت نہیں کی۔ باقی یہ کہ علماء خود یہاں آکر تم کو سمجھا دیں تو یہ ان پر فرض نہیں محض مستحب ہے اور مستحب کے ترک پر ملامت جائز نہیں ہے۔ خصوصاً جب اس مستحب پر عمل کرنے سے مفاسد پیدا ہوں تو اس مستحب کو چھوڑ دینا چاہیے اور وہ مفاسد یہ ہیں کہ خود علماء میں اکثر اتنی وسعت نہیں کہ اپنے مصارف سے سفر کریں آخر چندہ کریں گے اور چندہ میں تمہاری طرف سے نفس پروری اور غبن وغیرہ کا وہ الزام ہو گا جو اصل مقصود کے لئے بے حد مضر ہے۔ اس واسطے اب میں اصلاح کی ایک صورت یہ پیش کرتا ہوں وہ یہ کہ آپ کسی مولوی صاحب کو تیسرے درجہ کا کرایہ دے کر یہاں بلا کر وعظ کہلایا کریں سستا مولوی بھی انشاء اللہ تعالیٰ مل جاوے گا۔ اور دوسرا التزام یہ کریں کہ جب کوئی شبہ پیدا ہو اس کو نوٹ کرتے رہو۔ اتوار کو اس کی تفصیل کر لو پھر وہ مسودہ ہمارے پاس بھیج دیا کرو یا اس سے زیادہ سہل یہ ہے کہ مسجد میں ایک رجسٹر رکھ دو اور جس وقت جو شبہ ذہن میں پیدا ہو اس میں درج کر دیا کرو جب معتد بہ ذخیرہ ہو جاوے تب وہ رجسٹر ہمارے پاس بھیجدو ہم فرصت کے وقت میں سب کا جواب دے دیں گے اور جواب کا طریقہ یہ ہو گا کہ ایک ایک سوال کا جواب نہ دیں گے نہ جلدی جواب دیں گے بلکہ جب معتد بہ ذخیرہ ہو جائے گا اس کے لئے مستقل وقت نکال کر کتابی شکل میں لکھیں گے اور ان جوابوں کے مبادی و مبانی کو جوابوں سے پہلے اصول موضوعہ کی شکل میں مرتب کریں گے جن سے جواب میں امداد ملے گی جیسا اقلیدس میں ہے پھر اس کتاب کی اشاعت کا اہتمام کریں گے جس سے نفع عام ہو اور اس سلسلہ میں یہ بھی کہا کہ افسوس

سول سرجن کے پاس تو خود جاؤ اور اس کی قدرومنزلت کرو ان پر یہ اعتراض نہیں کرتے کہ ہمارے گھر آ کر ہمارے علاج کیوں نہیں کرتے اور علماء پر اعتراض کرتے ہو۔

علماء میں اختلاف کا سبب:

(۶۴) ایک صاحب نے عرض کیا کہ علماء ایک ہی قسم کی کتابیں پڑھتے ہیں۔ جن میں سنت و بدعت کے اصول متفق علیہ مذکور ہیں پھر سنت و بدعت کی فروع میں کیوں اختلاف کرتے ہیں) فرمایا دو باتیں وجہ اختلاف کی ہوتی ہیں ایک یہ کہ ایک عمل میں اس پر تو اتفاق ہے کہ وہ عمل ایک عامل کی نیت سے سنت ہے دوسری نیت سے بدعت ہے مگر اختلاف اس میں ہو جاتا ہے کہ عوام کی نیت کیسی ہوتی ہے۔ دوسری بناء یہ ہے کہ مباح اور مندوب کو مفاسد عارضہ کی وجہ سے آیا مفاسد کو ترک کرنا چاہیے اور نفس عمل کو کرنا جائز ہے جیسا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور صوفیہ فرماتے ہیں یا خود نفس عمل ہی کو ترک کر دیا جاوے جیسا کہ حنفیہ کی رائے ہے پس یہ وجوہ ہیں اختلاف کے اس میں تو کچھ ملامت نہیں۔ باقی اس سے آگے جو بڑھیں وہ معاندین ہیں۔

نسبت موسوی اور نسبت ابراھیمی کا مفہوم:

(۶۵) (ایک صاحب نے عرض کیا کہ اس کا کیا مطلب ہے کہ فلاں بزرگ کی موسوی نسبت ہے اور فلاں کی ابراہیمی نسبت ہے)

فرمایا وہ سب نسبتیں ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ہیں۔ آپ میں سب انبیاء کے کمالات جمع تھے ان ہی کے کمالات کے یہ القاب ہیں اور وہ کمالات ہیں سب حضور ہی کے، پس ان صفات کمال میں سے جس صفت کا کسی بزرگ پر غلبہ ہوا تو اسی کی طرف اسی لقب سے وہ منسوب کر دیئے گئے ورنہ حقیقت میں

وہ سب حضور ہی کی نسبتیں ہیں۔

ذکر اور تذکیر میں فرق:

(۶۶) فرمایا۔ قرآن مجید میں خطبہ کو ذکر اللہ سے تعبیر کیا گیا ہے اور قرآن مجید کو ذکر ہی سے بھی تعبیر کیا گیا ہے جو بمعنے تذکیر ہے اور ذکر اور تذکیر میں فرق ہے۔ اول میں افہام مقصود نہیں ہے ثانی میں افہام مقصود ہے پس جب قرآن جو تذکیر کے لئے ہے نماز میں اردو میں نہیں پڑھا جاتا تو خطبہ کو جو کہ محض ذکر ہے وہ اردو میں کیوں ہو بلکہ جس طرح منقول ہے عربی ہی میں ہونا چاہیے۔ دوسرے حضرات صحابہ نے بہت فتوحات کئے مگر کسی ملک میں جا کر ان لوگوں کی زبان میں خطبہ نہیں پڑھا بلکہ سب عربی ہی زبان میں پڑھا حالانکہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فارس کے، بلال حبش کے اور صہیب روم کے موجود تھے مگر ان سے خطبہ نہیں پڑھوایا۔

دعوت طلباء کا ایک ضابطہ:

(۶۷) ایک شخص نے عرض کیا کہ آج میرے گھر طلبہ کی دعوت ہے ان کو بھیجدیجئے) فرمایا یہ کہیں نہیں جاتے اگر تم کو کھلانا ہوتا تو یہیں آتے اور میں ان کو کسی کے گھر نہیں جانے دیتا خود میری بھائی کے یہاں شادی تھی اور انہوں نے گھر بلا کر کھلانے کو کہا (اور ماشاء اللہ عقلمند ہیں بہت تعظیم سے کھلاتے) مگر میں نے اجازت نہیں دی اور بھائی سے کہا کہ اگر آج تمہارے گھر جاویں گے تو کل دوسرا شخص بھی تقاضا کرے گا۔ وہ شخص کچھ دیر بعد بولا کہ اچھا میں یہاں لے آوں ایک شخص سے فرمایا کہ ان کو سمجھا دو کہ تم مجبوری سے کہہ رہے ہو ورنہ جی تو تمہارا یہی چاہتا ہے کہ گھر چلیں اور جس دعوت میں مجبوری ہو

وہ بھی قبول نہیں کی جاتی۔ رمضان کے بعد اگر تم نے اسی طریقہ سے کہا تو منظور کرلیں گے۔ (یہ رمضان کا زمانہ تھا)

لوگ طلباء کو ذلیل سمجھتے ہیں:

(۶۸) فرمایا۔ طلبہ کو لوگ ذلیل سمجھتے ہیں۔ اس واسطے میں ان کو کسی کے گھر جانے نہیں دیتا مگر معلوم نہیں ان میں اس کے علاوہ اور کیا عیب ہے کہ یہ اللہ کی راہ میں لگ رہے ہیں اور یہ آیت پڑھی مَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ

تعبیر خواب پر ایک شعر:

(۶۹) فرمایا میرے قلب میں خواب کا کوئی زیادہ اثر نہیں ہے میں اکثر تعبیر پوچھنے والوں کو یہ شعر لکھ دیتا ہوں

نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم
چو غلام آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم

اصدق الرویاء کے خطبے میں میں نے خوابوں کے متعلق ایک مفید مضمون لکھا ہے جو دیکھنے کے قابل ہے۔

تذکر کے لئے قرآن آسان ہے:

(۷۰) فرمایا وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ کا مطلب یہ ہے کہ تذکر کے لئے قرآن آسان ہے باقی استنباط احکام کا سو یہ بہت مشکل ہے عوام کیا سمجھتے عوام تو اخبار و حکایات کی کنہ بھی نہیں سمجھ سکتے چنانچہ ارشاد ہے وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِالْخَوْفِ اِلٰى قَوْلِهٖ تَعَالٰى لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ

يَسْتَنْبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ (الخ) (۱) تو اس کو وہ حضرات پہچان لیتے ہیں جو ان میں اس کی تحقیق کرلیا کرتے ہیں۔

تکبر کی ملامت میں مزا زیادہ ہے:

(۱۷) فرمایا تملق کی بدنامی سے تکبر کی ملامت میں زیادہ مزا آتا ہے یہ علامت لذیذ ہے اس سے متکبرین کا تو تکبر ٹوٹتا ہے۔

دعا اور رضائے حق:

(۲۷) حضرت کی خدمت میں ایک خط آیا جس کا مضمون یہ تھا کہ دعاء چونکہ رضاء حق کے خلاف معلوم ہوتی ہے اس واسطے کرنے کو طبیعت نہیں چاہتی فرمایا۔ میں نے جواب لکھا ہے کہ یہ بات نہیں بلکہ چونکہ دعا طاعت ہے اور طاعت مامور بہ ہے اور طاعت کے لوازم سے ہے رضائے حق اس لئے یہ بھی رضائے حق ہے (ایک اہل علم نے عرض کیا کہ بعض بزرگوں سے جو منقول ہے کہ مصیبت میں بھی دعاء نہیں کی) فرمایا بعض بزرگوں پر بعض حالات کا غلبہ ہوتا ہے اور اس حالت کا یہی مقتضا ہے کہ دعاء نہ کریں اور اس کی تحقیق یہ ہے کہ انسان میں دو چیزیں ہیں۔ ایک عقل دوسری طبیعت عقل کا تقاضا تو یہ ہے کہ ہر حالت میں خوش رہے اور طبیعت کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ تکلیف کو دور کیا جاوے۔ تو حق تعالیٰ نے ہماری طبیعت کی رعایت فرمائی اور اجازت دے دی کہ تم دعاء کرو تو دعاء بھی مامور بہ ہو گئی۔ اور عقل کا مقتضاء یہ ہے کہ اگر دعاء قبول نہ ہو تو اس میں بھی خوش رہے تو دعا اور رضا اس طرح جمع ہو گئیں۔ (فرمایا) ایک اور چیز ہے وہ اس سے بھی زیادہ دقیق ہے اور کام کی ہے وہ یہ کہ حق تعالیٰ

۱۔ اور جب ان لوگوں کو کسی امر کی خبر پہنچتی ہے خواہ امن ہو یا خوف

کی تجلیات مختلف ہوتی ہیں کسی تجلی کا مقتضا یہ ہوتا ہے کہ دعاء نہ کرنا چاہیے اس وقت عارف دعا نہیں کرتا اور کسی تجلی کا مقتضا یہ ہوتا ہے کہ دعا کرنا چاہیے اس وقت عارف دعا کرتا ہے۔ اور اس کی معرفت انبیاء کرام اور اولیاء کاملین کو ہوتی ہے۔ انبیاء کو قطعاً اولیاء کو ظناً وہ اس پر عمل کرتے ہیں دوسروں کی یہ شان نہیں۔ گویا وہ بادشاہ کے مزاج شناس ہیں جیسا کہ بادشاہ اپنے وزراء اور خواص سے کہتا ہے کہ جب دیکھو کہ میں خوش ہوں تو سلام کرو اور اگر ہم کو غصہ میں دیکھو تو خبردار مت سلام کرو۔ تو مزاج شناس حاضر دربار ہو کر کبھی سلام کرے گا اور کبھی خاموش رہے گا اور عوام کے لئے ضوابط ہوتے ہیں۔ ان ضوابط میں حاضری کے وقت کا سلام بھی ہے وہ ضابطہ کی پابندی کریں گے۔ ان سے حکومت کا تعلق اور ہے اور اہل ذوق کے نزدیک اسی بناء پر صلوۃ کسوف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد رکوع فرمائے ایک شان کا تقاضا ہوا کہ رکوع کرو رکوع کیا۔ دوسری شان کا تقاضا ہوا کہ قیام کرو حضور نے اس وقت قیام فرمایا پھر اسی طرح کئی بار یہی مختلف تقاضے ہوئے اور چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی بار ایسا ہی کیا اور باقی لوگوں کو ضابطہ کی نماز کا حکم ہے۔ یہ تقریر جناب مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کی تھی۔

شافی و کافی جواب:

(۳۷) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضور والا کا جواب جو خط میں جاتا ہے۔ بہت مختصر ہوتا ہے مگر کافی ہوتی ہے فرمایا۔ ہاں مگر لوگ چاہ چاہتے ہیں کہ بڑا پیالہ بھرا ہو۔

خط پر دستخط کرنا ضروری نہیں:

(۷۴) (ایک شخص نے لکھا کہ آپ اپنے خط میں دستخط نہیں کرتے) فرمایا اگر تم میرے دستخط پہچانتے ہو تو یہ سارا خط میرا ہی لکھا ہوا ہے اس کو کیوں نہیں پہچانتے اور اگر نہیں پہچانتے تو نام لکھنے کی صورت میں بھی تم کو کیا پتہ ہو گا کہ یہ کس کا لکھا ہوا ہے۔

بعض مواقع میں سلام ممنوع ہے:

(۷۵) فرمایا فقہاء نے سلام کو بعض مواقع میں مکروہ کہا ہے۔ معصیت میں، جیسے شطرنج کے کھیل وغیرہ میں۔ نجاست میں، جیسے بول و براز میں۔ طاعت میں جیسے نماز و تلاوت قرآن شریف وغیرہ میں، مشغولیٔ حاجات میں جیسے کھانا کھانے یا پانی پینے میں اور اس کی وجہ مجھ کو معلوم نہ تھی کہ طعام وغیرہ کے وقت سلام کیوں منع ہے اور کلام اس وقت منع نہیں۔ تو اس کی وجہ کا وجدان سے پتہ چلا کہ کلام کا جواب دینا فوراً باقتضائے طبع ضروری نہیں۔ جب فرصت ہوتی ہے جواب دے دیا جاتا ہے اور سلام کا جواب طبعی تقاضا سے فوراً دینا ہوتا ہے اور بعض اوقات طعام میں فوراً جواب دینے سے تکلیف کا اندیشہ ہوتا ہے کہ شاید گلے میں لقمہ اٹک جائے۔ اس لئے سلام منع ہوا۔ اور طاعت کی حالت میں وہ وجہ جس کو حضرت یافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص مشغول مع اللہ کو اپنی طرف مشغول کرے اور کہ المقت فی الوقت یعنی اس پر فوراً وبال پڑتا ہے اس لئے ایسے وقت بھی سلام نہ کیا جاوے جب کوئی ذکر وغیرہ میں مشغول ہو۔

روحانی آرام:

(۷۶) فرمایا۔ بہت دفعہ ایسا ہوا ہے کہ لوگوں نے محبت سے سیکنڈ

کے درجہ میں بٹھا دیا ہے مگر پھر سیکنڈ سے تیسرے درجہ میں آ گیا کیونکہ اپنے لوگوں کے پاس روحانی آرام ملتا ہے۔

اجازت وظیفہ لینے میں فساد عقیدہ:

(۷۷) فرمایا۔ اکثر لوگ جو وظائف کی اجازت لیتے ہیں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں عقیدہ کا فساد ہے۔ یوں سمجھتے ہیں کہ اس میں صاحب اجازت کا تصرف شامل ہو جاتا ہے۔ ایک شخص نے تاویل کی کہ اجازت سے برکت مقصود ہے۔ میں نے کہا کہ اجازت کی برکت تو منصوص بھی نہیں اور دعاء کی برکت منصوص ہے لیکن اگر دعاء کر دی جاوے کہ اللہ تعالیٰ برکت دے تو دل کو ٹٹول کر دیکھ لیا جاوے کہ تسلی کی وہ کیفیت نہیں ہوتی جو اجازت دینے میں ہوتی ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے۔ میری رائے میں تو اجازت کی اصل صرف یہ معلوم ہوتی ہے کہ کوئی بزرگ ایک دفعہ وظیفہ کو سن لیتے تھے تا کہ صحیح اور غلط معلوم ہو جاوے مگر اب تو مولوی بھی اجازت لیتے ہیں جو صحیح پڑھنے پر قادر ہیں۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ محض رسم ہے جس میں ایک گو نہ عقیدہ کا بھی فساد ہے۔

ہمارا عقیدہ مقدر پر یقین:

(۷۸) فرمایا ایک جگہ سے سو روپیہ کا منی آرڈر آیا کہ مدرسہ کے واسطے وصول کر کے رسید بھیج دو میں نے اس کو واپس کر دیا اور لکھدیا کہ اس مدرسہ میں رسید نہیں ملتی کیونکہ رسید وہ دے جو چندہ کی تحریک کرے بعد میں خط آیا کہ اچھا یوں ہی وصول کر لو (فرمایا) ہمارا تو عقیدہ ہے کہ اگر ہماری قسمت کا ہے تو کہاں جاوے گا اور اگر قسمت کا نہیں ہے تو ہرگز نہیں ملے گا پھر کیا فکر۔

طلباء کا کھانا بھیجنے میں ایک شرط:

(۷۹) فرمایا۔ شروع شروع یہاں قصبہ کے لوگوں نے کہا کہ ہم طلبہ کو کھانا دیں گے کہا جیسا مہمانوں کے پاس سینی میں بھیجتے ہو اگر اسی طرح یہاں لا کر دینا منظور ہو تو بہتر ہے ورنہ منظور نہیں چونکہ درخواست ان کی طرف سے تھی اس واسطے ہم کو شرط لگانے کا حق تھا اور اگر درخواست ہماری طرف سے ہوتی تو ان کو شرط لگانے کا حق تھا۔

سب سے مبارک قوم کون سی ہے:

(۸۰) فرمایا۔ ایک جگہ بھانڈوں نے تماشہ کیا اور آپس میں سوال کیا کہ سب سے مبارک قوم کون ہے اور سب سے منحوس کون۔ آخر میں اس پر اتفاق کیا کہ سب سے بہتر تو ہماری قوم ہے اور سب سے منحوس ملانوں کی قوم ہے کیونکہ ہم شادی کے وقت بلائے جاتے ہیں۔ اس لئے ہمیشہ شادی کے متمنی رہتے ہیں اور ملانے غمی کے وقت بلائے جاتے ہیں۔ اس لئے ہمیشہ اس کے متمنی رہتے ہیں ایک دفعہ محلہ کے ایک رئیس بیمار تھے اور مسجد کے ملا سے کہدیا گیا کہ ہمارے واسطے نمازیوں سے دعا کرا دینا۔ میں نے کہا بیچارہ ظاہر میں تو دعا کرتا ہوگا مگر دل میں کوستا ہوگا کہ کہیں جلدی مرے تو کچھ ہاتھ آوے افسوس ہے کہ ہم لوگوں نے اس جماعت کی کیا حالت بنالی۔

چندہ کا طریق:

(۸۱) فرمایا۔ میں چندہ کی تحریک کا مخالف نہیں ہوں مگر طریق کا مخالف ہوں۔ میرے نزدیک طریق یہ ہے کہ اس کی تحریک رؤسا کریں مولوی نہ کریں کیوں کہ رؤسا خود بھی دیتے ہیں اور ان کی تحریک سے کوئی شبہ پیدا

نہیں ہوتا اور مولوی چونکہ خود نہیں دیتے اس لئے شبہ ہوتا ہے کہ اپنے کھانے کے واسطے کر رہے ہیں۔

ایک قائد اہل باطل کا حال:

(۸۲) فرمایا ایک قائد اہل باطل نے لاکھوں روپیے چندہ کے حاصل کئے اور جو کسی نے حساب پوچھا تو کہدیا کہ کیا ہم بنئے بقال ہیں جو حساب کتاب رکھیں۔ مگر یہ جواب اس وقت درست ہوتا جب لوگ خود روپیہ دیتے۔ مگر جب طلب کرنے پر روپیہ ملا ہے تو حساب دینا چاہیے۔

بہت عجیب مراقبہ:

(۸۳) فرمایا۔ کہ ایک بزرگ کا قول ہے کہ مجھ سے جو کوئی مسئلہ دریافت کرتا ہے تو میں اس وقت یہ تصور کرتا ہوں کہ اگر اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا کر کے مجھ سے یہ سوال کیا جاتا تو میں کیا جواب دے سکتا۔ بس وہ جواب دیتا ہوں ورنہ جو جواب ایسی حالت میں نہ دے سکوں وہ جواب نہیں دیتا (فرمایا) بہت عجیب مراقبہ ہے اور مجھ کو پسند آیا۔

ضرورت اصلاح عقیدہ:

(۸۴) ایک شخص نے خط لکھا کہ مجھ کو بیعت کر لو تا کہ اللہ تعالیٰ سے محبت اور دین پر پختگی پیدا ہو جاوے) فرمایا۔ میں نے جواب لکھا ہے کہ چونکہ بیعت پر اس ثمرہ کا ترتیب ضروری نہیں اس واسطے بیعت نہیں کرتا۔ کیونکہ اگر بیعت ہو جاوے اور یہ ثمرہ حاصل نہ ہو تو بیعت کو بے کار اور عبث جان کر متاسف ہو گا۔ اس واسطے اول عقیدہ کی اصلاح چاہیے۔

بیعت کی حقیقت:

(۸۵) فرمایا۔ بیعت کی حقیقت تو یہ ہے کہ شیخ کی طرف سے التزام تعلیم و تربیت کا ہو اور مرید کی طرف سے التزام اطاعت کا ہو۔ گو لفظ بیعت نہ ہو۔ لفظوں میں کیا رکھا ہے بلکہ اس کی بقاء کا زیادہ مدار مرید ہی پر ہے حتی کہ اگر مرید اعتقاد اور التزام کو نہ چھوڑے گو پیر کہدے کہ تو میرا مرید نہیں تب بھی وہ مرید رہے گا گویا مریدی مرید ہی کے قبضہ میں ہے۔ عورت کو تو خاوند طلاق دے سکتا ہے اور نکاح سے نکال سکتا ہے۔ ہاں مرید پیر کو چھوڑ سکتا ہے جیسے عورت مرتد ہو جائے تو حالت ارتداد میں خاوند کو گویا چھوڑ سکتی ہے تو یہ مرید اور مرتد میں لفظوں کا فرق ہے۔ یعنی تلے اوپر ہونے کا البتہ جب پیر ناراض ہوتا ہے گو مرید کو مریدی سے نہیں نکال سکا لیکن فیوض بند ہو جاتے ہیں گو مرید رہتا ہے اس لئے کوشش کر کے اس کو راضی کرنا چاہیے۔

غول بیابانی کا علاج:

(۸۶) فرمایا یہاں تھانہ بھون میں ایک گاڑی بان ہے نیک معتبر آدمی ہے اس نے بیان کیا کہ ایک دفعہ میں انبہٹہ سے تھوڑا دن رہے چل پڑا۔ نانوتہ میں رات ہو گئی کچھ کچھ بارش بھی ہو رہی تھی مگر میں چلتا ہی رہا اور ابر کی گھری تاریکی تھی رات میں بجلی چمکی تو دیکھا کہ ایک عورت زیور پہنے سڑک کے کنارہ کھڑی ہے میں سمجھا کہ کوئی بہو ساس سے لڑ کر یہاں آ گئی ہے۔ پھر دیکھا تو چھلانگ مار کر میری گاڑی میں آ گئی۔ میں نے کہا کون ہے تو نہ بولی میں نے جانا شرم کرتی ہے۔ میں خاموش ہو گیا پھر چھم سے کود کر سڑک کے پار ہو گئی اور میرا نام لیا تب میں سمجھا کہ بھوتنی ہے۔ میں فوراً بیہوش ہو گیا مگر بیل راستہ

سے واقف تھے وہ گاڑی کو لئے ہوئے گھر آگئے اس وقت گھر جلال آباد میں تھا۔ راستہ میں سپاہی نے گاڑی میں پڑا ہوا دیکھ کر پکارا مگر میں نے ڈر کے مارے آنکھ نہیں کھولی اس نے کہا میں سپاہی ہوں میں نے کہا اگر سپاہی ہے تو مجھ کو گھر پہنچا دے وہ سپاہی گھر پہنچا گیا۔ اھ۔ فرمایا۔ میں نے کہا جب ایسا موقعہ ہوا کرے تو اذان کہدیا کرو غول بیابانی فوراً چلے جاویں گے اسی سلسلہ میں فرمایا۔ بعض لوگ میت کے دفن کے بعد عذاب قبر کے رفع کے واسطے اذان کہتے ہیں نعوذ باللہ کیا فرشتوں کو بھگاتے ہیں شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

خلوت میں کیا نیت کرے:

(۸۷) فرمایا۔ اگر کوئی خلوت میں رہنا چاہے تو یہ قصد کرے کہ لوگ میرے شر سے بچیں گے یہ قصد نہ ہو کہ میں لوگوں کے شر سے بچوں گا اپنے عیوب پر نظر کر کے یہ نیت کرے۔

رجا کے موقع پر خوف کا استحضار اور بالعکس:

(۸۸) فرمایا۔ جب کوئی صالح آدمی انتقال کرتا ہے تو میرا خیال فوراً ادھر جاتا ہے کہ شاید اس سے کچھ مواخذہ ہوا ہو اور اگر کوئی عاصی فوت ہوتا ہے تو خیال ہوتا ہے کہ شاید اس سے درگذر ہو گئی ہو گی۔ ان احتمالوں سے کبھی مختلف نہیں ہوتا۔ شاید حق تعالیٰ نے اس میں میری اصلاح فرمائی ہو کہ رجاء کے موقع پر۔۔۔ خوف کا بھی اور خوف کے موقع پر رجاء کا بھی استحضار ہو جاتا ہے۔

مہتمم مدرسہ کے عالم دین ہونے کی ضرورت:

(۸۹) فرمایا۔ مہتمم مدرسہ عالم ہونا چاہیے جاہل سے اہتمام کا کام نہیں ہو سکتا۔ میں جب کانپور مدرسہ فیض عام میں تھا اس وقت وہاں کے ایک مہتمم

بے علم تھے۔ ایک طالب علم شرح ماتہ عامل پڑھتا ہوا مدرسہ میں آیا میں نے مہتمم سے کہا اس کی روٹی مقرر کر دیجئیے اس نے کہا یہ کیا پڑھتا ہے۔ میں نے کہا شرح ماتہ عامل۔ کہا کیا یہ حدیث کی کتاب ہے۔ اس سے ان کے جہل کا اندازہ کر لیجئے۔ بھلا ایسا شخص جماعت اہل علم کا کیا انتظام کرے گا۔

سحری و افطار کا وقت ہر روز کا الگ ہے:

(۹۰) (ایک شخص نے بذریعہ خط دریافت کیا کہ سحر کا وقت کب تک رہتا ہے) فرمایا۔ جواب لکھتا ہوں کہ ہر روز کا وقت افطار و سحری جدا جدا ہے۔ جس دن کا دریافت کرنا ہو اس دن کا غروب لکھو پھر میں جواب لکھوں گا۔

بزرگوں کو مدعیٔ تقدس پر زیادہ غصہ آتا ہے:

(۹۱) فرمایا بزرگوں کو عاصی پر اتنا غصہ نہیں آتا جتنا مدعیٔ تقدس پر آتا ہے کیونکہ یہ کبر ہے اور کبر سب گناہوں کی جڑ ہے۔

نظر بد محبت سے بھی لگ جاتی ہے:

(۹۲) فرمایا۔ نظر بد محبت سے بھی لگ جاتی ہے (ایک صاحب نے عرض کیا کہ ایسا ہی بزرگوں کی نظر سے فائدہ بھی ہو جاتا ہو گا) فرمایا ہاں جب فائدہ کا قصد کریں۔

نعماء اور مصائب کب علامت خیر ہیں:

(۹۳) فرمایا۔ نعماء میں توفیق شکر میسر ہو تو علامت اس کی ہے کہ نعماء اس کے حق میں خیر ہے اور اگر غفلت ہو تو علامت ہے یہ اس کے واسطے ابتلاء ہے اور مصائب میں خیر کی توفیق ہو تو یہ بھی اس کی علامت ہے کہ یہ اس

کے حق میں خیر ہے اور اگر جزع فزع ہو شکوہ شکایت ہو تو اس کا نشان ہے کہ اس کے حق میں خیر نہیں ہے۔

اسلام کی تقلید کی ضرورت:

(۹۴) فرمایا۔ اب تو بہت سے مسلمان تہذیب اس کو جانتے ہیں جو یورپ کی نظروں میں تہذیب ہے اور حالانکہ یورپ نے خود اسلام ہی سے لیا ہے۔مگر مسخ کر کے تم جو یورپ کی تقلید کرتے ہو تو اسلام ہی کی کیوں نہ کرو۔

مذھب حنفی مطابق حدیث ہے:

(۹۵) فرمایا۔ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھ کو حدیثوں میں امام ابو حنیفہ کا مذہب ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے نصف النہار میں آفتاب۔

صاحبِ ہدایہ حافظ الحدیث تھے:

(۹۶) فرمایا۔ صاحب ہدایہ حدیث کے حافظ تھے اس لئے ان کو حدیث کے حوالہ کی ضرورت نہ تھی اور اس وقت پتہ کے لئے اتنا ہی کافی ہوتا تھا کہ حدیث میں آیا ہے مگر اس زمانہ میں چونکہ تدین نہیں رہا حوالہ میں صفحہ سطر سب کچھ لکھنا چاہیے تاکہ دوسرا دیکھ سکے۔

ایک بدعتی مولوی صاحب کی حکایت:

(۹۷) فرمایا۔ اہل بدعت میں سے ایک مولوی قصبہ رامپور میں تھے معقول آدمی تھے۔ ایسے بے باک کہ ایک وعظ میں کہ واللہ آمین بالسر میں ایک لاکھ حدیثیں ہیں۔ ایک شاگرد نے بعد وعظ ان سے کہا کہ ایسی (خلاف واقع) بات

کیسے کہدی، مولوی صاحب نے جواب دیا میں نے تنزل کر کے کہا اس سے زیادہ ہیں اس طرح سے کہ حدیث ہے۔ عرض اور ہر محدث کے ساتھ قائم ہے اور محل کے تعدد سے عرض میں تغائر ہو جاتا ہے۔ پھر ایک ہی شخص اگر چار بار وہ حدیث بیان کرے تو ایک تعدد یہ ہو گا کہ اس حساب سے لاکھ سے بھی زیادہ ہوئیں۔ ایک مرتبہ انہیں مولوی صاحب نے جناب مولانا محمد قاسم صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے مجمع میں کہا کہ مجھ سے مناظرہ کر لو۔ مولانا نے غایت تواضع سے فرمایا کہ مناظرہ سے دو غرضیں ہو سکتی ہیں ایک اظہار حق اور بعد وضوع حق اس کا قبول کر لینا۔ سو اس کی تو آج کل امید نہیں۔ دوسری غرض غلبہ کا اظہار ہے تو اس کو میں بلا مناظرہ ابھی پورا کئے دیتا ہوں۔ پھر مولانا نے باآواز بلند فرمایا۔ صاحبو! یہ بہت بڑے مولوی ہیں۔ میں ان کے سامنے جاہل ہوں" جتنے لوگ اس جگہ موجود تھے سب اس مولوی پر نفریں کرنے لگے۔

ٹھیک یا ٹھیکرا:

(۹۸) فرمایا۔ حیدرآباد سے ایک صاحب کا خط آیا ہے (جو کسی صیغہ کے ناظم ہیں) کہ مجھ کو مرید کر لو میں تھانہ بھون آنا چاہتا ہوں۔ میں نے ان کو لکھدیا ہے کہ پہلے میرا مذاق دریافت کر لو تا کہ بعد میں افسوس نہ ہو سو میرا مذاق وہ ہے جسے حیدرآباد کی اصطلاح میں وہابیت کہتے ہیں۔ (ایک خادم نے عرض کیا کہ شاید آ کر ٹھیک ہو جائے) فرمایا ٹھیک تو کیا ہوتے ٹھیکرا ہو جاتے۔ ایسی ترکیبوں سے کچھ نہیں ہوتا پھر فرمایا دنیاداروں کی عقیدت سے اتنی خوشی نہیں ہوتی جتنی خوشی دو چار طالب علموں کی محبت سے ہوتی ہے۔ کیونکہ دنیاداروں کو کیا پتہ ہے کہ اعتقاد کی چیز کیا ہے۔

قدر گوہر شاہ داند یا بداند جوہری (۱)

بادشاہ کے ایک حجام کو استاد کا خطاب دینے کی حکایت:

(۹۹) ملفوظ بالا کی تائید میں فرمایا کہ ایک حجام پر ایک بار بادشاہ خفا ہو گیا تھا کہ وقت پر خط بنانے نہیں آیا تھا۔ اس حجام نے خدمتگار کو بلا کر بادشاہ کا سوتے میں خط بنا دیا بادشاہ نے مطلع ہو کر خوش ہو کر اس کے لئے استاد کا خطاب تجویز کیا۔ نائی کے گھر اس کی برادری کی عورتیں مبارکباد کے لئے جمع ہوئیں تو اس کی عورت نے کہا کہ خوشی تو تب ہوتی جب دو چار حجام مل کر استاد کا لقب دے دیتے اور بادشاہ اس کو کیا جانے۔ فرمایا ٹھیک کہا فن والے استاد مان لیں تو استاد ہے۔ دوسروں کو کیا خبر۔

اھل اللہ میں طمع اور خوف نہیں ہوتا:

(۱۰۰) فرمایا طمع اور خوف حق گوئی سے مانع ہو جاتا ہے مگر اہل اللہ چونکہ اپنی زندگی ہی میں اپنے بچوں کو یتیم اور بیوی کو بیوہ سمجھ لیتے ہیں اس لئے نہ ان کو طمع ہوتی ہے نہ خوف۔

مرید کس شخص کو کرنا چاہیے:

(۱۰۱) فرمایا۔ امراء کو مرید کرنا بیکار ہے کیونکہ مرید ایسے شخص کو کرے جس کو کم از کم یہ تو کہہ سکے کہ تیری یہ حرکت بڑی نالائق ہے۔ یا تو نالائق ہے۔ امراء کو اس کہنے کی بھی ہمت نہیں ہوتی۔

۱۔ موتی کی قدر و قیمت بادشاہ جانتا ہے یا جوہری

تاریخ وصال النبی صلی اللہ علیہ وسلم:

(۱۰۲) فرمایا ۱۲/ربیع الاول کو وفات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ کہنا مقرر کرنا کسی طرح درست نہیں۔ کیونکہ حضور کا حج۔ ۹ ذی الحجہ جمعہ کے روز یقیناً ہوا اور دو شنبہ کو وفات شریف یقیناً ہوئی تو دو شنبہ کو بارہویں تاریخ کسی طرح نہیں بنتی۔ علی گڑھ کالج کے ایک طالب علم نے یہ سوال کیا تھا تو میں نے یہی جواب دیا کہ بارہویں تاریخ حدیث سے ثابت نہیں صرف دو شنبہ کا دن ثابت ہے۔ اس لئے بارہویں تاریخ کا اعتقاد صحیح نہیں اس سے ان کو بہت تسلی ہوئی۔

شیخ کے لئے ایک ضروری امر:

(۱۰۳) فرمایا۔ شیخ پر واجب ہے کہ مرید کے امور منکرہ پر نکیر کرے کیونکہ جب اطاعت کا التزام کیا ہے تو یہ ضرور تعلیم کرے۔

علماء کو غناء ظاہری و قلبی کی ضرورت:

(۱۰۴) فرمایا دہلی سے ایک پارسل آیا تھا جس میں قیمتی کپڑے تھے مثلاً شال و اچکن و صدری وغیرہ مگر صدری دیکھ کر مجھ کو یہ شبہ ہوا کہ شاید یہ کپڑے مستعمل ہیں اور ان کے یہاں ایک میت بھی ہو گئی تھی اس لئے مجھ کو یہ بھی شبہ ہوا کہ میت کے ہیں۔ میں نے ان کو خط لکھا کہ کپڑے پہنچ گئے مگر چند امور قابل دریافت ہیں۔ اول یہ کہ یہ کپڑے مرحوم کے ہیں یا نہیں اگر مرحوم کے ہیں تو یہ وارثوں کا حق ہے مجھ کو کیوں بھیجے اور اگر خاص یہ آپ کے ہیں تو مجھ کو کس مقصد کے لئے بھیجے ہیں صاف صاف جواب دیجئے اگر جواب نہ آیا تو واپس کر دوں گا۔ غرض کہ جواب نہیں آیا۔ اس لئے آج ایک شخص کے ہاتھ

واپس کر دیا ہے اور اس سے کہ دیا ہے کہ اگر وہ کہیں کہ لے جاؤ تو ہر گز نہ لانا یہ کہنا کہ مجھ کو دینے کا حکم ہے لینے کا نہیں۔ اللہ تعالیٰ مولویوں کو غناء ظاہری و غناء قلبی عطا فرما دے۔

حضرت حکیم الامت پر ان کے والد مرحوم کا احسانِ عظیم:

(۱۰۵) فرمایا والد صاحب نے ہماری تربیت مشائخ کی طرح کی ہے۔ گو فارسی کے سوا زیادہ پڑھے لکھے نہ تھے۔ چنانچہ بچپن سے مجھ کو عربی میں لگایا اور چھوٹے بھائی (اکبر علی صاحب) کو انگریزی میں، ایک مرتبہ تائی صاحبہ نے والد صاحب سے کہا کہ چھوٹا تو انگریزی سے کما کھا لے گا مگر یہ کہاں سے کھائے گا۔ والد صاحب گو ان کا ادب بہت کرتے تھے مگر اس وقت غصہ ہو کر فرمایا یہ تو مجھ کو معلوم نہیں کہ کہاں سے کھائے گا مگر اتنا کہتا ہوں کہ انگریزی پڑھے ہوئے اس کے پیچھے پیچھے پھریں گے اور یہ کسی کو منہ بھی نہ لگائے گا بچپن میں ہم کو کبھی دعوت میں نہیں لے گئے کہ دعوت کا انتظار نفس میں پیدا نہ ہو جائے۔ ہم دونوں بھائی اگر کوئی شوخی کرتے تو مجھ کو کچھ نہ کہتے بھائی کو ڈانٹ دیتے اور اس کی وجہ یہ فرماتے یہی چھوٹا سکھلاتا ہے اور جب میں بڑی بڑی کتابیں پڑھنے لگا تو مجھ کو خط میں مولوی صاحب کر کے لکھا کرتے تھے۔ جس سے میں بے حد شرماتا۔ والد صاحب اس زمانہ میں زمین رہن بھی رکھتے تھے۔ میں نے ایک مرتبہ لکھا کہ رہن کا نفع جائز نہیں ہے۔ اسی طرح دوسرے جائز ناجائز امور کے متعلق عرض کرتا رہا۔ آپ چھوڑ دیں۔ ایک مرتبہ والد صاحب نے ایک ہندو سے (جس سے مراسم تھے) فرمایا ہمارا ایک لڑکا ہے وہ ہم کو روک ٹوک کرتا ہے۔ وہ تھا سمجھدار اس نے کہا حضرت اگر آپ اس کو نجوم پڑھاتے تو اس پر حق تھا کہ وہ آپ کو مہورت وغیرہ بتلاتا۔ طب پڑھاتے تو طب کی باتیں بتلاتا۔ قانون

پڑھاتے تو قانون بتلاتا۔ آپ نے اس کو دین پڑھایا تو وہ دین کی باتیں بتلاتا ہے۔ شکر کیجئے کہ وہ بڑا لائق اور آپ کا محب ہے۔ غرض والد صاحب کا بڑا احسان ہے جو مجھ کو دین میں لگایا۔

چالاکی اور عقل دونوں الگ الگ ہیں:

(۱۰۶) فرمایا۔ چالاکی اور چیز ہے اور عقل اور چیز۔ چالاکی تو مذموم ہے اور عقل محمود ہے۔ دیکھیے اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ (۱) سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں میں کید اور چالاکی بہت ہے اور باوجود اس کے ان کو ہُن ناقصات العقل والدین فرمایا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں الگ الگ چیزیں ہیں۔

بوڑھے سوچ کر کام کرتے ہیں:

(۱۰۷) فرمایا۔ قاضی شریح نے ایک استنباط کیا ہے کہ حاجت جب مانگے جوان سے مانگے وہ جلدی پوری کر دیتا ہے اور بوڑھے سوچ کر کام کرتے ہیں۔ دیکھئیے اخوان یوسف علیہ السلام نے جب حضرت یوسف سے عفو کا مطالبہ کیا تو فوراً فرمایا (۲) لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ جب یعقوب علیہ السلام سے مطالبہ کیا تو ارشاد فرمایا (۳) سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ ربی مگر یہ استنباط حجت نہیں۔ کیونکہ یعقوب علیہ السلام نے موقع کے انتظار میں تاخیر فرمائی تھی وہ موقع آخر شب کا تھا جو قبولیت کا وقت ہوتا ہے۔

۱۔ بے شک تمہاری چالاکیاں عظیم ہیں۔ ۲۔ یوسف علیہ السلام نے فرمایا تم پر آج کوئی الزام نہیں۔ اللہ تعالیٰ تمہارا قصور معاف کرے۔ ۳۔ یعقوب علیہ السلام نے فرمایا عنقریب تمہارے لئے اپنے رب سے دعائے مغفرت کروں گا۔

عورتوں کو شیطان مکر سکھاتا ہے:

(۱۰۸) فرمایا بعض نے استنباط کیا ہے کہ عورتوں کا مکر شیطان سے بھی بڑھا ہوا ہے کیونکہ حق تعالیٰ نے (۱) اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا میں شیطان کے کید کو تو ضعیف فرمایا اور (۲) اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ میں عورتوں کے کید کو عظیم فرمایا۔ مگر میرے نزدیک یہ استنباط درست نہیں۔ شیطان کے کید کو حق تعالیٰ کی قوت کے مقابلہ میں ضعیف فرمایا ہے۔ جیسا کہ آیتہ کے شروع سے معلوم ہوتا ہے۔ (۳) اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِيَآءَ الشَّيْطٰنِ۔ ورنہ عورتوں کو تو خود شیطان ہی شیطان بناتا ہے۔ تو اس کا کید ان سے زیادہ ہے۔

دعائے مغفرت مردہ کو بڑی محبوب ہے:

(۱۰۹) فرمایا۔ دعائے مغفرت مردہ کو بڑی محبوب ہے۔ کیونکہ وہ خود عاجز ہے اور زندہ تو خود توبہ کر سکتا ہے۔

برکت علم کی شرائط:

(۱۱۰) فرمایا۔ مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ علم کے حصول میں اس کو بھی بہت دخل ہے کہ استاد کا ادب کرے نیز

۱۔ بے شک شیطان کا مکر کمزور ہے۔ ۲۔ بے شک تمہاری چالاکیاں ہی غضب کی ہوتی۔ ۳۔ جو لوگ ایمان لائے وہ اللہ کے رستہ میں قتال کرتے ہیں ان کافروں سے جو شیطان کے رستہ میں لڑتے ہیں پس شیطان کے دوستوں سے قتال کرو

تقویٰ اختیار کرے بدون اس کے برکت نہیں ہوتی۔

آدھی بات کرنے سے آخر تک:

(۱۱۱) فرمایا۔ یہاں آکر اکثر لوگ آدھی بات کہتے ہیں یہ خیال کرتے ہوں گے کہ نعوذ باللہ یہ عالم الغیب ہے خود جان جاوے گا۔ سو میں عالم الغیب تو نہیں البتہ عالم العیب ہوں۔ (بعین مہملہ) آدھی بات کہنے سے ان کا عیب معلوم کر لیتا ہوں۔

آج کل کے جنید بغدادی یا شتر بغدادی:

(۱۱۲) فرمایا۔ بس آج کل تو ساری بزرگی یہ رہ گئی ہے کہ عقائد درست ہوں داڑھی نیچی ہو۔ پائجامہ اونچا ہو لوگ اس کو جنید بغدادی سمجھنے لگتے ہیں خواہ اعمال کیسے ہی ہوں وہ شتر بغدادی بھی نہ ہو۔

مرنے کے بعد کمالات منقطع ہو جاتے ہیں:

(۱۱۳) فرمایا۔ ماموں صاحب فرمایا کرتے تھے کہ جب تک زندہ رہتا ہے اس کی قدر نہیں ہوتی۔ جب مر جاتا ہے تو رحمۃ اللہ علیہ ہو جاتا ہے کچھ دن بعد قدس اللہ سرہ ہو جاتا ہے (فرمایا) غرض کہ مُردوں کی خوب قدر ہوتی ہے مَردوں کی نہیں ہوتی۔ حالانکہ مرنے کے بعد کمالات منقطع ہو جاتے ہیں۔ تو مردہ کی قدر کی جو بناء ہوتی ہے وہ زندگی ہی کی تو کوئی حالت ہوتی ہے۔

روحانی اذیت:

(۱۱۴) فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے بہت تکلیف ہوتی تھی کہ لوگ حق کو نہیں مانتے تھے۔ اور یہ جسمانی تکلیف نہ تھی اسی واسطے فرمایا گیا

فَلَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ عَلٰٓی اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ یُؤْمِنُوْا۔ یہ نہیں فرمایا عَلٰی ضربهم دشتمهم

اھل کمال کی علامت:

(۱۱۵) فرمایا میں کسی شخص میں اگر زینت کا اہتمام دیکھتا ہوں فوراً معلوم کرلیتا ہوں کہ یہ اندر سے خالی ہے اسی واسطے بنتا ہے ورنہ اہل کمال کو اس سے استغناء ہوتا ہے۔

ایک ہندو لیکچرار کی خرافات:

(۱۱۶) فرمایا شورش کے زمانہ میں مظفر نگر میں ایک ہندو نے لیکچر دیا۔ کہا ہم کامیاب اس وقت ہوسکتے ہیں جب ہم میں اتفاق ہو اور اس پر ایک مضحکہ آمیز نکتہ گڑھا۔ کہا کہ جانتے ہو۔ ہم کا کیا مطلب ہے دیکھو لفظ ہم میں دو حرف ہیں ایک (ہ) اس سے مراد ہند دوسرا (م) اس سے مراد مسلم۔ تو ہم سے مراد ہندو مسلم ہوئے۔ جاہل لوگ بہت خوش تھے کہ کیا نکتہ ہے۔ پھر کہا کہ ہندو بھائی برا نہ مانیں کہ م سے مراد مسلمانوں کو کہا اور اور (م) لانبی (بڑی) ہے تو مسلمانوں کو بڑھا دیا۔ بھائی م اس وجہ سے لانبی ہے کہ مسلمان دور سے آئے ہیں۔ یعنے ملک عرب سے تو یہ طول مسافت کا ہے اور ہندو اسی ملک کے باشندے ہیں۔ (فرمایا) اگر کوئی مسلمان یہ سوال کرتا کہ (ہ) کو میم کے سر پر کیوں چڑھا دیا تو کیا جواب دیتا۔ یہ سب خرافات بکواس ہوا کرتی ہے۔

ایک ہندو شاعر کے بعض اشعار کا مفہوم:

(۱۱۷) فرمایا کہ ایک ہندو نے ایک کتاب نظم لکھی تھی جن میں بعض اشعار کا یہ مطلب تھا کہ مسلمانوں کے مذہب میں فتنہ ضروری چیز ہے۔

آگے نتیجہ نکالا تھا ۔ یقینم شد کہ بر کبرست بنیاد مسلمانی۔ ایک ولایتی مولوی صاحب نے اس کتاب کا جواب لکھا تھا اس کا جواب بھی اشعار ہی میں دیا تھا۔ وہ اشعار بھی یاد نہیں رہے۔ مگر مطلب یہ ہے کہ جس کی جو بنیاد ہوتی ہے اس کو وہ قطع نہیں کرتا مسلمان تو اس کو قطع کرتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ مسلمانی کا مدار اس پر نہیں ہے البتہ ہندو برقرار رکھتے ہیں۔ اس لئے ان کے مذہب کا مدار اس پر ہو سکتا ہے۔

فتویٰ شرح صدر کے بعد دینا چاہیے:

(۱۱۸) فرمایا۔ جب تک خود نہ تحقیق کر لوں جی نہیں چاہتا کہ کسی کے کہنے سے فتویٰ پر دستخط کر دوں۔ جواب شرح صدر ہو جانے کے بعد دینا چاہیے۔ اگر جزیہ نہ ملے تو یہ بھی ضرور لکھ دیجئے کہ جواب قواعد کلیہ کی بناء پر دیا گیا جزیہ نہیں ملا اور علماء سے بھی دریافت کر لو تا کہ اپنے اوپر بوجھ نہ رہے۔

حصول دنیا کے لئے تدبیر کی ضرورت ہے:

(۱۱۹) فرمایا۔ وظیفہ اس غرض سے پڑھنا محض بے کار ہے کہ دنیا ملے۔ اس کام کے لئے تو تدبیر کرنی چاہیے چنانچہ اولاد کے لئے کوئی وظیفہ نہیں پڑھنا بلا نکاح کے۔

حکایت امیر خسروؒ:

(۱۲۰) فرمایا۔ امیر خسرو کو معما اور چیستاں میں بڑی مہارت تھی ایک آدمی جس کے نام کی پہیلی امیر خسرو نے بنائی تھی مولوی جامی کے پاس حاضر ہوا سیدھا مولانا جامی نے نام پوچھا وہ اول کھڑا ہوا پھر بصورت رکوع جھکا پھر داڑھی کو

پھٹکار دیا مولوی جامی صاحب بے حد ذہین تھے۔ فوراً فرما دیا، اور یس قام دار ہی۔ قیام سے الف ہوا۔ رکوع سے دال اور ریش سے نقطے جھاڑ دیئے تو ریس رہ گیا۔

(یہ حکایت موقوف اس پر ہے کہ دونوں کا ایک زمانہ تھا)

کتابیں دیکھ کر محبت کرنا:

(۱۲۱) (ایک خط دکھلا کر) فرمایا یہ ایک درزی کا خط ہے لکھا ہے کہ میں آپ کی کتابیں دیکھا کرتا ہوں اور مجھ کو آپ سے اللہ واسطے محبت ہے (فرمایا) بعض لوگ میری کتابیں دیکھ کر محبت کرتے ہیں اور بعض لوگ کفر تک کا فتویٰ لگاتے ہیں۔

غیر مسلم کے سلام کا جواب:

(۱۲۲) فرمایا۔ جب کوئی غیر مسلم سلام کرتا ہے تو میں جناب کہہ دیتا ہوں اور دل میں یہ سمجھ لیتا ہوں کہ جنابت سے مشتق ہے کیونکہ وہ کافی غسل نہیں کرتے اور کبھی سلام کہتا ہوں تو یہ ارادہ ہوتا ہے کہ اللہ تم کو کفر سے سلامتی بخشے اور آداب کے یہ معنی لیتا ہوں کہ آباؤں۔ اور اگر غیر مسلم کو اشارہ ہی کر دے تب بھی کافی ہے۔

ایک کاندھلوی مولوی صاحب کی حکایت:

(۱۲۳) فرمایا۔ ایک مولوی صاحب کاندھلوی پہلے ریاست بھوپال میں تھے۔ انہوں نے کسی عورت کو مسلمان کیا اور حیرت یہ ہے کہ وہاں بھی قانون ہے کہ عورت مسلمان کرنا جرم ہے۔ مولوی صاحب پر مقدمہ چلا۔ وہاں حاکم ان کا واقف تھا اس نے اپنی جگہ سمجھایا کہ تم انکار کر دینا انہوں نے کہا موقع پر دیکھا جاوے گا مقدمہ کی تاریخ آئی حاکم نے پوچھا تم نے اس عورت کو

پہچانا- کہا ہاں- کہا تم نے اس کو مسلمان کیا ہے- کہا میں نے نہیں کیا- مسلمان تو یہ خود ہوئی البتہ اس نے اظہار اسلام کا طریقہ مجھ سے پوچھا میں نے بتلا دیا- حاکم نے کہا تم نے اس کو کلمہ پڑھایا کہا ہاں کلمہ پڑھایا ہے- حاکم نے کہا قانون سے اسی کو مسلمان کرنا کہتے ہیں- مولوی صاحب نے کہا اگر یہ قانون ہے تو میں اس قانون کو نہیں مانتا- حاکم بڑا حیران ہوا اس نے مسل وزیر ریاست کے پاس بھیجدی اس نے لکھا کہ ایسے شخص کو خواہ مخواہ کیوں قانون کے ماتحت لاتے ہو جو آنا نہیں چاہتا- اب وہ رہا ہو گئے تو لوگ کہتے ہیں کہ ان مولوی کے پاس جاؤ وہ قانون سے مستثنیٰ ہیں-

اغواء اور ارشاد میں فرق:

(۱۲۴) فرمایا ایک مرتبہ بھوپال میں ایک عورت مسلمان ہو گئی جج مسلمان تھے- مسلمان کرنے والے کو اغواء کے تحت میں داخل کر کے سزا دے دی- اپیل میں ایک انگریز نے لکھا کہ تعجب ہے فاضل جج پر کہ اغواء اور ارشاد میں فرق نہیں کیا- یہ مذہب کی تعلیم ارشاد ہے کیونکہ ہر شخص اپنے مذہب کو حق سمجھ کر دوسرے کو ترغیب دیتا ہے اور اغواء ہوتا ہے بری بات کا-

آمین کی تین قسمیں:

(۱۲۵) فرمایا- پہلے انگریز بڑے لائق آتے تھے- ایک ریاست میں آمین کا جھگڑا تھا تو ایک انگریز نے اپنی تحقیقات میں لکھا کہ تحقیق سے معلوم ہوا کہ آمین تین قسم پر ہے- آمین بالسر یہ مذہب ہے بعض علماء کا اور آمین بالجہر یہ بھی مذہب ہے بعض علماء کا اور ایک قسم ہے آمین بالشر وہ کسی کا مذہب نہیں ہے- اور اس وقت اسی کا زیادہ وقوع ہے-

ایک معقولی مولوی صاحب کی حکایت:

(۱۲۶) فرمایا۔ فلاں مولوی صاحب الہ آبادی معقولی ہیں وہ حضرت مولانا گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ سے حدیث پڑھتے تھے۔ مجھ سے خود کہتے تھے کہ میں نے سنا تھا کہ حضرت مولانا مزارات پر جانے کے اہتمام کو پسند نہیں فرماتے۔ میرا ارادہ تھا کہ گنگوہ میں قطب صاحب کے مزار پر ہر روز جایا کروں گا اور اگر مولانا منع کریں گے تو ان سے مناظرہ کروں گا۔ جب گنگوہ پہنچا تو مدتوں کے قیام میں بھی کبھی جانے کا ارادہ نہ ہوا خود رائے بدل گئی۔

دیو بند کا رنگ:

(۱۲۷) فرمایا۔ فلاں مولوی صاحب کانپوری فرمایا کرتے تھے کہ دیو بند کا ایسا رنگ چڑھتا ہے کہ اس پر دوسرا رنگ چڑھ ہی نہیں سکتا۔

صحبت کی برکت:

(۱۲۸) فرمایا فلاں قاری صاحب کو فلاں مدرسہ میں میں نے ہی رکھایا ہے۔ ایک مرتبہ مہتمم صاحب نے فرمایا تھا کہ ایک قاری چاہیے میں نے کہا قاری تو ہیں اور فن سے بھی واقف ہیں مگر داڑھی کٹاتے ہیں۔ انہوں نے کہا ہم رکھ لیں گے۔ یہاں آکر خود بخود ٹھیک ہو جائیں گے چنانچہ وہ مدرسہ میں پہنچے اور داڑھی بڑھائی۔ ہمارے اکابر نے کبھی کسی پر زور نہیں دیا ان کی برکت سے خود عقائد و اعمال درست ہو جاتے تھے۔

پہلے لوگوں کے اختلاف کی مثال:

(۱۲۹) فرمایا۔ پہلے لوگ مخلص ہوتے تھے مولانا تراب صاحب

لکھنوی جنہوں نے قاضی پر حاشیہ لکھا ہے ان کا اور مفتی سعد اللہ صاحب رامپوری کا اختلاف تھا۔ مولانا تراب صاحب مولود کرتے تھے اور مفتی صاحب احتیاط کرتے تھے۔ ایک دن مولانا مولوی تراب صاحب نے کہا کیوں صاحب ابھی تک تمہارا انکار چلا ہی جاتا ہے۔ مفتی صاحب نے کہا کیوں صاحب ابھی تک تمہارا اصرار چلا ہی جاتا ہے۔ مولوی تراب صاحب نے کہا ہمارے فعل کا منشاء صرف محبت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ مفتی صاحب نے کہا ہمارے ترک کا منشاء صرف متابعت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ مولوی تراب صاحب نے کہا بس تو انشاء اللہ ہم دونوں ناجی ہیں پہلے اس قسم کا اختلاف تھا۔

مظلوم کا نفع:

(۱۴۰) فرمایا۔ ایک جگہ ایک مولوی صاحب نے وعظ فرمایا کہ قیامت کے روز مظلوم کے گناہ ظالم پر ڈال دیئے جائیں گے۔ یا ظالم کی نیکیاں مظلوم کو دلادی جائیں گی۔ بعد وعظ ان سے استفسار کیا گیا کہ اگر مظلوم کے پاس گناہ نہ ہوں اور ظالم کے پاس نیکیاں نہ ہوں تو کیا ہوگا؟ انہوں نے کہا یہ فیصلہ کرنا ہمارا کام نہیں ہے اس لئے-------- اس کے علم کی ہم کو ضرورت نہیں ہے اس کا علم فیصلہ کرنے والے کو ضروری ہے۔ پھر فرمایا اس صورت میں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مظلوم کے مراتب بڑھا دیئے جائیں یا ظالم کو اس کے سامنے سزا دی جاوے۔ تاکہ اس کے غیظ کو شفا ہو۔ یہ بھی مظلوم کا نفع ہی ہے۔

۵۸۔ صفحات کے طویل خط کا جواب:

(۱۴۱) (ایک خط ۵۸ صفحے کا آیا اس کو دکھلا کر) فرمایا کہ عبارت بھی صاف ہے اور مضمون بھی ضروری ہے میں نے ایک ایک جزو پڑھا ہے اور

جی چاہتا تھا کہ اور لانبا ہوتا تو بہتر تھا۔ بہت اخلاص سے لکھا ہے۔

منتقلہ جائیداد یتیم خانہ کے نام وقف فرمانا:

(۱۳۲) فرمایا ایک شخص ننھے خاں صاحب کانپور میں تھے وہ فوت ہو گئے۔ (اللہ غریق رحمت کریں انہوں نے انتقال کے وقت اپنی جائیداد میرے نام لکھا دی تھی۔ لوگوں میں مختلف چہ میگوئیاں ہوئیں۔ اور مجھ کو ضابطہ سے جائز تھا کہ میں رکھ لیتا۔ مگر مجھ کو قرائن سے ان کی نیت کا اندازہ ہو گیا تھا کہ مصارف میں دینا چاہتے تھے اور ان کو مجھ سے اس کی توقع تھی اس لئے میں نے کانپور کے یتیم خانہ میں وقف کر دی۔ مجھ کو دو قسم کے شخصوں سے بہت الفت ہے۔ ایک نومسلم سے دوسرے یتیم سے۔

اکابر کی حق پرستی:

(۱۳۳) فرمایا۔ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بار مولوی یحییٰ صاحب سے فرمایا کہ بریلی سے جو رسائل آئے ہیں وہ مجھ کو سنانا تا کہ جو بات ہمارے اندر غلطی کی ہے اس سے ہم رجوع کر لیں انہوں نے کہا کہ ان میں گالیوں کے سوا اور کیا ہے۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے ہمارے اکابر کی حق پرستی کا کہ اپنے دشمن کے صحیح قول کو قبول کرنے کو تیار ہیں۔

آج کل کی گروہ بندی کی مذمت:

(۱۳۴) فرمایا۔ آج کل تحرب (حاء حطی سے یعنی گروہ بندی) کا مرض بہت بڑھ گیا ہے۔ کوئی اپنے آپ کو خلیلی لکھتا ہے کوئی رشیدی کوئی قاسمی کوئی عمودی۔ یہاں تک کہ کوئی اشرفی بھی لکھتا ہے (فرمایا کوڑی کے تو ہیں نہیں اور بتائیں اشرفی) اگر ان نسبتوں سے اہل بدعت سے امتیاز کرنے کی ضروری

مصلحت ہے تو امدادی کافی ہے۔ بعض لوگ لکھتے ہیں یا امداداللہ یا ہوالرشید اس سے شرک کا ایہام ہوتا ہے۔ پھر حاجی وارث علی کے اتباع پر کیوں نکیر ہے وہ بھی یاوارث کے ورد میں یہی کہتے ہیں کہ وارث خدا کا نام ہے۔

حضرت حاجی صاحبؒ کی علماء کی تعظیم:

(۱۳۵) حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حاجی صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کے واسطے ایک عمامہ بھیجا جو میری موجودگی میں پیش کیا گیا۔ حضرت نے پہلے سر پر رکھا پھر منہ پر رکھا پھر آنکھوں سے لگایا۔ حضرت اہل علم کا اس قسم کا ادب کرتے تھے کہ کوئی دیکھتا تو کہتا کہ حضرت حاجی صاحب کے پیر نے بھیجا ہے۔

ایک نہایت مخلص شخص کا واقعہ:

(۱۳۶) فرمایا ایک شخص نہایت مخلص ہیں۔ اگر کوئی چیز مدرسہ میں تقسیم کرنے کو بھیجدیتے ہیں تو تحریر کر دیتے ہیں کہ آپ کو اس چیز کا مالک بناتا ہوں آپ اپنی طرف سے تقسیم کیجئے تاکہ آپ کو صرف تقسیم ہی کا ثواب نہ ہو بلکہ مملوک شے دینے کا ثواب ملے یہ ان کا اخلاص ہے۔

واقعہ تعمیر سہ دری خانقاہ:

(۱۳۷) فرمایا پہلے یہ سہ دری نہیں تھی (جو کہ اب مسجد خانقاہ کی سمت جنوب میں ہے) اس جگہ کچھ درخت تھے۔ ایک درخت کے نیچے ایک بزرگ صاحب سماع بیٹھے رہا کرتے تھے۔ جب حضرت حاجی صاحب تشریف لائے تو وہ خود بخود اٹھ کر حضرت شاہ صاحب کے مزار پر چلے گئے اور حضرت کی نشست و برخاست رہنے لگی۔ کبھی کبھی حضرت میانجیو صاحب بھی تشریف

لاتے۔ اتفاق سے ایک بار حضرت میانجیو صاحب یہاں تشریف لائے ہوئے تھے۔ یہاں ایک خاندان تھا جن کی معافی جائیداد ضبط ہو گئی تھی وہ لوگ حضرت میاں جی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ حضرت دعا کر دیجئے کہ ہماری معافی واگذاشت ہو جاوے۔ فرمایا میرے حاجی کو نشست کی تکلیف ہے تم وعدہ کرو کہ ان کے واسطے ایک سہ دری بنا دیں گے۔ انہوں نے کہا بہت بہتر۔ آپ نے فرمایا ہم دعا کریں گے تم کوشش کرو۔ چنانچہ درخواست وغیرہ گذرائی کچھ دن کے بعد وکیل نے نجی طور پر خبر دی کہ معافی و گذاشت ہو گئی۔ لوگ حاضر ہوئے اور کہا حضرت معافی واگذاشت ہو گئی۔ حضرت نے فرمایا وعدہ بھی یاد ہے۔ کہا ہاں یاد ہے مگر حضرت پورے مصارف برداشت کرنے کی تو ہمت نہیں۔ نصف سہ دری کے مصارف پیش کریں گے۔ حضرت نے فرمایا نصف ہی سہی جب ضابطہ کی اطلاع آئی تو معلوم ہوا کہ تاحیات معاف ہوئی ہے۔ پھر لوگ دوڑے آئے اور عرض کیا کہ حضرت تاحیات معاف ہوئی ہے۔ آپ نے فرمایا تم ہی نے تو نصف کہا تھا نصف ہی رہ گیا۔ پھر بہت عرض کیا کہ ہم سب بنوا دیں گے دعا کر دیجئے حضرت نے فرمایا اب نہیں ہو سکتا بس اسی طرح سہ دری تیار ہوئی۔

کرامت حضرت مولانا سید اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ:

(۱۴۸) فرمایا مولانا اسمٰعیل صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ سفر حج کے لئے جہاز پر سوار ہوئے راستہ میں شیریں پانی جو پینے کے لئے تھا وہ ختم ہو گیا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت دعا فرما دیجئے کہ کہیں سے پانی مل جاوے (مثلاً راستہ میں کوئی جہاز مل جاوے جس سے پانی لے سکیں) فرمایا ہماری دعا تو بدون شیرینی نہیں چپکتی۔ لوگوں نے شیرینی کا وعدہ کیا۔ آپ نے دعا فرمائی تھوڑی

دیر میں دیکھا کہ سمندر سے ایک موج اٹھی تو آپ نے فرمایا جلدی جلدی اس سے پانی بھر لو لوگوں نے پانی بھر لیا۔ چکھا تو نہایت شیریں پانی تھا۔ سمندر کے اندر لوگوں کو شیریں پانی مل گیا۔ بڑی کرامت ہے۔

واقعہ ادائیگی امانت حضرت مولانا محمد منیر صاحب نانوتویؒ:

(۱۳۹) فرمایا۔ مولوی محمد منیر صاحب مدرسہ دیوبند کے مہتمم بھی رہے ہیں۔ ایک مرتبہ مدرسہ کی روداد چھپانے کے لئے دہلی گئے راستہ میں ڈیڑھ سو روپیہ کے نوٹ گم ہو گئے تو مدرسہ کے سب اراکین نے کہا کہ چونکہ امانت تھی اس لئے مدرسہ تاوان نہیں لے سکتا۔ مولوی صاحب نے کہا میں دوں گا۔ اس میں مولوی صاحب اور اراکین میں اختلاف ہوا۔ آخر فیصلہ یہ ہوا کہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا جاوے جو وہ فیصلہ کریں اس پر عمل کیا جاوے چنانچہ لکھا گیا۔ مولانا نے جواب تحریر فرمایا کہ مولوی صاحب پر ضمان نہیں ہے۔ مولوی محمد منیر صاحب اس پر بہت متغیر ہوئے اور کہا کہ مولانا رشید احمد صاحب نے یہ ساری فقہ میرے ہی واسطے پڑھی تھی۔ میں تو تب جانوں کہ اگر یہ روپیہ ان سے ضائع ہو جاتا تو اپنی چھاتی پر ہاتھ رکھ کر دیکھ لیں کہ وہ کیا کرتے مدرسہ میں داخل کرتے یا نہ کرتے یقیناً کرتے پھر مجھ کو کیوں روکتے ہیں۔ سبحان اللہ یہ کیسے مخلص حضرات تھے۔

اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کی امداد فرماتے ہیں:

(۱۴۰) فرمایا۔ ایک مرتبہ مولوی محمد منیر صاحب اور مولانا محمد قاسم صاحب ریل پر سوار ہوئے اور ایک فاحشہ عورت آ کر مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے برابر بیٹھ گئی مولانا نے منہ پھیر لیا اور مڑ گئے۔ مولوی

محمد منیر صاحب خوب ہنسے اور کہا اب تمہاری بزرگی کا پتہ چل جائے گا بھاگو کہاں بھاگتے ہو (باہم بے تکلفی بہت تھی) اتنے میں ایک ریلوے ملازم آیا اور کہا تو یہاں کیوں بیٹھی ہے یہ عورتوں کا کمرہ نہیں ہے۔ اس نے کہا ہم بھی مردوں کی طرح ہیں۔ اس نے کہا کھڑی ہو ورنہ چوٹی پکڑ کر باہر کر دوں گا۔ بس فوراً چلی گئی۔ اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کی اس طرح امداد فرماتے ہیں۔

واقعہ تعبیر خواب مولانا محمد منیر صاحب نانوتوی:

(۱۴۱) فرمایا۔ مولوی محمد منیر صاحب ایک وقت میں نوکری کے متلاشی تھے۔ اسی اثناء میں خواب دیکھا کہ بریلی کی طرف سے کچھ سفید بطخیں اڑ کر ان کے گھر آئی ہیں۔ یہ خواب حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کی خدمت میں بیان کیا۔ مولانا نے فرمایا کہ بتلاؤ اگر مٹھائی کھلانے کو کہو تو بیس روپیہ کا نوکر رکھا دیں ورنہ گیارہ روپیہ کا۔ کہا بہت اچھا مٹھائی کھلاؤں گا۔ فرمایا کہ بریلی میں بیس روپیہ کے نوکر ہو جاؤ گے۔ انہوں نے درخواست نوکری کی دے رکھی تھی۔ کچھ دن گذرے کہ اطلاع آگئی کہ درخواست منظور ہو گئی۔ بیس روپیہ کی جگہ تم کو دی گئی، مولوی صاحب نے مولانا سے دریافت کیا کہ یہ بیس اور گیارہ کا قصہ کیا تھا بط سے یہ تو سمجھ میں آگیا کہ حلال روزی ہے مگر بیس اور گیارہ کا پتہ نہیں چلا۔ مولانا نے فرمایا کہ لفظ بط اردو میں مخفف (بلا تشدید) ہے اور عربی میں مشدد اور (با) کے ۲ عدد ہیں اور (ط) کے ۹ ہیں تو اگر اردو کا لحاظ کیا جاوے تو گیارہ ہوتے ہیں اور عربی کا لحاظ کیا جاوے تو (ط) کی تکرار کے بعد بیس ہوتے ہیں۔

مفہوم من آنم کہ من دانم:

(۱۴۲) فرمایا ایک شخص نے کانپور میں عبدالرحمن خاں صاحب

• مالک مطبع نظامی کی مجلس میں کسی کی تعریف کرنے پر کہا کہ من آنم کہ من دانم۔ خانصاحب نے فرمایا کہ اس سے تو معلوم ہوا کہ آپ بہت بڑے آدمی ہیں۔ اس واسطے کہ اپنے آپ کو جانتے ہیں اور حدیث شریف میں ہے کہ من عرف نفسہ، فقد عرف ربہ، تو آپ نے اپنے رب کو جان لیا۔ عالم تو نہ تھے مگر بات بہت گہری نکالی۔

علوم سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم:

(۱۴۳) فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ ساری دنیا کی طرف مبعوث ہوئے ہیں۔ جن میں ہر قسم کے علماء فضلاء حکماء عقلاء موجود بھی تھے اور ہونے والے بھی تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علوم بھی ایسے عطاء فرمائے کہ سارے عالم کے اہل کمال کے دانت کھٹے کردیئے پھر طرفہ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے بڑے بڑے علوم کو بیان ایسی سہل عبارت میں فرمایا کہ دوسرا اس پر قادر نہیں۔

طاعون میں مکان بدلنا جائز ہے:

(۱۴۴) فرمایا۔ طاعون میں مکان بدل لے تو جائز ہے مگر شہر چھوڑ کر دوسرے شہر میں نہ جاوے۔ کیونکہ حدیث شریف میں لفظ بلد آیا ہے بیت نہیں آیا۔ اسی سلسلہ میں یہ بھی فرمایا کہ ظاہری طاعون میں تو لاعدوی ہے۔ مگر باطنی طاعون میں یعنی (لامذہبی) میں عدوی ہے۔ اب لوگ الٹا اعتقاد اور عمل کر رہے ہیں۔

مجلس قیل وقال:

(۱۴۵) ایک صاحب نے ایک مسئلہ کو مجلس میں دوبارہ دریافت

کیا۔ حالانکہ آسان بات تھی۔ جواب میں فرمایا کہ جو بات تمہاری سمجھ میں نہ آوے۔اس کو اپنے اساتذہ سے دریافت کرو یہ مجلس قیل وقال کی نہیں ہے۔

جمعہ فی القریٰ جائز نہیں:

(۱۴۶) فرمایا۔ میرا ارادہ تھا کہ ایک رسالہ احکام معاملات میں ایسا لکھوں کہ جن معاملات میں عوام ہیں اگر وہ صورتیں کسی مذہب میں بھی جائز ہوں تو اس کی اجازت دے دوں تا کہ مسلمانوں کا فعل کسی طرح سے تو صحیح ہو سکے۔ میں نے احتیاطاً اس کے بارہ میں حضرت مولانا گنگوہیؒ سے بھی دریافت کیا کہ ایسے مسائل میں دوسرے مذہب پر فتویٰ دینا جائز ہے۔ یا نہیں۔ تو حضرت نے بھی اجازت دے دی۔ مولانا بہت پختہ حنفی تھے مگر عوام پر شفقت بھی بہت تھی۔ پھر میں ایسا رسالہ تو نہیں لکھ سکا کیوں کہ میں نے اہل معاملہ سے سوالات جمع کرنے کی درخواست کی تھی کسی نے توجہ نہ کی مگر تاہم ایسے بعض بعض مسائل حوادث الفتاویٰ میں آگئے ہیں۔ اور یہ توسع معاملات میں کیا گیا دیانات میں نہیں اس میں کچھ اضطرار نہیں۔ اسی لئے جمعہ فی القریٰ میں محض ابتلاء عوام کے سبب ایسا توسع نہیں کیا۔ البتہ اگر حضرت امام شافعی کے قول پر احتیاط ہوتی تو فتویٰ دے دیتا مگر احتیاط حنفی مذہب میں ہے۔ کیونکہ جس مقام کے مصر اور قریہ ہونے میں اختلاف ہو اگر وہ مصر ہی ہو اور اس میں کوئی ظہر پڑھے تو فرض ذمہ سے ساقط ہو جائے گا گو کراہت ہو گی اور اگر وہ قریہ ہے اور وہاں جمعہ پڑھا تو جمعہ بھی نہ ہوا۔ اور ظہر بھی ساقط نہ ہوئی اس لئے ایسے مقام میں احتیاط ترک جمعہ ہی میں ہے۔ دوسرے یہ کہ ابتلاء بھی بدرجہ اضطرر نہیں کیونکہ لوگ چھوڑ سکتے ہیں۔ اگر جمعہ نہ پڑھیں تو کوئی تکلیف نہ ہو گی۔ بلکہ اور زیادہ آرام ہو گا۔ اذان زائد نہیں۔ خطبہ نہیں۔ ہاں مگر پیر جی اور مولوی جی کی آمدنی بند ہو

جائے گی۔

حکایت حضرت امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ:

(۱۴۷) فرمایا ایک دفعہ امام صاحبؒ اور امام ابو یوسفؒ شب کے وقت اونٹ پر سوار جا رہے تھے۔ سواری آرام کی تھی۔ دونوں سو گئے اور ایسے وقت آنکھ کھلی کہ نماز فجر کا وقت تنگ ہو گیا۔ جلدی جلدی اتر کر وضو کیا اور امام صاحب نے امام ابو یوسف کو امام بنا کر نماز پڑھی تو انہوں نے اپنے اجتہاد سے صرف فرض و واجب ادا کئے باقی سنن و مندوبات سب ترک کر دیئے۔ مگر ڈرے کہ شاید امام صاحب ناراض ہوں۔ جب سلام پھیرا تو امام صاحبؒ بہت خوش ہوئے اور فرمایا الحمد للہ یعقوبنا فقیہا۔(۱)

حضرت مولانا گنگوہیؒ کی صاف گوئی:

(۱۴۸) فرمایا۔ مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ بہت صاف گو تھے۔ میں نے ایک مسئلہ لکھا تو فرمایا غلط ہے۔ میں نے کہا مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی لکھا ہے۔ فرمایا جب انہوں نے لکھا تھا تو میں نے ان سے بھی کہدیا تھا کہ یہ غلط ہے۔ دوسرا واقعہ صاف گوئی کا یہ ہے کہ حاجی محمد اعلیٰ صاحب انبہٹوی کا قول کسی نے نقل کیا کہ وہ کہتے ہیں کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ کو سماع کی اجازت دے دی ہے۔ مولانا نے فرمایا یہ وہ غلط کہتے ہیں۔ وہ صحیح کہتے تو حضرت حاجی صاحب نے غلطی کی ہے۔ (وہ یہ کہ غیر جامع شرائط کو حسن ظن سے اہل خیال فرمالیا)

۱۔ الحمد للہ ہمارا یعقوب فقیہ بن گیا۔

اتباع سنت افضل ہے:

(۱۴۹) فرمایا حافظ ضامن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بعض بزرگوں کا قول ہے کہ ہر لقمہ پر اول میں بسم اللہ اور آخر میں الحمدللہ کہیں۔ پھر فرمایا کہ بہت اچھی بات ہے۔ مگر ہم کو تو یہی اچھا معلوم ہوتا ہے کہ سب کے اول میں بسم اللہ کہہ لیں اور سب کے آخر میں الحمدللہ کیوں کہ سنت میں یہی وارد ہے۔

توسّع بیعت حضرت حاجی صاحبؒ:

(۱۵۰) فرمایا حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بیعت میں زیادہ تنگی نہیں فرماتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ بیعت تو جانبین سے مصافحہ اور دستگیری ہے۔ قیامت کے روز پیر اور مریدمیں سے جو مرحوم ہو گا وہ مبغوض کو جنت کی طرف کھینچ لے گا اور مبغوض کے غلبہ کا احتمال نہیں۔ کیونکہ سبقت رحمتی علی غضبی (۱) آیا ہے۔ اس واسطے بیعت میں وسعت فرماتے تھے۔

نجدی اور تصوف:

(۱۵۱) فرمایا۔ نجدیوں کے تسلّط اور انتظام سے تو خوشی ہوتی ہے مگر تصوف کے متعلق ان سے طبیعت اکھڑ جاتی ہے گو ایک رسالہ میں انہوں نے لکھا ہے کہ ہم اس تصوف کے قائل ہیں جو کتاب و سنت کے موافق ہو۔ مگر حاصل تو اس تصوف کو بھی نہیں کرتے۔

۱۔ میری رحمت میرے غصہ پر غالب آگئی۔

حکایت حضرت شاہ سلیمان تونسویؒ:

(۱۵۲) فرمایا- حضرت شاہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کی حکایت ان کے سلسلہ کے ایک ثقہ راوی سے سنی ہے کہ ایک دفعہ جماعت مغرب کی اقامت ہو گئی اور اس وقت ایک شخص نے بیعت کی درخواست کی تو آپ نے جماعت چھوڑ کر اس کو بیعت کیا- اس میں غالباً ایک رکعت جاتی رہی- ان کے مرید علماء بھی تھے- ان کو شیخ کے اس فعل پر اعتراض ہوا- آخر دریافت کیا تو فرمایا کہ میرے ساتھ حق تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ جو تم سے بیعت ہو گا وہ نجات پائے گا اس واسطے میں نے جلدی کی کہ نماز سے فراغت تک کیا معلوم کون مرے کون زندہ رہے- مگر اس کو غلبۂ حال پر محمول کرنا پڑے گا- شریعت میں ایسے واردات حجت نہیں- جس سے جماعت سے تخلف (۱) کی اجازت ہو-

سب سے زیادہ محبت صوفیاء سے ہے:

(۱۵۳) فرمایا- مولوی محمد اسحٰق صاحب بردوانی نے مجھ کو لکھا کہ مجھ کو سب سے زیادہ محبت محدثین سے ہے پھر فقہاء سے پھر صوفیہ سے- میں نے کہا ہماری محبت کی ترتیب اس سے بالکل بالعکس ہے سب سے زیادہ صوفیہ سے کہ وہ اہل محبت ہیں- پھر فقہا سے کہ وہ عاقل اور منتظم بڑے ہیں- پھر محدثین سے کیونکہ اگر یہ حدیث نہ جمع کرتے تو فقہاء عقل و انتظام کس بناء پر صرف کرتے-

---

۱- مخالفت

امام اعظم کے مجتہد اعظم ہونے کا ثبوت:

(۱۵۴) فرمایا- غیر مقلدین کہتے ہیں کہ امام صاحب کو ۱۷ حدیثیں پہنچی ہیں- میں کہتا ہوں کہ اگر اس سے بھی کم پہنچتیں تو امام صاحب کا اور زیادہ کمال ظاہر ہوتا کیونکہ جو شخص علم حدیث میں اتنا کم ہو اور پھر بھی وہ جو کچھ کہے اور لاکھوں مسائل بیان کرے اور وہ سب حدیث کے موافق ہوں تو اس کا مجتہد اعظم ہونا بہت زیادہ مسلم ہو گیا- یہ ابن خلکان مؤرخ کی جسارت ہے ورنہ صرف امام محمد صاحب کی وہ احادیث جو وہ اپنی کتابوں میں امام صاحب سے روایت کرتے ہیں دیکھو صدہا ملیں گی-

صوفیاء کرام بڑے حکیم ہوتے ہیں:

(۱۵۵) فرمایا- حضرات صوفیائے کرام بڑے حکیم ہوتے ہیں گویا جمع بین الضدین کر دیتے ہیں- جس پر بجز حکیم کے کوئی قادر نہیں- حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک شخص ہدیہ لایا تو فرمایا کہ ہدیہ شاہد محبت ہوتا ہے- اب اس سے ظاہراً غرباء کی دل شکنی ہوتی تھی جن کو ہدیہ پیش کرنے کی توفیق نہیں ہوتی- آگے اس کی بھی اصلاح فرما دی- اور فرمایا کہ اگر محبت کامل ہو جاوے تو پھر شاہد کی ضرورت نہیں رہتی-

گستاخی کی سزا:

(۱۵۶) فرمایا- ایک شخص نے بذریعہ خط دریافت کیا کہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ کے وظیفہ کا کیا حکم ہے- آگے عبارت گستاخانہ تھی کہ اس کا حکم آپ کو کہاں تک معلوم ہے- جواب لکھا کہ حکم سے مراد کیا ہے منصوص یا مستنبط وہ اس سوال کے چکر سے مدت تک بھی نہیں نکل سکتا تھا یہ

اس کی گستاخی کی سزا تھی۔

داڑھی منڈانے کی وعید میں وعظ:

(۱۵۷) فرمایا۔ ایک دفعہ وعظ کہنے کا ارادہ کیا خطبہ پڑھا مگر کوئی مضمون ذہن میں نہ آیا۔ لوگوں کی طرف جو دیکھا تو ایک داڑھی منڈا نظر آیا۔ بس مضمون ذہن میں آگیا۔ میں نے کہا ماشاء اللہ آپ لوگوں کی شکل دیکھ کر مضامین یاد آتے ہیں۔ پھر وعظ میں اسی کے متعلق زیادہ مضمون بیان کیا۔

اسی طرح ڈھاکہ میں شہر سے دور نواب صاحب کے باغ میں وعظ کہا تو وہاں زیادہ تر نواب صاحب کے خاندان کے داڑھی منڈے تھے۔ میں نے کہا صاحبو! یہ تو مجھے امید نہیں کہ تم میرے کہنے سے داڑھی منڈوانا چھوڑ دو گے مگر اتنا تو کر لیا کرو کہ ہر روز سوتے وقت یہ خیال کر لیا کرو بلکہ یہ کلمات زبان سے بھی چپکے چپکے حق تعالیٰ سے عرض کر لیا کرو کہ اے اللہ یہ کام بہت بُرا ہے۔ اے اللہ ہم بڑے نالائق ہیں۔ اے اللہ ہم بڑے خبیث ہیں۔ غرض اپنے آپ کو خوب ملامت کیا کرو۔ اس سے بہت فائدہ ہو گا اور بہت جلد خود داڑھی رکھوا لو گے۔

تنقید کرنا سب سے آسان ہے:

(۱۵۸) فرمایا کہ کیرانہ میں ایک تعلیم یافتہ نے کہا کہ آپ کی کتابیں نہایت مفید ہیں مگر زبان ذرا عام فہم اور سلیس لکھا کریں میں نے کہا آخر ان کتابوں میں آپ کی نظر میں کچھ مضامین ایسے بھی ہوں گے کہ آپ ان کو سمجھ سکتے ہیں اور دیہاتی لوگ نہیں سمجھ سکتے (اس کا کیا انکار کرتے) سو آپ کسی طریق سے ذرا ان کو ایسا سہل کر دیں کہ دیہاتی بھی سمجھ جائیں پھر اسی طریق سے بقیہ کو

میں سہل کر دوں گا بس پھر کیا تھا خاموش ہو گئے بس یہ لوگ کہنے کے لئے ہیں کرنا پڑے تو معلوم ہو۔

چندہ مانگنے میں وقعت نہیں:

(۱۵۹) (ایک خط پڑھ کر) فرمایا کہ ایک مولوی صاحب ہیں اور مہتمم مدرسہ بھی ہیں یہ ان کا خط ہے لکھتے ہیں کہ میں بھی مقروض ہو گیا اور مدرسہ میں بھی کچھ نہیں رہا۔ آپ رنگون اور کانپور خط لکھ دیجئے کہ لوگ مدرسہ میں روپیہ داخل کر دیں۔ میں نے جواب یہ لکھا کہ جس مدرسہ کے کام میرے ذمہ ہے اس کے لئے بھی میں نے کبھی نہیں لکھا اور اس کے مفاسد دیکھ کر نہ میں اس کو جائز سمجھتا ہوں۔ میں تو کہتا ہوں کہ ملازمین مدرسہ سے پہلے ہی کہدے کہ ہم تنخواہ کے ذمہ دار نہیں۔ اس طرح اگر جی چاہے کام کرو۔ اگر آگیا تو دیدیں گے ورنہ ہم سے طلب نہ کرنا اور اگر یہ انتظام نہ ہو سکے تو مدرسہ بند کر دیں۔ ایسے مدرسہ ہی کی کچھ ضرورت نہیں ہے۔ جتنا کام خود ہو سکے تم اسی کے مکلف ہو اور اگر میں ایسے خطوط لکھنے لگوں تو جن معتقدین کو خطوط لکھنے کی فرمائش کی جاتی ہے ان میں سے ایک بھی معتقد نہ رہے۔ یہ سب اعتقاد اسی وقت تک ہے جب تک معلوم ہے کہ یہ کسی قسم کی درخواست نہیں کرتا۔ جامع نے عرض کیا کہ حضرت والا کے معتقدین تو ایسے نہیں ہیں۔ فرمایا مولانا فضل الرحمن صاحبؒ کے لوگ بیحد معتقد تھے۔ اتنے شاید ہی کسی کے ہوں ان سے ایک عرب خط لکھوا کر کانپور کے ایک وکیل کے پاس لائے۔ مولانا نے لکھ دیا تھا کہ اس کو دس روپیہ سے کم نہ دینا۔ وکیل صاحب حالانکہ بہت معتقد تھے اور مالدار بھی تھے۔ مگر پہلے تو یہ عذر کیا کہ یہ خط مولانا کا نہیں ہے حالانکہ یقیناً مولانا کا خط تھا۔ جب اس پر بھی اس نے پیچھا نہ چھوڑا تو نوکر سے کہدیا کہ جب یہ شخص آوے اس کو اندر نہ آنے دو۔

یہ قدر کی۔

کیا معتکف کو مسجد میں ریح خارج کرنے کی اجازت ہے:

(۱۶۰) فرمایا۔ معتکف کو مسجد میں ریح خارج کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ مسجد سے باہر چلا جاوے۔ جیسے پائخانہ کے لئے جاتا ہے۔ ایک مولوی صاحب نے فرمایا کہ قاضیخان میں لکھا ہے کہ اختلاف ہے۔ پھر کتاب لائے اور دیکھا ایک قول میں اجازت تھی دوسرے قول میں ممانعت تھی جس کو قاضیخان نے اصح لکھا تھا۔ ہنس کر فرمایا کہ قول دو ہیں ایک یُخرِجُ (من الاخراج الریح فی المسجد) دوسرا یَخرُجُ (من الخروج المعتکف الیٰ خارج المسجد)

برق ورعد معاً حادث ہوتے ہیں:

(۱۶۱) (بہت زور سے بارش ہو رہی تھی یکایک برق چمکی اور بادل گرجا تو لوگ ڈر گئے) فرمایا۔ برق ورعد (۱) دونوں معاً حادث (۲) ہوتے ہیں۔ مگر برق اول محسوس ہوتی ہے کیونکہ روشنی کی رفتار سریع (۳) ہے اور رعد بعد میں کیونکہ آواز کی رفتار بطی (۴) ہے اور آواز کے وقت ڈرنا نہ چاہیے کیونکہ بجلی جہاں گرنی ہوتی ہے آواز سے پہلے گر چکتی ہے آواز بعد میں آتی ہے اور بطور عبرت کے یہ فرمایا کہ یہ تو اللہ کی ایک مخلوق ہے جس کی ہیبت (۵) کی تم کو برداشت نہیں۔ خود اللہ تعالیٰ کی ہیبت کتنی ہونی چاہیے۔

۱۔ بجلی اور بادل کی گرج۔ ۲۔ واقع ہونا۔ ۳۔ تیز۔ ۴۔ سست۔ ۵۔ رعب، دبدبہ

دوسروں کے گد گدانے سے ہنسی کیوں آتی ہے:

(۱۶۲) فرمایا۔ تجربہ کاروں سے سنا ہے کہ بندوق میں جب شکار کو لگے تو اس کی آواز اور ہوتی ہے اور جب نہ لگے تو اور طرح کی ہوتی ہے۔ اس کی وجہ آج تک سمجھ میں نہیں آئی۔ اسی طرح یہ بھی سمجھ میں نہیں آیا کہ اگر آدمی خود اپنے ہاتھ سے اپنے بدن کو گد گداوے تو ہنسی نہیں آتی اور اگر دوسرا گد گدائے تو بہت ہنسی آتی ہے حالانکہ دغدغہ دونوں میں ہے۔ اس کی معقول وجہ کوئی عقل سے بتلا نہیں سکتا الا ماشاء اللہ۔

ایک مجذومہ عورت کی حکایت:

(۱۶۳) فرمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک مجذومہ عورت خانہ کعبہ کا طواف کر رہی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یا امتہ اللہ اقعدی فے بیتک ولا تؤ ذی الناس یعنی جا گھر بیٹھ لوگوں کو تکلیف مت دے، بعد مدت وہ پھر آئی اور طواف کرتی ہوئی پائی گئی کسی نے اس سے کہا۔ ابشری فان الرجل قد مات۔ یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو تجھ کو منع کرتے تھے وہ فوت ہو گئے تو خوش ہو کہ اب کوئی منع کرنے والا نہیں ہے۔ اس نے اسی وقت طواف ختم کر دیا اور کہا کہ وہ شخص ایسا نہ تھا کہ زندگی میں تو اس کی اطاعت کی جاوے اور موت کے بعد اس کی مخالفت کی جاوے اور گھر چلی گئی۔ وہ یہ سمجھی تھی کہ وہ زندہ ہوں گے تو ڈانٹ دیں گے۔

وہابی اور بدعتی کا مفہوم:

(۱۶۴) فرمایا۔ مولوی فیض الحسن صاحب نے وہابی اور بدعتی کی تعریف کی تھی۔ وہابی کی تعریف کی بے ادب با ایمان اور بدعتی با ادب بے

ایمان (فرمایا) پہلے لوگ اچھے تھے صورۃً بدعتی تھے حقیقتاً بدعتی نہ تھے بلکہ مخلص تھے۔

سیر الی اللہ اور سیر فی اللہ کا مفہوم:

(۱۶۵) (ایک اہل علم نے دریافت کیا کہ سیر الی اللہ اور سیر فی اللہ کے کیا معنی ہیں) فرمایا۔ یہ اصطلاحی الفاظ ہیں۔ سیر الی اللہ کا مطلب مقامات کا حاصل کرنا ہے۔ جس کا دوسرا عنوان اخلاق کی دوستی ہے مثلاً صبر، توکل، رضا وغیرہ اور سیر فی اللہ کا مطلب یہ ہے کہ اس میں رسوخ و ترقی حاصل کرنا۔ بعینہ اس کی یہ مثال ہے کہ جیسے ایک درسیات کا پڑھنا پھر پڑھنے کے بعد اس میں تبحر حاصل کرنا تبحر کی حالت میں مضامین کثرت کے ساتھ منکشف ہوں گے اور درس و تحصیل کے زمانہ میں اس قدر نہیں ہوتے۔

ماہوار رسالہ جاری کرنے سے منع فرمایا:

(۱۶۶) فرمایا۔ ایک شخص نے میرے نام ایک ماہوار رسالہ جاری کرنا چاہا۔ جو میرے مذاق کے خلاف ہے۔ میں نے ان کو لکھا ہے کہ میں اس مذاق کا نہیں کسی قدر دان کے پاس روانہ کریں۔

حضرت پیران پیر خود کون سا وظیفہ پڑھتے تھے:

(۱۶۷) فرمایا۔ یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ کے وظیفہ میں میں یہ کہتا ہوں کہ وہ وظیفہ پڑھو جس کو پڑھ کر شیخ عبد القادر جیلانی اس درجہ کو پہنچے کہ ان کے نام کا وظیفہ پڑھا جاتا ہے اور کیا شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ خود بھی یہی وظیفہ پڑھ کر کامل ہوئے تھے؟ یا وہ دوسرا وظیفہ تھا۔ یقیناً انہوں نے یہ نہیں پڑھا۔ دوسری بات یہ ہے کہ شیخ عبد القادر جیلانیؒ کو آیا اس کا احساس

ہوتا ہے یا نہیں کہ لوگ مجھ کو پکارتے ہیں۔ دوسری صورت میں تو پکارنا لغو ہی فعل ہوا۔ اور اول صورت میں تو ان کو بڑی پریشانی ہوتی ہو گی (کہ کس کس کی امداد کروں کس کس کی نہیں) پھر مزاحاً فرمایا کہ اگر وہ ایسی امداد کریں جیسی ایک شخص ہر دلعزیز نے دو آدمیوں کی امداد کی تھی وہ حکایت یوں ہے کہ دو شخص دریا کے کنارے پر تھے ایک اس پار ایک اس پار ہر دلعزیز نے سوچا کہ دونوں کی امداد واجب ہے مگر جس کو اول پار اتاروں گا ترجیح بلا مرجح لازم آئے گی مگر چونکہ قریب والا زیادہ مستحق ہے۔ اس لئے اس کو پہلے لے چلو۔ چنانچہ اس کو کندھے پر لیکر چلا جب بیچ دھار میں پہنچا تو خیال کیا کہ جس قدر اس کو لایا ہوں اسی قدر اس کو بھی لاؤں پھر اس کو لیجاؤں اس کو درمیان میں چھوڑ کر اس کو لانے گیا یہ لگا ڈوبنے۔ اب اس دوسرے کو چھوڑ کر اول کو پکڑنے چلا وہ ڈوب چکا تھا۔ جب اس کے پاس سے لوٹ کر آیا تو دوسرا بھی ڈوب چکا تھا۔ سو اگر حضرت شیخ ان کی ایسی ہی امداد کریں تو لوگ امداد چاہنے سے باز آئیں۔

ایک بزرگ کی کرامت:

(۱٦۸) فرمایا۔ ایک بزرگ کسی حجام سے حجامت بنوا رہے تھے اسی اثناء میں ایک قافلہ حضرت شاہ مدارؒ کے مزار کی طرف جاتا ہوا معلوم ہوا۔ حجام حجامت چھوڑ کر اٹھا کہ میں بھی جاتا ہوں ورنہ قافلہ سے پیچھے رہ جاؤں گا۔ ان بزرگ نے کہا کہ حجامت تو پوری کردے اس نے کہا نہیں۔ بزرگ نے کہا اگر تو حجامت پوری کردے تو تیری شاہ مدار صاحبؒ سے ملاقات کرا دوں گا۔ وہ مان گیا۔ ان بزرگ نے اس کو ایک خط لکھدیا اور فرمایا کہ ایک شخص مزار کی فلاں سمت پر اس شکل وصورت کے ہوں گے یہ خط ان کو دے دینا۔ غرض حجام وہ خط لیکر گیا اور وہ بزرگ اس مقام پر اس شکل میں متمثل ہو کر اس کو ملے اس نے خط دے

دیا۔ انہوں نے کہا کل اس کا جواب لے لینا چنانچہ اگلے روز انہوں نے جواب حوالہ کر دیا۔ یہ حجام واپس آیا اور خط ان بزرگ کو سپرد کر دیا تو وہ اس خط کو پڑھ کر ہنسے حجام نے وجہ پوچھی۔ فرمایا وہی شاہ مدار تھے میں نے ان کو لکھا تھا کہ اتنے لوگ تمہارے مزار پر آتے ہیں اور گمراہ ہوتے ہیں۔ تم ان کو کیوں نہیں روکتے انہوں نے اس کا جواب دیا ہے کہ تم سے ایک حجام تو رک نہیں سکا میں اتنوں کو کیسے روکوں۔

صحابیؓ ہونے کے لئے شرط:

(۱۶۹) فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک بھی متمثل ہو سکتی ہے۔ مگر ایسی حالت میں زیارت کرنے والا صحابی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ صحابی ہونے کے لئے یہ شرط ہے کہ جسم ناسوتی سے ملاقات ہو اور یہ جسم مثالی ہے۔

تابعی ہونے کے لئے شرط:

(۱۷۰) فرمایا۔ حضرت شاہ اہل اللہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے جس جن کو دیکھا تھا وہ جن صحابی تھے۔ میں نے مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا تھا کہ ان کو دیکھ کر شاہ اہل اللہ صاحبؒ تابعی ہوئے یا نہیں فرمایا نہیں۔ کیونکہ تابعی ہونے کے لئے اس قرن میں ہونا شرط ہے۔ جیسا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے (۱) ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَہُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَہُمْ۔ اسی سلسلہ میں یہ بھی فرمایا کہ یہ جسم مثالی کی رویت ان ظاہری آنکھوں سے نہیں ہوتی بلکہ باطنی آنکھوں سے ہوتی ہے مگر چونکہ دونوں میں

۱۔ پھر وہ لوگ جو اس کے بعد میں ہوں گے۔

اتصال و تطابق ہو جاتا ہے اس لئے دیکھنے والے کو پتہ نہیں لگتا۔ وہ یہی سمجھتا ہے کہ ان ظاہری آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں حالانکہ اس سے نہیں دیکھتا۔ علامت اس کی یہ ہے کہ اگر اس وقت ان آنکھوں کو بند کرے تو بھی یہ دیکھ لے گا۔ اسی طرح برزخ کی اور ناسوت کی غذا میں بھی فرق ہے۔ کیونکہ اس غذا میں فضلہ نہیں ہوتا جیسا دنیاوی غذا میں ہوتا ہے۔ یہاں بھی بعض ایسی غذائیں ہیں کہ ان میں بہت تھوڑا سا فضلہ ہوتا ہے۔ وہاں کی غذا میں بالکل فضلہ نہ ہوگا۔ اس اصل سے ایک حدیث بھی حل ہو جاتی ہے وہ یہ کہ حدیث میں ہے کہ اہل جنت کا اول طعام زمین کی روٹی ہو گی۔ اس میں اشکال ہوتا ہے کہ پتھر مٹی ریت کیسے کھائیں گے سو مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جیسے یہاں آٹے کو چھان کر مغز نکال لیتے ہیں اسی طرح وہاں زمین کو چھان کر اس کا جوہر نکال لیں گے اور یہ انگور وغیرہ سب پھل زمین ہی کے تو جوہر ہیں۔ بس قدرتی غربال سے یہ جوہر نکال کر اس کی روٹی کھلائیں گے جیسے یہاں بعض جگہ میووں کی روٹی پکتی ہے۔ باقی حکمت اس میں کیا ہے وہ یہ ہے کہ بعض زاہد یا عاشق لوگوں نے بہت سی نعمتیں دنیا میں نہیں کھائیں۔ تارک لذات رہے تو ان کو جنت کے کھانوں کی پوری قدر نہ ہوتی۔ اگر دنیاوی طعام نہ چکھے ہوتے۔ اب اس سے ان کو فرق معلوم ہو گا کہ دنیا کے طعام کی یہ لذت ہے اور جنت کے طعام کی یہ۔ سو اصل مقصود تو ان تارکین کو کھلانا ہے۔ مگر جب تارکین لذات کو کھلا دیں گے تو تبعاً و تطفلاً دوسروں کو بھی مل جاوے گی۔

تاخیر بیعت میں نفع:

(۱۷۱) ایک خط بدیں مضمون بمبئی سے آیا کہ آپ نے مجھ کو داخل سلسلہ کر لیا۔ اس سے مجھ کو بہت مسرت حاصل ہوئی گویا ہفت اقلیم کی

بادشاہت مل گئی۔ جس وقت حضور کا ارشاد پہنچا میں نے غسل کیا اور شکرانہ ادا کیا اور رویا پھر درود شریف پڑھا حتیٰ کہ کچہری کا وقت آگیا آہ اس پر فرمایا تاخیر بیعت میں یہ فائدہ ہے کتنی قدر کر رہا ہے۔ دوسرے اگر فوراً بیعت کر لیتا تو ساری عمر یہ خیال رہتا کہ کہیں پھر نہ جاوے جو لوگ مجھ کو بیعت میں عجلت کا مشورہ دیتے ہیں وہ دیکھ لیں کہ فائدہ کس میں ہے۔ اگر شروع ہی میں ہم اس کو لے لیں تو پھر اس کی کبھی اصلاح نہ کر سکیں گے جب اصلاح کا قصد ہو گا تو وہی احتمال ہو گا کہ کہیں اس کو وحشت نہ ہو جاوے نہ داڑھی کٹانے سے رکے نہ سود سے رکے کیونکہ وحشت ہو جاوے گی تو پھر فائدہ بیعت کا کیا ہوا۔

بیعت کو شرط نفع سمجھنا بدعت ہے:

(۱۷۲) فرمایا۔ بیعت کے بارہ میں لوگوں کے عقائد بہت خراب ہو گئے ہیں۔ اس کی نسبت تو یہ عقیدہ ہے کہ بدون اس کے فائدہ ہی نہیں ہوتا اور یہ عقیدہ بدعت ہے۔ اور کوئی تو بیعت کو شرط نفع سمجھتا ہے۔ اور بعض جاہل علت نفع کی سمجھتے ہیں۔ اس لئے بیعت کے بعد کوئی کام نہیں کرتے۔ الحمدللہ اس بدعت کی اصلاح تو کر دی گئی (فرمایا) بس بدعت لوگوں کے نزدیک صرف تین چار ہیں فاتحہ، نیاز، عرس وغیرہ جس طرح گناہ دو چار ہیں زنا چوری شراب خوری جوا، باقی سب جائز۔

بدعت مٹانے کا طریق:

(۱۷۳) فرمایا۔ میں تو احباب سے کہا کرتا ہوں کہ بدعت مٹانے کے لئے بدعت سے مت رو کو پیر جیوں کو جو بدعت میں آمدنی ہوتی ہے اس سے روک دو یعنی ان رسوم میں ان کو کچھ مت دو اس سے بدعت خود بخود رک جائے گی۔

بیعت کی حقیقت:

(۱۷۴) فرمایا۔ سلف کے زمانہ میں بیعت کے وقت مصافحہ تھا۔ بعد میں بعض خلفاء کے زمانہ سے مشائخ نے بیعت کے وقت مصافحہ ترک کر دیا تھا۔ کیونکہ خلفاء بھی مصافحہ سے بیعت لیتے تھے۔ اس لئے اس میں بغاوت کا شبہ ہوتا تھا۔ اسی واسطے اس زمانہ میں بیعت کا ذکر کتابوں میں اس طرح آتا ہے صحب فلاں فلاناً اور بایع فلاں فلاناً نہیں آتا۔ بیعت کی حقیقت مرید کی طرف سے التزام طاعت اور شیخ کی طرف سے التزام تعلیم ہے۔ ہاتھ پر ہاتھ رکھنے میں کیا رکھا ہے اگر کسی کو ایسا ہی شوق ہو تو یوں کرے کہ اعمال میں طاعت کرنا شروع کر دے اور جو بات دریافت طلب ہو وہ دریافت کرتا رہے اور پھر کبھی ملاقات کا اتفاق ہو تو مصافحہ کر لے۔ بس سب باتیں جمع ہو گئیں۔ یعنی مصافحہ اور تعلیم اور رسمی بیعت۔

عید کا مصافحہ:

(۱۷۵) فرمایا۔ عید کا مصافحہ میں ابتداءً تو نہیں کرتا۔ لیکن دوسرے کی درخواست پر کر بھی لیتا ہوں۔ مگر مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نہیں کرتے تھے۔ کیونکہ بدعت ہے، میں مغلوب ہو جاتا ہوں۔

جنازہ کی جانماز جزو کفن نہیں:

(۱۷۶) فرمایا۔ جنازے کی جانماز شاید اس وجہ سے مروج ہوئی ہے کہ اس بہانہ سے جنازہ تو پڑھا دیا کریں مگر اب گویا جزو کفن بن گئی ہے۔ شروع شروع میں یہاں خانقاہ میں ایک امام الدین مؤذن تھا وہ جانماز لے لیتا تھا۔ میں نے اس کو منع بھی نہیں کیا کہ غریب ہے حالانکہ جی یہی چاہتا تھا کہ نہ لے تو اچھا

ہے ایک دفعہ وہ خود بیمار ہو گیا اور اس کو مردے بکثرت نظر آنے لگے تو وہ یہ سمجھا کہ یہ وہی مردے ہیں جن کی جا نمازیں لی ہیں۔ پھر وہ لوگوں سے خود کہنے لگا کہ میں نہیں لیتا۔ پھر لوگوں نے یہاں جا نماز لانا ہی بند کر دیا۔

جنازہ پڑھانے کے لئے جا نماز ضروری نہیں:

(۱٧٧) فرمایا ایک مرتبہ نو عمری کے زمانہ میں قصبہ کیرانہ گیا ایک جنازہ پڑھانے کا اتفاق ہوا۔ میں نے پوچھ لیا جا نماز کہاں ہے تو ایک آدمی بولا کہ بس تو پھر ہم لوگوں کے لئے ایک تھان کی ضرورت ہو گی مطلب یہ تھا کہ اگر امام کے لئے جا نماز کی ضرورت ہے تو مقتدیوں کے لئے بھی ضرورت ہو گی۔ اور تھان کے بغیر کام نہ چلے گا۔ میں شرمندہ ہوا اور سبق ملا۔

کٹوری کی رسم:

(۱٧٨) فرمایا۔ یہاں کے لوگ بہت ہوشیار ہیں۔ ایک مرتبہ حجاموں نے جمع ہو کر ایک حجام کے واسطے مجھ سے کہلا بھیجا کہ ہم کو یہاں رہنے دو گے یا نہیں۔ میں نے کہا یہ کیوں کہا ایک شخص نے عقیقہ میں کٹوری کی آمدنی ہم کو دے کر واپس لے لی کہ مولوی صاحب نے منع کیا ہے۔ میں نے کہا یہ میں نے نہیں کہا کہ دیکر واپس کر لو۔ البتہ یہ کہتا ہوں کہ کٹوری کی رسم مت کرو اپنے گھر سے دو۔

حضرات سادات و بنی ہاشم کو زکوۃ حرام ہونے میں حکمت:

(۱٧٩) فرمایا۔ حضرت سادات و بنی ہاشم کے واسطے زکوۃ حرام کر دی گئی۔ اس میں بڑی دینی مصلحت ہے۔ مگر اب لوگوں نے اس کے جائز کرنے کی کوشش کی ہے۔ ابو عصمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں

نے امام صاحب سے جواز نقل کیا ہے۔ مگر ابو عصمہ خود ضعیف ہیں مجوزین اس سے بھی تمسک کرتے ہیں کہ ان کے لئے خمس مقرر کیا گیا تھا۔ بجائے زکوۃ کے، سو اب چونکہ خمس الخمس نہیں رہا اس واسطے زکوٰۃ جائز ہے۔ مگر خمس الخمس ملنا علت نہیں ہے۔ حرمت زکوٰۃ کی کہ اس کے ارتفاع سے حکم مرتفع ہو جاوے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ استحقاق خمس کی وجہ سے ان پر زکوٰۃ حرام ہے۔ سو استحقاق اب بھی ہے یہ تو بعض ائمہ کے مذہب پر ہے جو اس استحقاق کے قائل ہیں اور امام صاحب کے نزدیک خمس الخمس کا استحقاق باقی نہیں ان کے مسلک پر یہ جواب ہے کہ یہ استحقاق علت نہ تھی بلکہ حکمت تھی اور حکمت کے ارتفاع سے حکم مرتفع نہیں ہوتا۔

بعض صورتوں میں ذکر و شغل مضر ہے:

(۱۸۰) فرمایا۔ بعض لوگ کہتے ہیں۔ بیعت کر لو اللہ کے ذکر سے برکت ہو جاوے گی۔ میں کہتا ہوں یہ غلط ہے بدون اصلاح بعض اوقات ذکر و شغل مضر بھی ہوتا ہے وہ اس طرح سے مثلاً ایک شخص جب تک ذکر نہیں کرتا تھا تب تک اس میں تواضع تھی اپنے کو عامی سمجھتا تھا اب ذکر شروع کیا تو تکبر پیدا ہو گیا۔ وہ سمجھ گیا کہ میں بزرگ ہوں اور یہ بڑی بیماری ہے۔

دلائل الخیرات کی اجازت طلب کرنے میں فاسد نیت:

(۱۸۱) فرمایا بعضے لوگ جو بزرگوں سے دلائل الخیرات وغیرہ کی اجازت طلب کرتے ہیں۔ اس میں بھی فساد نیت ہوتا ہے وہ یہ کہ یہ سمجھتے ہیں کہ بغیر اجازت برکت نہ ہو گی۔ حالانکہ اس کی کوئی دلیل نہیں شروع میں اجازت کی بنا غالباً یہ معلوم ہوتی ہے کہ الفاظ درست کرانے کی یہ ایک ترکیب تھی کہ

اجازت لو پھر اجازت میں سن لیتے تھے تا کہ الفاظ درست ہو جائیں۔ اگر کوئی مجھ سے دلائل الخیرات کی اجازت لیتا ہے تو عقیدہ مذکورہ کی تصحیح کے ساتھ یہ بھی کہہ دیتا ہوں کہ جہاں یہ عبارت آوے قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کو چھوڑ دیا کرو کیونکہ اس میں بعض احادیث ثابت نہیں گو ان کا مضمون درست ہے۔ اس سلسلہ میں فرمایا کہ صوفیوں کی حدیثیں اکثر ضعیف ہوتی ہیں۔ کیونکہ ان میں حسن ظن کا غلبہ ہوتا ہے۔ جس سے سنا یہ حدیث ہے۔ مان لیا پھر نقل بھی کر دیا ان کے مضامین تو صحیح ہوتے ہیں مگر الفاظ ثابت کم ہوتے ہیں۔

سماع کی حرمت لغیرہ ہے:

(۱۸۲) فرمایا۔ سماع کی حرمت لغیرہ ہے بعینہ صوفیہ لغیرہ کہتے ہیں اس لئے وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ غیر جب نہ ہو تو مباح ہے اور فقیہہ چونکہ منتظم ہیں۔ اس لئے انہوں نے سرے سے منع کر دیا اب احوط یہ ہے کہ عمل میں تواشد پر عمل کرے یعنی خود سماع نہ سنے اور دوسرے لوگوں سے معاملہ کرنے میں ارفق پر عمل کرے۔ یعنی ان کو سخت نہ پکڑے۔ باقی آج کل جو اکثر لوگ جس طرح سنتے ہیں یہ تو کسی طرح درست نہیں۔ سعدی علیہ الرحمۃ بھی وہی فیصلہ صوفیہ کا نقل فرماتے ہیں

سماع اے برادر بگویم کہ چیست
مگر مستمع رابدانم کہ کیست

اگر مرد لہوست و بازی ولاغ
قوی ترشود جوش اندر دماغ

گراز برج معنی بود سیراد
فرشتہ فرو ماندازسیراد

اسی طرح مولانا گنگوہی علیہ الرحمۃ نے ایک سوال کا فیصلہ فرمایا کہ اختلاف محل سے جواب مختلف ہو گیا۔ کسی نے پوچھا تھا کہ قبروں سے فیض ہوتا ہے یا نہیں۔ مولانا نے فرمایا فیض کون حاصل کرتا ہے۔ اس سائل نے کہا مثلاً میں فرمایا نہیں ہوتا۔ مطلب یہ کہ اہل کو ہوتا ہے نااہل کو نہیں ہوتا۔ سبحان اللہ! کیا خوب جواب عطا فرمایا۔

جدہ کے معنی:

(۱۸۳) فرمایا حضرت حوا کی قبر مکہ معظمہ میں جبل ابو قبیس کے پاس ہے جدہ میں نہیں ہے۔ جدہ کے اصل میں معنی ہیں طریق واسع فی الجبل اور اس میں جیم مضموم ہے۔ اس لفظ کو لوگوں نے جیم مفتوح سے بنا کر یہ گھڑ لیا کہ وادی حوا کی قبر کی وجہ سے اس کا نام جدہ ہے۔

بعض طبائع سماع سے بہت متاثر ہوتے ہیں:

(۱۸۴) فرمایا۔ بعض طبائع سماع سے بہت ہی متاثر ہوتے ہیں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ اجمیر میں تھے راستے میں جا رہے تھے ایک دوکان میں سے دھان کوٹنے کی آواز آئی۔ آواز کچھ ایسے تناسب سے تھی کہ مولانا بے چین ہو گئے شاید گر بھی گئے۔

طریق تصوّف کا حاصل:

(۱۸۵) فرمایا۔ الہ آباد میں ایک صوفی شخص نے جو کہ صاحب سماع تھے مجھ سے سماع کے متعلق پوچھا۔ میں نے کہا کہ میں تم سے علمی مناظرہ نہیں کرتا۔ ایک وجدانی بات دریافت کرتا ہوں یہ بتلاؤ کہ طریق تصوف کا حاصل کیا ہے۔ کہا مجاہدہ یعنی نفس کی مخالفت کرنا۔ میں نے کہا اب دوسرا مقدمہ وجدانی

یہ ہے کہ تمہارا نفس سماع کی طرف مائل ہے یا نہیں کہا ہاں۔ میں نے کہا اب بتلاؤ کہ مجاہدہ تم کرتے ہو یا ہم۔ صوفی ہم ہوئے کہ جی چاہتا ہے مگر نہیں سنتے یا تم کو جب دل چاہا سن لیا۔ انہوں نے کہا یہ مسئلہ آج میری سمجھ میں آگیا پھر انہوں نے میرے سامنے توبہ کرلی تھی (فرمایا) ایک اور اس کے متعلق قصہ ہے کہ ایک میرے عزیز نماز تہجد تلاوت قرآن سب کچھ کرنے لگے تھے مگر ایک جگہ بڑے عہدہ پر گئے وہاں سماع کی مجلسیں بہت ہوتی تھیں ان کے عہدہ کے سبب ان کو بھی بلاتے تھے اور یہ چلے جاتے تھے سو وہ کہتے تھے کہ میں نے سماع کا یہ اثر دیکھا کہ پہلے جو ذوق و شوق نماز و قرآن میں اس کے قبل ہوتا تھا وہ سماع کے بعد نہیں رہا اس سے مجھ کو معلوم ہوا کہ یہ مضر ہے۔

خاوند کی محبت کا تعویذ کرانے میں تفصیل:

(۱۸۶) ایک شخص نے محبت کے تعویذ کی درخواست کی فرمایا کہ عورت اگر خاوند کی محبت کا تعویذ کرے اس میں تفصیل ہے وہ یہ کہ اگر اتنی محبت مطلوب ہے کہ اس کے حقوق ادا کرنے لگے تو یہ جائز ہے اور اگر اس سے زیادہ کے لئے تعویذ مانگے تو حرام ہے، کیونکہ تعویذ سے ایک گونہ جبر ہوتا ہے اور جبر واجب میں جائز ہے اور غیر واجب میں منع ہے اور یہی فقہا کی مراد ہے جہاں ایسے تعویذ کو حرام فرمایا ہے گو اس بناء کی تصریح نہیں مگر قواعد سے معلوم ہوتا ہے۔ محقق کو سب علوم پر نظر کی ضرورت ہے۔ اسی واسطے شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ تعلق اس شخص سے رکھو جو صوفی اور محدث اور فقیہہ سب ہو تینوں میں کمال رکھتا ہو۔

برصغیر کے علماء کی خصوصیات:

(۱۸۷) ایک اہل علم نے عرض کیا کہ ہمارے حضرات جیسے بزرگ تو ہندوستان میں نہیں) بلکہ کل دنیا میں ایسوں کا پتہ نہیں چلتا چنانچہ ایک بزرگ خلیل پاشا ترکی جو شیخ مشہور تھے۔ مکہ معظمہ میں تشریف رکھتے تھے مگر میں ان سے نہیں ملا تھا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی بزرگ مجھ سے فرمارہے ہیں تم خلیل پاشا سے کیوں نہیں ملے۔ میں نے خواب ہی میں جواب دیا کہ جب ایک طریق سے مقصد حاصل ہے تو پھر سب طریق کے جمع کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ پھر میں نے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے یہ خواب بیان کیا تو حضرت نے فرمایا نہیں کیا حرج ہے جاؤ ان سے ملو۔ میں نے دل میں کہا کہ خواب والے کے کہنے سے تو نہ جاتا اب آپ فرماتے ہیں تو جاؤں گا۔ میں گیا تو ملاقات ہوئی۔ بڑے بزرگ آدمی تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ ہم نے ہندوستان کے علماء میں جو کمال دیکھا ہے وہ اور کسی جگہ کے علماء میں نہیں دیکھا میں نے پوچھا وہ کیا بات ہے۔ فرمایا ان میں اتنی حب دنیا نہیں ہے کیونکہ یہ امراء کے پاس نہیں جاتے۔

حضرت آدم علیہ السّلام ہندی تھے:

(۱۸۸) فرمایا۔ مکہ میں ایک مجلس میں ایک شخص ہندوستانیوں کو برا بھلا کہنا چاہتا تھا۔ میں نے کہا وہ ناخلف ہیں جو اپنے باپ کی بے حرمتی کریں حضرت آدم تو ہندی تھے۔ وہ اولاً ہند یعنی سراندیپ ہی میں اترے پھر مکہ معظمہ تشریف لائے۔ بس صاحب وہ خاموش ہو گیا۔

موت بھی نعمت ہے:

(۱۸۹) فرمایا موت بھی نعمت ہے اگر یہ نہ ہوتی تو لوگ اس کی دعاء کرتے۔ انسان کا طبعی تقاضا ہے کہ ایک حالت پر قناعت نہ کرے امراء کو عمدہ عمدہ کھانے میں چین نہیں آتا چنانچہ چنے کا ساگ دال طلب کرتے ہیں۔

البتہ موت عقلاً اس لئے گراں ہے کہ جب اعمال درست نہیں تو آگے چل کر وہاں گرفت ہوگی تو اس وحشت کا علاج یہ ہے کہ اعمال کی اصلاح کرو۔ گو اعمال کی اصلاح کے بعد بھی احتمال مواخذہ کا ہوتا ہے مگر پھر اس میں خاصیت ہے کہ ایک گونہ اطمینان ہو جاتا ہے اور نور بھی اور بلا اصلاح اعمال کے نور نہیں ہوتا بلکہ ظلمت ہوتی ہے۔ جیسے تخم ڈال کر اطمینان ہو جاتا ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ کھیت پیدا ہوگا گو خطرہ بھی ہوتا ہے کہ شاید کچھ نہ ہو اور بلا تخم ڈالے تو خطرہ ہی خطرہ ہوتا ہے۔ اطمینان بالکل نہیں ہوتا اس حالت میں امید کرنا نری تمنیٰ اور غرور ہے (فرمایا) ابن قیم نے اس حدیث کے کہ موت ایسے وقت آئے جو حق تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن ہو) یہ معنی بتلائے ہیں کہ اعمال کی اصلاح کرو۔ حقوق ادا کرو۔ کیونکہ عادۃً حسن ظن بدون اصلاح اعمال کے نہیں ہوتا۔ یہ بہت عمدہ تفسیر ہے۔ ابن قیمؒ عارف تھے اور ان کے شیخ ابن تیمیہ بھی عارف تھے۔ ابن قیم نے ایک کتاب مدارج السالکین لکھی ہے۔ یہ ایک کتاب کی شرح ہے متن نہایت موحش ہے مگر شرح میں اس کی بہت عمدہ توجیہہ کی ہے اور کوئی شک ہوتا تو "ماتن" پر کفر کا فتویٰ لگا دیتا نہ کہ شرح لکھتا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فن کے واقف تھے۔ ابن قیم نے ایک کتاب اور لکھی ہے "الجواب الکافی" اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ عارف تھے۔

عشق مجازی:

(۱۹۰) فرمایا۔ جس کو عشق مجازی کہتے ہیں وہ بھی نقدًا(۱) حقیقی ہی ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ بھی غیر عشق نہیں ہوتا۔ پھر جو اس کو مجازی کہتے ہیں اس کی اصل یہ ہے عشق مجازی صاحبہ یعنی اس کے متعلق کا وجود مجازی اور غیر مستقل ہے۔

متکلمین کے مباحث عقلیہ بدعت ہیں:

(۱۹۱) فرمایا۔ بعض متکلمین کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ سے محبت عقلی ہوتی ہے طبعی نہیں ہوتی کیونکہ طبعی کا مناط محبوب کے مشاہدہ پر ہے چونکہ یہ حق تعالیٰ میں مستحق نہیں اس لئے حق تعالیٰ سے جب طبعی نہیں ہوتی صرف عقلی ہوتی ہے مگر امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ یہی مقدمہ غلط ہے کہ عشق و محبت کا مناط (۲) صرف مشاہدہ پر ہے بلکہ محبت کا اصل مناط مناسبت پر ہے اور مثال یہ دی ہے کہ امام ابو حنیفہ یا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جو محبت ہے وہ یقیناً طبعی ہے اسی واسطے ان کے ساتھ کسی کی گستاخی کرنے سے طبعی جوش آتا ہے حالانکہ ان کا مشاہدہ نہیں ہوا البتہ ان سے خاص مناسبت ہے میں کہتا ہوں کہ اگر ان متکلمین نے عوام کے انتظام کے لئے یہ کہا ہے تو خیر ورنہ غلط ہے۔ اور وہ انتظام یہ ہے کہ بعض ملحدین کسی مرد یا کسی عورت پر عاشق ہوتے ہیں تو کہتے ہیں اس میں تجلی حق تعالیٰ کی ہے ہم حقیقت میں حق تعالیٰ کے عاشق ہیں اگر ان کو جڑ کاٹنے کے لئے متکلمین نے کہا ہو تو مصلحت ہے ورنہ نہیں محققین نے فرمایا ہے کہ متکلمین کے مباحث عقلیہ بدعت ہیں اور یہ

۱۔ ظاہر ہیں۔ ۲۔ ملنا

واقعی صحیح ہے کیونکہ سلف میں یہ مباحث نہ تھے مگر اس عارض کے سبب کہ فرق باطلہ کو ان ہی کے اصول مسلمہ پر جواب دینا پڑا اس لئے یہ مباحث اختیار کئے گئے تو اگر کوئی خود بدرجۂ بالذات ان کو مقصود سمجھے تو بدعت ہے اور اگر اس عارض کے سبب ان مباحث میں مشغول ہو تو جائز ہے اس سے امام شافعی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قول کا مطلب بھی معلوم ہو گیا کہ متکلم کے پیچھے نماز مکروہ ہے یعنی ایسا متکلم جو مباحث کو مقصود بالذات سمجھے تو اس کے پیچھے نماز مکروہ ہو گی کیونکہ وہ بدعتی ہے اور دوسری جہت سے بدعتی نہیں۔

صانع عالم کی ہستی کا اعتقاد فطری ہے:

(۱۹۲) فرمایا۔ صانع عالم کی ہستی کا اعتقاد فطری ہے اس لئے بعض ائمہ نے فرمایا ہے کہ اس کا سوال ہر شخص سے ہو گا۔ خواہ اس کو دعوت پہنچی ہو یا نہ پہنچی ہو

"ہم استاذ نیز" کا مفہوم:

(۱۹۳) فرمایا۔ مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ کی ایک کتاب ایک عبارت پر ایک شخص نے سوال کیا تھا اس عبارت میں اولیاء کو انبیاء کا شاگرد بتلایا ہے۔ آگے کہا ہے کہ "ہم استاذ نیز" پہلے یہ خیال آیا کہ لکھوں کہ یہ کتاب ان کی نہیں ہے مگر یہ جواب مقنع (۱) نہ تھا فوراً جواب سمجھ میں آگیا کہ "ہم استاذ نیز" کے یہ معنی نہیں کہ وہ انبیاء کے استاد بھی ہیں بلکہ ہم استاد کے معنی ہیں شریک فی الاستاد یعنی ایک استاد کے دو شاگرد جس کو استاد بھائی یا پیر بھائی کہتے ہیں۔ پس مطلب یہ ہے کہ اولیاء کو بعض علوم اور فیوض تو بواسطہ انبیاء کے

۱۔ کافی۔

حاصل ہوتے ہیں اور ان علوم میں وہ انبیاء کے شاگرد ہیں اور اولیاء کو بلاواسطہ انبیاء کے خود مبدأ فیاض سے حاصل ہوتے ہیں ان میں وہ انبیاء کے شاگرد نہیں ہوتے بلکہ ہم استاد ہوتے ہیں اب کچھ اشکال نہ رہا اور ایک امر اس مقام میں قابل تنبیہ ہے وہ یہ کہ اس واسطہ سے مراد خاص واسطہ ہے یعنی تعلیم و تلقین کا واسطہ، سو یہ واسطہ نہیں ہوتا اور خاص کی نفی سے عام کی نفی لازم نہیں آتی پس دوسرے واسطہ کی نفی نہیں یعنی ان سے تعلق اعتقاد و محبت کا واسطہ کہ وہ شرط فیض ہے اور ان علوم بلاواسطہ کی نسبت شیخ اکبر نے لکھا ہے کہ اولیاء کے جو علوم بالواسطہ ہیں وہ حجت اور تلبیس سے مامون ہیں کیونکہ وہ وحی کے ذریعہ سے ہیں اور جو بلاواسطہ ہیں وہ حجت اور مامون نہیں کیونکہ الہامی وظنی ہیں۔ شیخ کی تحقیق میں کتنی ادب کی رعایت ہے۔ اور انہوں نے حضرات انبیاء علیہم السلام کا کس قدر پاس ادب رکھا ہے پھر بھی لوگ اس پر ملامت کرتے ہیں ہاں بعض عبارتیں اور عنوان ان کے ضرور موحش ہوتے ہیں۔

مباحث متکلمین حضرات صحابہؓ کے دور میں نہ تھے:

(۱۹۴) فرمایا۔ متکلمین کے مباحث صحابہ کرام میں نہ تھے مثلاً مسئلہ رویت باری تعالیٰ کا ہے صحابہؓ اس کو اجمالاً جانتے تھے یہ تفصیل جو علم کلام میں مذکور ہے اس سے ان کے اذہان خالی تھے۔ مثلاً متکلمین نے کہا ہے کہ اس رویت میں کوئی جہت نہ ہوگی۔ بعض صوفیہ نے جہت کو رویت میں تسلیم کیا ہے۔ پس صحابہ میں ایسے مباحث نہ تھے بعض صوفیہ نے لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار (الانعام آیت ۱۰۳) (۱) سے خود رویت پر استدلال

۱۔ اس کو تو کسی کی نگاہ محیط نہیں ہو سکتی اور وہ سب نگاہوں کو محیط ہو جاتا ہے۔

کیا ہے۔ اور معتزلہ نے اس سے عدم رویت پر استدلال کیا ہے۔ ان صوفیہ نے کہا ہے کہ آیت میں یہ طریق رویت کا بتلایا ہے کہ آنکھ کی وہاں تک رسائی نہ ہو گی خود میری آنکھوں کے قریب ہو جائے گا۔

وعظ محاسن اسلام قابل دید ہے:

(۱۹۵) فرمایا۔ آج کل غیر مسلموں سے مناظرہ کرنا زیادہ تر عوام کے لئے مضر ہی ہے۔ نافع طریقہ یہ ہے کہ بیان کیا جایا کرے میں نے ایک وعظ میں ان کو بیان کیا ہے اس کا نام محاسن الاسلام رکھا ہے جو چھپ بھی گیا ہے۔ قابل دید ہے اور مناظرہ کا ضرر اس وجہ سے ہے کہ عوام جہلاء شبہ سے تو جلدی متاثر ہو جاتے ہیں اور جواب بعض اوقات سمجھتے نہیں تو خواہ مخواہ شبہات میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور راز اس کا یہ ہے کہ شبہ کی بناء تو جہل پر ہے اس لئے کہ جب کبھی شبہ ہو گا کسی مقدمہ ضروریہ سے غفلت پر مبنی ہو گا چونکہ اس مقدمہ کا علم نہیں ہوتا۔ اس واسطے شبہ پیدا ہو جاتا ہے اور جواب میں اس مقدمہ سے تعرض ہو گا تو اس مقدمہ علمیہ کا سمجھنا بعض دفعہ مشکل ہو جاتا ہے۔ اور شبہ ذہن میں رہ جاتا ہے۔ دفع نہیں ہوتا مگر اب اہل علم عوام کی رعایت کر کے ان کے تابع بن جاتے ہیں اس لئے ان کی درخواست پر مناظرہ کے لئے آمادہ ہو جاتے ہیں۔ اس تابع ہو جانے سے بڑا نقصان ہے خود قرآن مجید کا طرز دیکھو بہت دفعہ معجزات کا مطالبہ کیا گیا مگر معجزہ ظاہر نہیں کیا گیا۔ یعنی مخاطب کی رعایت نہیں کی گئی (ایک اہل علم نے عرض کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رکانہ سے کشتی لڑی تھی اس میں عامی کی درخواست کی رعایت تھی) فرمایا یہ حضرت کا معجزہ تھا باذنِ الٰہی آپ نے قبضہ کر لیا۔ ورنہ آج کسی مولوی سے آریہ نار یہ کہیں کہ اؤ مجھ سے کشتی لڑو تو کیا لڑنے لگیں گے اور یہ عوام کی رعایت اکثر لوگ یا طلب جاہ

کے لئے کرتے ہیں یا طلب مال کے لئے۔ تو یہ بناء رعایت ہی معصیت ہے۔ تیسرا سبب بعض کی نیت میں شفقت بھی ہے کہ ان کی درخواست پوری نہ کرنے سے کبھی لوگ گمراہ نہ ہو جائیں۔مگر خوب یاد رکھو کہ یہ بھی مفید نہیں کیونکہ فائدہ تب ہوتا ہے کہ لوگ طالب ہدایت ہوں اور متردد ہوں۔ اور جس سے طالب ہدایت ہوں ان پر اعتماد بھی رکھتے ہیں۔ معاند اور مجادل کو کبھی بھی ہدایت نہیں ہوتی۔ پھر اگر وہ طالب ہیں اور علماء پر اعتماد رکھتے ہیں تو علماء کے کہنے پر چلیں۔ خاص مناظرہ ہی پر کیوں اصرار کریں جب کہ وہ مضر ہے اور اگر ضرورت سے علماء مناظرہ ہی کریں تو خلوت میں کریں مجمع کے سامنے نہ کریں۔ مجمع عام میں مناظرہ بہت مضر ہے۔ ایسا اوپر بیان ہوا کہ عوام جہلاء بعض شبہات میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

اصول کی رعایت نہیں چھوڑنا چاہیے:

(۱۹۶)فرمایا۔ ایک صاحب علم کاندھلہ میں کہنے لگے کہ میں نے ایک مجادل کے مقابلہ میں داڑھی قرآن کی آیت سے ثابت کی ہے وہ آیت یہ ہے لا تاخذ بلحیتی (۱) دیکھو اس سے معلوم ہو گیا کہ ہارون علیہ السلام کے داڑھی تھی۔ اس سے مخاطب خاموش ہو گیا۔ میں نے ان سے کہا تم نے قرآن سے وجود ثابت کیا یا وجوب اگر وجود ثابت کرنا تھا تو قرآن کی کیوں بے ادبی کی اپنی داڑھی پکڑ کر دکھا دیتے۔ اس سے وجود ثابت ہو جاتا اور اگر وجوب ثابت کرنا مقصود تھا تو اس آیت سے وجوب تو ثابت نہیں ہوا۔ اور قرآن سے ہر مسئلہ کو کہاں تک ثابت کرو گے۔ زکوٰۃ کا چالیسواں حصہ کس جگہ سے ثابت کرو گے عدد رکعات کہاں سے ثابت کرو گے خود قرآن کا قرآن ہونا کہاں سے

۱۔ میری داڑھی کو نہ پکڑ۔

ثابت کرو گے۔ اس سے تو دور یا تسلسل لازم آئے گا۔ جب خود قرآن اور دلیل سے ثابت ہے تو سارے مسائل کیوں قرآن سے ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہو۔ کچھ نہیں بجز عوام کی رعایت کے کہ وہ قرآن سے ثبوت مانگتے ہیں تو جس طرح بن پڑے قرآن ہی سے ثبوت دو اصل چیز حقائق کی رعایت ہے۔ خواہ ساری دنیا مخالف ہو اصول کی رعایت نہیں چھوڑنا چاہیے۔

مسائل کے حِکم بتلانا علماء کی ذمہ داری نہیں:

(۱۹۷) شفیق حکیم مخاطب کی رعایت اس وقت کرتا ہے جب اس میں مخاطب کی کچھ مصلحت ہو۔ ورنہ نہیں خود قرآن مجید کو دیکھ لیجئے اللہ تعالیٰ سے بہت دفعہ لوگوں نے معجزات طلب کئے مگر انہوں نے نہیں ظاہر فرمائے، تو کیا اللہ تعالیٰ سے کوئی مطالبہ کر سکتا ہے کہ عوام کی کیوں رعایت نہیں کی، اس پر ایک حکایت فرمائی کہ میں دیوبند سے سہارنپور جانے کا ارادہ کر رہا تھا۔ دیوبند ہی میں مجھ کو ایک خط ملا۔ جس میں بہشتی زیور کے اس مسئلہ پر اعتراض تھا کہ مرد مشرق میں اور عورت مغرب میں اور ان کا نکاح ہو جاوے اور اس کے بعد بچہ ہو جاوے تو نسب ثابت ہو گا۔ خیر جب میں سہارنپور پہنچا تو معلوم ہوا کہ ایک شخص بازاروں میں یہ اعتراض بیان کرتا پھرتا ہے اور مجھ سے ایک دن پہلے مولانا خلیل احمد صاحبؒ کے پاس بھی آیا تھا اور دو گھنٹے مولانا کے خراب کئے پھر بھی نہیں مانا۔ جب میں سہارنپور پہنچا تو وہ صاحب میرے پاس آئے بہشتی زیور بغل میں۔ کہا میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں میں نے کہا فرمائیے اس نے بہشتی زیور کھول کر سامنے رکھ دیا اور کہا اس کو ملاحظہ فرمائیے میں نے کہا اس کو میں نے چھپنے سے پہلے ملاحظہ کر لیا تھا بعد میں ملاحظہ کی حاجت نہیں۔ کہا اس مسئلہ کے بابت کچھ دریافت کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا کہ یہ بتلاؤ کہ مسئلہ

نہیں سمجھایا اس کی وجہ نہیں سمجھی۔ کہا مسئلہ تو معلوم ہو گیا وجہ نہیں سمجھ میں آئی۔ میں نے کہا آپ کو کچھ مسائل بھی معلوم ہیں؟ کہا ہاں۔ میں نے کہا کیا آپ کو سب کی وجہ معلوم ہے۔ کہا نہیں۔ میں نے کہا بس اس کو بھی ایسے ہی مسائل کی فہرست میں داخل سمجھ لیجئے۔ اگر وہ کہتا کہ سب کی وجہ معلوم ہے تو میں کہتا کہ میں سننا چاہتا ہوں پھر ایک ایک کو پوچھتا بس وہ بالکل خاموش ہو گیا کہ اب کیا کروں۔ مولانا خلیل احمد صاحب نے خوش ہو کر فرمایا تم نے تو دو گھنٹے کا جھگڑا اس قدر جلد ختم کر دیا۔ وہ تو چل دیا کچھ دیر بعد ایک اور صاحب مہذب شکل، چکن زیب تن کئے ترکی ٹوپی سر پر تشریف لائے بیٹھ گئے۔ اور مہذب عنوان سے تقریر شروع کی کہ آج کل بعض لوگوں کی حالت دیکھ کر رحم آتا ہے کہ جہالت سے علماء پر اعتراض کرتے ہیں آپ کی بعض تصانیف پر بھی بعض نادان اعتراض کرتے ہیں تو دل دکھتا ہے اس واسطے اگر آپ اجازت دیں تو ہم ایک مجمع کریں اس میں آپ اس مسئلہ کی تقریر کر دیں۔ میں نے کہا یہ آپ کی خیر خواہی ہے مگر آپ کو معلوم ہو سکتا ہے کہ اس وقت کے علماء سے ایک بڑے درجہ کی اور جماعت ہے علماء کی جن کو ہم مجتہد کہتے ہیں۔ ان پر بھی بعض لوگوں کے اعتراض ہیں۔ پھر ان سے آگے ان سے بھی ایک بہت بڑے درجہ کی جماعت ہے جن کو صحابہ رضی اللہ عنہم کہتے ہیں اس وقت کچھ ایسے نالائق ہیں کہ ان پر بھی اعتراض کرتے ہیں۔ پھر ان سے بھی بڑی ایک ذات ہے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان پر بھی بعض لوگوں کو اعتراض ہے بس الاہم فالاہم کے قاعدے سے ترتیب وار کام کیا جاوے یعنی سب سے پہلے یہ کوشش کی جاوے کہ اللہ میاں سے اعتراض دور کیا جاوے۔ پھر اسی ترتیب سے ذات مقدسہ سے پھر جب یہ سب ختم ہو جاوے تو آگے میں وعدہ کرتا ہوں اس کا کہ

علماء وقت سے اعتراضات دور کرنے کا میں اہتمام کر دوں گا۔ اور بدون ترتیب الاہم فالاہم کے علماء وقت سے اعتراضات کا رفع کرنا ضروری نہیں کہنے لگے بیشک ضروری تو نہیں لیکن مضر بھی نہیں تو اگر آپ اس کا انتظام کر ہی دیں تو کیا حرج ہے میں نے کہا ہاں کچھ حرج نہیں لیکن آپ کا یہ مشورہ ہے یا حکم ؟ کہنے لگے میں کون ہوں جو حکم کروں! میں نے کہا جب مشورہ ہے تو مخاطب کو اختیار ہے کہ وہ مشورہ قبول کرے یا نہ کرے چنانچہ میں قبول نہیں کرتا۔ بس وہ بھی خاموش ہو گئے۔ میں نے کہا دفتر کا وقت آگیا تشریف لیجائیے بس اٹھ کر چلے گئے۔

مناظرہ اہل بریلی میں منصف کون ہو گا:

(۱۹۸) فرمایا بریلی والوں سے میں نے کہا کہ میں مناظرہ کروں تو مضائقہ نہیں مگر کوئی منصف یا حکم بھی تو ہونا چاہیے۔ اور وہ حکم عالم ہو گا یا جاہل اگر جاہل ہوا تو محاکمہ کیسے کرے گا اور اگر عالم ہے تو یا تمہارا ہم عقیدہ ہو گا یا میرا۔ پھر فیصلہ کیسے کرے گا۔ پھر جب کوئی ایسا منصف نہیں تو نتیجہ کیا ہو گا اس کا کوئی شخص جواب نہ دے سکا۔

سائنس کے اکثر مسائل ظنی ہیں:

(۱۹۹) فرمایا سائنس کے اکثر مسائل محض تخمینی ظنی ہیں۔ پھر غضب اس سے غیر مسلم قرآن کا رد کرنا چاہتے ہیں۔ اگر تخمینی سے آگے بھی درجہ ہو تو اس تعارض کا ایک قاعدہ ہے اس کو یاد رکھو کہ کوئی مسئلہ قطعی عقلی کسی مسئلہ قطعی نقلی کا تو تعارض ہو ہی نہیں سکتا اور ظنی عقلی و ظنی نقلی میں تعارض ہو سکتا ہے تو ظنی نقلی کو ترجیح دی جاتی ہے اور اگر قطعی عقلی اور ظنی نقلی

میں تعارض ہو تو ظنی نقلی میں تاویل کی جاوے گی مگر ایک مناظر مولوی صاحب نے اس کلیہ کے خلاف ایک مناظرہ میں حضرت جبرئیل کے چھ سو بازو ہونے کی یہ تاویل کی کہ بازو سے قوت مراد ہے یہ نہ جواب دیا کہ اس میں حرج ہی کیا ہے اگرچہ سو پر ہوں۔ حدیث کی تاویل کر دی۔

اہل کمال کا حال:

(۲۰۰) فرمایا اہل کمال بولتے کم ہیں مگر کام زیادہ کرتے ہیں۔

تاثیر وعظ حضرت حکیم الامت:

(۲۰۱) فرمایا میں ایک دفعہ حسن پور ضلع مراد آباد گیا تو وہاں ایک رئیس زادہ ملے جو اس زمانہ میں علی گڑھ میں تعلیم پاتے تھے۔ پھر بعد میں ڈپٹی کلکٹر بھی ہو گئے تھے انہوں نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ کو علی گڑھ والوں سے نفرت ہے۔ میں نے کہا نہیں ان کی ذات سے تو نفرت نہیں البتہ ان کے افعال سے نفرت ہے۔ کہنے لگے وہ افعال کیا ہیں۔ میں نے کہا ہر فاعل کے افعال جدا جدا ہیں۔ انہوں نے کہا مثلاً میرے افعال میں نے کہا ہاں میں جانتا بھی ہوں اور بعضے نظر بھی آرہے ہیں (ان کی داڑھی منڈی ہوئی تھی) مگر عام جلسہ میں بیان کرنا مناسب نہیں۔ آپ چند روز میرے ساتھ رہیں جب بے تکلفی ہو جاوے گی ظاہر کروں گا۔ خاموش ہو گئے اور اس کے بعد وعظ میں شریک ہوئے۔ نہایت تیز دھوپ ان پر تھی نوکروں نے ان سے کئی بار کہا کہ آگے تشریف لائیے مگر وہ اس قدر مست تھے کہ کچھ پروا نہ کی۔ پھر ایسے معتقد ہوئے کہ اپنی بیوی وغیرہ کنبہ والوں کو مرید کرایا داڑھی بھی رکھ لی اب نہایت نیک ہیں۔

دھلی میں حضرت حکیم الامت کے وعظ کا حال:

(۲۰۲) فرمایا- اڈیانو پل کے فتح کے زمانہ میں دہلی میں وعظ ہوا- لوگوں کو بہت ہی صدمہ تھا بعض خطوط بھی آئے جس میں یہ لکھا تھا کہ اب تو نعوذ باللہ اللہ میاں بھی تثلیث والوں کی حمایت کرنے لگے، میں نے وعظ میں ان سب شبہات کے جوابات دیئے- پھر اعلان کیا کہ اگر کسی کو کوئی شبہ ہو تو دریافت کرلے پیچھے شکایت نہ کرنا کہ ہمارا شبہ حل نہ ہوا- ایک ولایتی طالب علم کھڑے ہوئے کہا کہ میں کچھ پوچھنا چاہتا ہوں میں نے کہا کہیے- کہنے لگے کہ وعدہ ہے (۱) اِنَّ الْاَرْضَ یَرِثُهَا عِبَادِیَ الصَّالِحُوْنَ (الانبیاء آیت ۱۰۵) پھر اس کے خلاف کیوں ہوا- میں نے کہا کہ بتلاؤ کہ باعتبار جہت کے یہ قضیہ کون قسم ہے کیا ضروریہ یا دائمہ ہے یا مطلقہ عامہ- کہا بس میں سمجھ گیا- فنون کا واقف حقیقت کو جلد سمجھ جاتا ہے اور وہ تو ذہین بھی معلوم ہوتے تھے-

عورت کی آواز سے بچنا چاہیے:

(۲۰۳) فرمایا- عورت کی آواز سے حتی الامکان بچنا چاہیے خصوصاً اس کے رونے کی آواز سے- میرے ایک رشتہ دار قتل کردیئے گئے تھے میں ان کے کفن دفن کا منتظم تھا- بہت سخت حادثہ تھا- مجھ کو رونا کم آتا ہے مگر اس وقت دو ایک آنسو آئے- میں جب دفن سے فارغ ہوکر مکان پر آیا دہلیز میں بیٹھا تھا کہ عورتوں کے رونے کی آواز سنی تو بس اسی وقت سے اختلاج قلب کا دورہ شروع ہوگیا کہ جان کا بچنا مشکل ہوگیا- وطن پہنچ کر بہت بیمار ہوگیا- باہر سے ایک حکیم صاحب اتفاق سے آگئے- میں نے ان کے پاس اپنا قارورہ بھیجا لیجانے

۱- اس زمین (جنت) کے مالک میرے نیک بندے ہوں گے

والے سے کہ دیا کہ ظاہر نہ کرنا کس کا قارورہ ہے تا کہ وہ آنے کی تکلیف نہ کریں حکیم صاحب نے کہا یہ شخص زندہ کس طرح ہے اس کی تو حرارت عزیزیہ تقریباً بالکل فنا ہو گئی۔ ان صاحب نے لوٹ کر اسی طرح مجھ سے کہ دیا اور یہ واقعی بہت بے ہودگی کی بات تھی۔ میں نے ان کو بہت ڈانٹا کہ تم نے ایسی بات کیوں کہی۔ کہنے لگے غلطی ہوئی اب کیا کروں۔

میں نے کہا یہ کرو کہ قارورہ ابھی واپس لے جاؤ اور راستہ سے لوٹ کر پھر آجاؤ اور مجھ سے یوں کہو کہ حکیم صاحب نے مکرر دیکھ کر کہا کہ مجھ سے غلطی ہو گئی تھی اب تو معلوم ہوتا ہے کہ حرارت عزیزیہ کافی ہے اور جلدی صحت ہو جائے گی۔ وہ بے چارے گئے اور آکر اسی طرح کہا۔ گو یہ سب جھوٹ تھا اور میں خود بھی جانتا تھا کہ یہ سب میرا کہا ہوا ہے۔ حکیم کا کہا ہوا نہیں۔ مگر پھر بھی مجھ کو یاد ہے کہ خود ان الفاظ کا مجھ پر بہت اثر پڑا۔ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز میں خاصیت رکھی ہے وہ خاصیت الفاظ کی تھی اور یہ معالجہ تھا جس سے کسی کا کوئی ضرر نہیں لہذا یہ محل اعتراض نہیں ہو سکتا۔ اسی سلسلہ میں فرمایا کہ میں نے اس مرض کا بہت علاج کیا اور قیمتی قیمتی دوائیں استعمال کیں۔ اسی کے علاج کے لئے مولانا گنگوہی علیہ الرحمتہ نے مشورہ دیا کہ سفر کرو، تین ماہ تک سفر میں رہا اس سے بہت نفع ہوا۔

غصہ میں کسی کو مارنا جائز نہیں:

(۲۰۴) فرمایا۔ بہتر ہے کہ غصہ میں کسی کو نہ مارے نہ اولاد کو نہ شاگرد کو بلکہ غصہ کے وقت اس کو سامنے سے دور کر دے یا خود چلا جاوے پھر جب غصہ ختم ہو جاوے تو تین مرتبہ سوچ کر پھر مناسب سزا دے۔

ہندوؤں میں جلانے کی رسم کہاں سے شروع ہوئی:

(۲۰۵) فرمایا- ماموں امدا علی صاحب فرماتے تھے کہ ہندوؤں کے یہاں مردہ جلانے کی رسم، عجب نہیں یہ اصل ہو کہ انسان سے پہلے ان کے دیو نے جن تھے- اور ممکن ہے کہ جنوں کے واسطے ان کی شریعت میں جلانا ہی مقرر کیا گیا ہو کیونکہ وہ ناری ہیں اور ہر شے کو اپنی اصل کی طرف لیجانا حکمت ہے اس حکمت کی بناء پر ان کی شریعت میں جلانے کا حکم ہو- جیسے انسان خاکی ہے اور اس حکمت کے لئے ان کو دفن کیا جاتا ہے- پھر جنوں کی تاریخ دیکھ کر ہندوؤں نے بھی جلانا شروع کر دیا ہو-

بلا کرایہ چوری سے سفر کرنا حرام ہے:

(۲۰۶) ایک شخص بلا کرایہ ریل پر سفر کر کے آیا تھا- فرمایا کہ تم اول جا کر کرایہ داخل کرو کیونکہ بلا کرایہ چوری سے سواری کرنا حرام ہے- اس کے بعد جب اور کچھ دریافت کرو گے تو بتلایا جاوے گا-

ترکی سلطنت سے حمایت کا سبب:

(۲۰۷) فرمایا- ایک منطقی مولوی صاحب جو تحریکات کے بڑے حامی تھے کیرانہ میں ملے میں نے ان سے کہا کہ ترکی سلطنت آج کل جمہوری ہے یا شخصی کہا جمہوری، میں نے پہلے کہا بتلاؤ اس میں عیسائی و یہودی وغیرہم شریک ہیں یا نہیں- کہا ہاں- میں نے کہا بتلاؤ مرکب کافر اور مسلم کا عقلا کیا ہوتا ہے اس طرح کفر و اسلام کا مجموعہ کیا ہو گیا- کہا کافر اور کفر میں نے کہا اس حالت میں سلطنت ترکی اعانت مسلم کی ہے یا غیر مسلم کی- بڑے چکرائے، بجائے جواب کے کہنے لگے کہ ترکوں کی اعانت کو تو آپ بھی واجب کہتے ہیں-

میں نے کہا بس آپ کو حقیقت تو معلوم ہو گئی۔ اب سنو! ہم کیوں اعانت کو ضروری سمجھتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ کفار تو ترکی سلطنت کو اسلامی سلطنت سمجھتے ہیں۔ اس واسطے ترکی کی امداد اس وجہ خاص سے اسلامی امداد ہے چپ رہ گئے اور خوش ہو کر مجھ کو دو روپیہ ہدیہ دیا۔

حسین بن منصور کے قول کی توجیہہ:

(۲۰۸) فرمایا۔ حضرت حسین ابن منصور کے قول کی توجیہ اگر کوئی مجھ سے پوچھے تو میں تو یہ کہوں گا کہ انا الحق کے معنی یہ ہیں کہ میں سچ مچ موجود ثابت ہوں یعنی سوء فسطائیہ کی طرح کائنات محض خیال نہیں۔ پس حق کے وہ معنی ہیں جیسے قرآن میں ہے وَالْوَزْنُ یَوْمَئِذِ ﹼالْحَقُّ اور احادیث میں ہے۔ المیزان حق النار حق اور مولانا گنگوہی علیہ الرحمۃ دوسری توجیہ فرماتے تھے کہ اس قول کا مطلب یہ ہے کہ انا علی الحق۔ کسی صوفی نے بطور نکتہ کے کہا ہے کہ یہ ساری خرابی انا لگانے کی ہے اگر صرف الحق کہتے تو کچھ بھی نہ ہوتا مگر یہ ٹھیک نہیں کیونکہ اگر وہ صرف انا کہتے تو بھی کچھ نہ ہوتا کم علم صوفی اپنے مذاق کے اثبات میں ایسی ہی لچر نکتوں سے کام لیا کرتے ہیں۔

کبر کا علاج:

(۲۰۹) فرمایا۔ اپنے آپ کو افضل خیال کرنے کے واسطے جو علاج ہے کبر کا۔ یہی کافی ہے کہ دوسرے کی فضیلت کا اس کے اعتقاد میں احتمال ہو۔ یہ ضروری نہیں کہ دوسرے کی افضلیت کا یقین کرے کیونکہ اس یقین پر بھی تو کوئی دلیل نہیں۔ جس طرح اپنی افضلیت کے یقین پر کوئی دلیل نہیں اور اس کا طریق یہ ہے کہ یہ خیال کرے کہ ممکن ہے کہ اس کے اندر کوئی ایسی

صفت محمودہ مخفی ہو جس کی وجہ سے اس کے سب گناہ معاف کر دیئے جائیں۔ اور میرے اندر کوئی ایسا عیب ہو جس کی وجہ سے میری سب نیکیاں غیر مقبول ہوں۔

گدی نشین پیر کے صاحبزادہ کا حضرت حکیم الامت سے رجوع:

(۲۱۰) فرمایا۔ ایک گدی نشین پیر کے ایک صاحبزادے نے خط لکھا کہ میں حضور کی طرف رجوع کرنا چاہتا ہوں۔ چونکہ ان کے والد پیر ہیں۔ اس لئے میں نے خیال کیا کہ کہیں ان کو خبر نہ ہو جائے اور وہ یہ نہ سوچیں کہ میرے بیٹے نے مجھ کو ناقص سمجھا اس لئے دوسری طرف توجہ کی۔ پھر باپ بیٹے کے درمیان مخالفت اور کشید گی پیدا ہو جاوے اس واسطے میں نے ان کو لکھ دیا کہ آپ اولاً بتلائیں کہ آپ کے والد تو اس سے ناخوش نہ ہوں گے۔ پھر فرمایا۔ میں ایک یہ شرط بھی لگاؤں گا کہ گدی کے حصول کے لئے اگر رجوع کرتے ہو تو پھر مجھے معاف فرماؤ اور اگر گدی کو ترک کر سکتے ہو تو میں خدمت کے لئے حاضر ہوں کیونکہ گدی کی طمع میں ساری عمر بھی فائدہ نہ ہو گا۔

تبرکات متعارفہ کی زیارت کا حکم:

(۲۱۱) فرمایا۔ تبرکات متعارفہ چونکہ اولاً کسی کی خاص ملک تھے اس لئے ان میں میراث جاری ہو گی اگر ان پر ایک وارث قابض ہو جاوے تو جیسا رواج ہے تو وہ شرعاً مغضوب ہو جاوے گی اس حالت میں مجھ کو تو ان کی زیارت کے جواز میں بھی شبہ ہے کیونکہ زیارت انتفاع ہے، انتفاع بالمغصوب جائز نہیں۔

توکل کا ادب:

(۲۱۲) فرمایا۔ صوفیہ نے لکھا ہے کہ توکل کا ادب یہ ہے کہ متوکل مکان میں کنڈی کھول کر بیٹھے مگر نظر کنڈی پر نہ رہے کہ اب کوئی آوے گا تو دے جاوے گا۔ نہ کنڈی بند کر کے توکل درست ہے نہ کنڈی پر نظر رکھنا درست ہے۔

بد دماغی کرنا نامناسب ہے:

(۲۱۳) فرمایا۔ میں نے ایک دفعہ سہارنپور میں کھیرے خریدے وہاں کے کھیرے اچھے ہوتے ہیں۔ جب اسٹیشن میں آیا تو وہ کھیرے میرے سامنے رکھے تھے ایک شخص نے پوچھا کھیرے کیا بھاؤ دو گے میں نے کہا بھائی میں بیچتا نہیں ہوں آدمی کو چاہیے کہ باوجود استغناء کے بد دماغی نہ کرے مثلاً کوئی اسی بات سے برا مان جاوے۔

مجاہدہ کی حقیقت:

(۲۱۴) فرمایا مجاہدہ کی حقیقت مخالف نفس ہے اور نفس کی فطرت آزاد پسند ہے۔ پس مجاہدہ تقلید ہے سو جس قدر اعمال شرعیہ ہیں ان میں تقلید ہے اور نفس کی حقیقت صوفیہ کے نزدیک ایک جوہر ہے جو داعی الی الشر ہے۔ آگے صفات کے اعتبار سے اس کی تین قسمیں ہیں۔ امارہ (۱) لوامہ (۲) مطمئنہ (۳)

جہنم اصل میں کافر کے لئے موضوع ہے:

(۲۱۵) فرمایا۔ مسلمان کے لئے جہنم میں بھی ایک خاص اعتبار سے

۱۔ نفس اگر اکثر شر کی خواہش کرے اور نادم بھی نہ ہو اس وقت امارہ کہلاتا ہے۔ ۲۔ اور اگر نادم بھی ہونے لگے تو لوامہ کہلاتا ہے۔ ۳۔ اور اکثر خیر کی خواہش کرے مطمئنہ کہلاتا ہے۔

راحت ہے۔ کیونکہ اس وقت اس کو یہ پورا یقین ہے کہ میں پاک ہو رہا ہوں۔ پھر جنت میں چلا جاؤں گا۔ جیسے آپریشن والے کی حالت ہے کہ باوجود آپریشن کی تکلیف کے عقلاً مسرت ہوتی ہے کہ اب اچھا ہو جاؤں گا تو جہنم اصل میں کافر کے لئے موضوع ہے۔ کمال قال اللہ تعالیٰ اعدت للکافرین باقی مسلمان کے لئے تو ایک حمام کی طرح ہے۔ لیکن حمام ایسا ہے کہ جس کی برداشت نہیں کر سکتے۔

شریعت طب روحانی:

(۲۱۶) فرمایا۔ قرآن میں بہت بطون ہیں۔ ایک بطن جس کو عام علماء سمجھ سکتے ہیں۔ آگے بطن البطن ہے جس کو مجتہدین سمجھ سکتے ہیں آگے بطن البطن ہے اس کو صرف انبیاء سمجھ سکتے ہیں اور باقی ایسے ہیں جن کو حق تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا اسی واسطے ہم جیسوں کو بعض بطون کے لئے حدیث کی اور مجتہدین کی اور علماء کی ضرورت پڑی صرف مطالعہ کافی نہیں۔ باقی یہ شبہ کہ پھر اردو میں کتابیں کس فائدہ کے لئے لکھی گئیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ عربی میں دو اشکال تھے ایک زبان کا ایک مضمون کا سو ترجمہ سے ایک اشکال سے رہائی ہو گئی مگر مضمون تو اب بھی مشکل ہی ہے۔ بدون علماء سے پڑھے ہوئے وہ سمجھ میں نہیں آتا۔ تعجب ہے کہ طب بھی اردو میں ہے مگر اس میں دیکھ کر کوئی اپنا علاج نہیں کر لیتا۔ کیونکہ اس میں یہ خطرہ ہے کہ ممکن ہے ہم غلطی کر جاویں تو جان کو نقصان پہنچے تو شریعت جو روحانی طب ہے۔ اس میں یہ احتمال کیوں پیدا نہیں ہوتا کہ غلطی سے ایمان کو نقصان پہنچے۔

نظیر اور دلیل میں فرق:

(۲۱۷) فرمایا۔ آج کل کے بڑے سے بڑے تعلیم یافتہ کو اتنی بھی

تمیز نہیں کہ دلیل کس کو کہتے ہیں۔ ان لوگوں نے نظیر کا نام دلیل رکھا ہے۔ ایک انگریزی خواں رئیس نے ریاست رامپور میں مجھ سے پوچھا کہ معراج کے وقوع کی دلیل کیا ہے۔ میں نے کہا دلیل یہ ہے۔ کہ وہ فی نفسہ ممکن ہے۔ پھر مخبر صادق نے اس کے وقوع کی خبر دی ہے۔ بس یہی دلیل ہے کہا کیا کوئی اور بھی آسمانوں پر گیا ہے۔ دیکھیے وہی نظیر کا سوال کیا ان کے نزدیک دلیل وہ تھی کیونکہ وہ نظیر کو دلیل سمجھے ہوئے تھے۔ میں نے جواب دیا جس کا حاصل یہ تھا کہ اس اصل پر اس دوسرے کا آسمان پر جانا بھی تب ثابت ہوگا جب اس سے پہلے تیسرا گیا ہوا پھر تیسرے کے بابت آگے چوتھے کے بابت بھی یہی سوال ہوگا تو اس سے کیا ثابت ہوا کہنے لگے اس سے تو تسلی نہیں ہوتی۔ میں نے کہا اب تسلی کا صرف یہ ایک طریق باقی ہے کہ میں خود یہاں سے بیٹھا ہوا اوچکوں اور چھت پھٹ جاوے اور میں اڑا ہوا چلا جاؤں سو یہ میری قدرت سے باہر ہے۔ ان لوگوں کا یہ علم ہے۔

امراض باطنہ کا تجسس بغرض اصلاح ہے:

(۲۱۸) فرمایا۔ مشائخ جو طالبین کے امراض باطنہ کا تجسس کرتے ہیں یہ لا تجسوا میں داخل نہیں۔ تجسس وہ منع ہے جو بغرض فساد ہو اور یہ تجسس بغرض اصلاح ہے جیسے طبیب جسمانی امراض کا تجسس کرتا ہے اس سے بعض علماء کے اعتراض کا جواب ہو گیا۔

انسپکٹر پولیس کے سوالات کے جوابات:

(۲۱۹) فرمایا۔ جس زمانہ میں کانپور میں مچھلی بازار کی مسجد کا قصہ ہو رہا تھا اور میں ہر سوال کے جواب میں شورش سے روکتا تھا اس زمانہ میں اوپر سے

ضلع میں ایک حکم آیا کہ ذیل کے سوالات کی تحقیق کر کے اطلاع دی جاوے۔ میرے پاس انسپکٹر پولیس آئے اور وہ سوالات پیش کئے، ایک سوال یہ تھا کہ کانپور کی اس مسجد کی بابت آپ کی رائے میں حکام کا فیصلہ کیسا ہوا؟ میں نے کہا فیصلہ خلاف شرع ہے۔ مگر اس میں مسلمانوں کی غلطی ہے کہ حکام کو غلط بتلایا۔ ایک سوال یہ تھا کہ اس بارہ میں آپ نے جو مسلمانوں کو مناسب ہدایت کی اس کا طریق کیا تھا، تقریر یا تحریر؟ میں نے کہا کچھ نہیں اگر کسی نے سوال کیا تو جواب دے دیا۔ ایک سوال یہ تھا کہ کس قسم کے لوگوں سے آپ کے تعلقات ہیں عوام سے یا خواص سے، میں نے کہا خواص سے۔ ایک سوال یہ تھا کہ آپ کا اثر کیسا ہے۔ میں نے کہا ہر طبقہ پر ہے (فرمایا یہ اللہ کا فضل تھا کیوں ناشکری کرتا) ایک سوال سوال اول کا تتمہ تھا۔ کہ اس فیصلہ کے متعلق اب کیا ہونا چاہئیے۔ میں نے کہا مسلمانوں کو اس کے منسوخی کی درخواست کرنا چاہیے۔ اگر وہ منسوخ ہو جاوے تو شکریہ کے ساتھ قبضہ کر لینا چاہیے اور اگر نہ منسوخ ہو تو مسلمانوں کو صبر کے ساتھ خاموش ہو جانا چاہیے۔

اظہار احکام اور اضرار سلطنت میں فرق:

(۲۲۰) فرمایا۔ کراچی میں تحریکات کے ایک مجرم نے سزا سنانے کے وقت میرے بعض فتوے پیش کر کے کہا کہ ہم نے بھی تو یہی کہا تھا پھر فرق کیوں کیا گیا۔ جج نے کہا ان کی نیت اظہار احکام کی تھی تمہاری نیت اضرار سلطنت کی تھی۔

فقہاء کے قول کے معنی:

(۲۲۱) فرمایا فقہاء نے جو فرمایا ہے اگر ننانوے وجہ کفر کی ہوں اور

ایک اسلام کی تو تکفیر جائز نہیں۔ اگر اس کا وہ مطلب ہو جو نیچری وغیرہ سمجھتے ہیں تو دنیا میں کوئی کافر ہی نہ ہوگا۔ کیونکہ ہر کافر میں کوئی نہ کوئی تو وجہ اسلام کی پائی جاتی ہے۔ مثلاً کوئی عقیدہٗ توحید کا، قیامت کا یا کوئی عمل یا کچھ اخلاق۔ سخاوت۔ مروّت، رحم وغیرہ تو کیا اس سے اسلام کا حکم کیا جاوے گا۔ سو فقہا کی یہ مراد نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ اگر کسی قول یا فعل میں کفر کے تو ننانوے محل محتمل ہوں اور ایک تاویل اسلام کی محتمل ہو تو اس تاویل پر حکم کریں گے۔

سوئے خاتمہ کا موجب:

(۲۲۲) فرمایا۔ بقول اکابر اکثر سوء خاتمہ کے دو سبب ہوتے ہیں ایک حب دنیا دوسرے ظنیات کو قطعی جاننا۔ موت کا وقت انکشاف حقائق بلا احاطہ کا وقت ہوتا ہے سو اگر وہ شخص ایک ظنی کو قطعی سمجھے ہوا تھا اور وہاں منکشف ہوا کہ یہ غلط ہے تو شیطان کہے گا کہ تیرے باقی عقائد ہی کا کیا اعتبار ہے۔ مثلاً توحید و رسالت کا عقیدہ تو اس کو تردد پیدا ہو جاوے گا۔ احقر نے عرض کیا کہ وقت کی نزاکت کے لحاظ سے کیا حق تعالیٰ کی جانب سے درگذر نہ ہو گی۔ فرمایا اختیار تو باقی ہے اس لئے وہ اپنے ہوش اور عقل کی بقاء کی حالت میں سمجھے گا کہ یہ عقیدہ غلط ہے تو معذور نہیں ہوگا۔ اور حُبِ دنیا اس واسطے موجب سوء خاتمہ ہوتا ہے کہ موت کے وقت یہ دیکھے گا کہ دنیا سے دور کرنے والا حق تعالیٰ ہے اور دنیا تھی اس کو مرغوب۔ اور مرغوب سے دور کرنے والا مبغوض ہوتا ہے تو حق تعالیٰ ۔۔۔۔۔ توبہ توبہ اس وقت مبغوض ہو جائے گا۔ اور موت کے وقت حق تعالیٰ سے ناخوش ہونا یقیناً سوء خاتمہ ہے (ایک شخص نے دریافت کیا کہ سوء خاتمہ سے مراد کفر ہے یا فسق) فرمایا عام ہے کہیں کفر کہیں فسق۔

اہم نکتہ کی وضاحت:

(۲۲۳) فرمایا بعض فقہاء نے جو کہا ہے کہ جو عقائد اسلامیہ کی تفصیل نہ بتلا سکے وہ کافر ہے، تو یہ بعض متاخرین کی تعریفات ہیں اور صحیح نہیں بلکہ عقائد اسلامیہ ایسے عامی پر پیش کئے جاویں اور اس سے استفسار کیا جاوے کہ تو ان عقائد کو مانتا ہے؟ پس اگر وہ ان کی تکذیب نہ کرے تو وہ مسلمان ہے اس کو نجات ہو گی گو وہ تفصیلاً نہ بتا سکے۔

اصول و استنباط:

(۲۲۴) فرمایا۔ ابن تیمیہؒ کے نزدیک اگر عمداً نماز ترک کر دے تو اس کی قضا نہیں ہے کیونکہ اس کی قضا کے واسطے کوئی دلیل نہیں ہے۔ حدیث قضا میں من نام ان سے عن صلوٰۃ آیا ہے۔ عمد میں کوئی خبر کی دلیل وارد نہیں ان کو بھی لوگوں نے ایک گونہ مجتہد کہا ہے۔ مجتہد دو قسم پر ہیں ایک مطلقاً جو نصوص سے اصول کو استنباط کر سکے اور اصول اولیہ اکثر نہیں ٹوٹتے اصول ثانویہ بکثرت ٹوٹ جاتے ہیں۔

ہر دعا میں ایک قید ہوتی ہے:

(۲۲۵) ہر دعاء میں ایک قید ہوتی ہے۔ وہ یہ کہ ان لم تکن الموانع موجودۃ ولا یکون الدعاء مخالفا لمصلحتہ۔ اگرچہ یہ نیت میں نہ ہو تو بھی عقلاً معتبر ہے۔

خالص طاعت کی برکت:

(۲۲۶) فرمایا۔ پیر چنگی کی حکایت جو مولانا رومیؒ نے لکھی ہے اس

روایت کا ثبوت تو خیر جس درجہ میں بھی ہو۔ مگر وہ نفس مضمون تو صحیح ہونا چاہیے۔ مگر بظاہر اس پر بھی یہ اعتراض ہوتا ہے کہ معصیت کے سبب قبول ہو گئی تو جس وقت میں نے کلید مثنوی میں اس کی شرح لکھی تھی گو مجھ کو اس باب میں کوئی خاص نص معلوم نہ ہوئی تھی مگر قواعد کی بنا پر شرح صدر سے لکھا تھا وہ یہ کہ یہاں دو چیزیں ہیں ایک فعل یعنی چنگ بجانا یہ تو معصیت ہے دوسری نیت جو اس مصرعہ میں مذکور ہے۔ "چنگ بہر تو زنم" الخ وہ معصیت نہیں وہ اسی کی وجہ سے مقبول ہو گیا مگر اس کے بعد ابوداؤد کی ایک حدیث اس کی صریح تائید میں مل گئی۔ جس میں ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اجلاس شریف میں غلط قسم کھائی تھی پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی سے معلوم ہو گیا تھا کہ یہ جھوٹ ہے۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم تو جھوٹ ہے مگر قسم کے صیغہ میں جو تونے واللہ الذی لا الہ الا ھو کہا ہے ایسے اخلاص سے کہا ہے کہ اس سے تیرا گناہ معاف ہو گیا، معلوم ہوا کہ بعض اوقات خالص طاعت کی برکت سے معصیت بھی معاف ہو کر وہ طاعت موجب قرب ہو جاتی ہے۔

حسنِ ظن اور سوئے ظن:

(۲۲۷) فرمایا۔ ایک دن مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک طویل تقریر کے ضمن میں فرمایا۔ قیامت میں بعضے ایسے لوگ یہاں جن کو تم قطعی کافر جانتے تھے وہاں ان کو نجات ہو جاوے گی۔ کیونکہ دراصل وہ مسلمان تھے مگر ایمان ان کا ایسا ضعیف تھا کہ محسوس نہیں ہوا۔ جیسا حدیث میں آیا ہے۔ حضرات انبیاء علیہم السلام بھی بعض کی شفاعت نہ کریں گے مگر ان کو حق تعالیٰ محض اپنی رحمت سے نکال لیں گے۔ سو وہ واقع میں کافر نہ ہوں گے مگر ان کا

ایمان اتنا ضعیف ہو گا کہ حضرات انبیاء کو بھی باوجود اس کے کہ ان کا علم بہت بڑا ہو گا ان کے ایمان کا پتہ نہ لگے گا اور یہ ظاہر ہے کہ وہ کافر نہ ہوں گے ورنہ ان کو نجات کیسے ہوتی۔ بھلا ایسی حالت میں کسی کو کیا کھیے، حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دفعہ اپنے ایک پڑوسی بنئے کو خواب میں دیکھا کہ وہ جنت میں پھر رہا ہے۔ مولانا نے دریافت کیا تو اس نے بیان کیا کہ میں نے مرتے وقت کلمہ پڑھ لیا تھا وہ قبول ہو گیا۔ پھر---------
حضرت گنگوہی نے فرمایا کہ حقیقت تو یہ ہے مگر انتظاماً اگر ضرورت شرعی کے سبب کسی کو کافر کھوے اس کی اجازت ہے۔

رحمت پروردگار عالم:

(۲۲۸) فرمایا۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دن فرمایا کہ شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے وعظ میں چالیس سال تک اللہ تعالیٰ کی رحمت کا بیان کیا پھر ان کے جی میں آیا کہ لوگ کچھ دلیر ہو گئے ہوں گے۔ لہذا کچھ اللہ کے غضب کا بھی حال بیان کروں تو مصلحت ہے تا کہ لوگ نڈر نہ ہو جائیں۔ ایک دن کچھ قہر کا حال بیان فرمایا۔ تو لوگوں کی یہ حالت ہوئی کہ کئی لاشیں مجلس وعظ سے اٹھائی گئیں۔ الہام ہوا کہ چالیس ہی سال میں ہماری رحمت ختم ہو گئی تم نے میرے بندوں کو ہلاک کیا اگر تم عمر بھر بیان کرتے تو بھی ختم نہ ہوتا۔

سلام پہنچانا کب واجب ہے:

(۲۲۹) فرمایا کہ اگر کسی سے وعدہ کرے کہ تمہارا سلام پہنچا دوں گا۔ تو پہنچانا واجب ہو جاتا ہے ورنہ نہیں۔

ایک قول کی توجیہہ:

(۲۳۰) فرمایا امام ابوحنیفہ کی مجلس میں کسی نے کہا کہ ایک شخص کہتا ہے کہ کوئی کافر جہنم میں نہ جائے گا۔ شاگردوں سے فرمایا کہ کیا اس شخص کی کوئی توجیہہ ہو سکتی ہے۔ سب نے کہا کچھ نہیں کہنے والا کافر ہے۔ امام صاحبؒ نے فرمایا کہ یہ تاویل ہو سکتی ہے کہ جب کافر مر جاتا ہے اس کو حقیقت کا علم حاصل ہو جاتا ہے اس لئے وہ ایمان لے آتا ہے۔ گو وہ علم اور ایمان مفید نہ ہو مگر واقع میں تو وہ مومن ہو جاوے گا۔ اس طرح سے وہ مومن ہو کر جہنم میں جاوے گا۔

طریق باطن میں شدید قبض کے بعد قوی بسط:

(۲۳۱) فرمایا۔ طریق باطن میں جس قدر شدید قبض ہوتا ہے بعد میں اتنا ہی قوی بسط بھی ہوتا ہے کہ سلطنت بھی اس کے آگے گرد ہوتی ہے۔ اسی طرح جو لوگ جہنم سے نکل کر جنت میں جاویں گے ان کی لذت و مسرت بھی ان لوگوں کی لذت سے بہت زیادہ ہو گی جو پہلے ہی جائیں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جہنم بھی مومن کے لئے موجب لذت اور مسرت ہے

وعظ کی ایک خاص برکت:

(۲۳۲) فرمایا۔ طاعون کے رحمت ہونے کے متعلق جب سے وعظ ہوا ہے اس کے رفع کی دعا مانگنے کے وقت کچھ طبیعت رکتی ہے اب اس لئے یوں دعا کرتا ہوں کہ اگر ہمارے حق میں رحمت ہو تو بہتر اور اگر ہمارے لئے عذاب ہو تو اس سے بچائیے۔

پھر استطراداً فرمایا کہ وعظ کی ایک خاص برکت ہے کہ اگر کسی رذیلہ

سے بچنے کی ہمت نہ ہو اور وعظ میں اس سے دوسروں کو روک دیا جاوے تو خود بھی طبیعت میں اس سے رکنے کی ہمت ہو جاتی ہے۔ پھر فرمایا کہ اور طاعون سے بچنے کی جو دعا ہوتی ہے تو اس کے دو طریق ہیں ایک یہ کہ طاعون ہی نہ آوے۔ دوسرے اگر آوے تو مبدل برحمت ہو کر آوے عذاب نہ ہو۔

مجتہدین کے فرائض، سنن اور مستحبات کی تحقیق کا سبب:

(۲۳۳) اگر لوگ صحابہ کرامؓ کے طرز پر رہتے یعنی عمل میں قصداً قصور نہ کرتے تو مجتہدین کو بہت سی تحقیقات کی ضرورت نہ ہوتی۔ مثلاً وضو کامل کیا کرتے۔ نماز کامل پڑھا کرتے کسی جزو کو متروک (۱) یا مختل (۲) نہ کرتے تو اس تحقیق کی ضرورت نہ ہوتی کہ ان عبادات میں کیا فرض ہے کیا سنت ہے کیا مستحب ہے۔ مگر لوگوں نے جب عمل میں کوتاہی شروع کی تو مثلاً وضو میں کچھ عضو دھوئے کچھ نہ دھوئے تو مجتہدین کی ضرورت پڑھی کہ تحقیق کریں کہ کون کون فرض شے ہے جس کے نہ ہونے سے مثلاً نماز نہیں ہوتی اور کون اس سے کم ہے کہ اس کے ترک سے فرض ادا ہو جائے گا۔

عوام کو تشویشات میں نہ ڈالا جائے:

(۲۳۴) فرمایا۔ کانپور میں ایک واعظ صاحب نے وعظ میں بیان فرمایا کہ بڑے پیر صاحب یعنی شیخ عبدالقادر صاحب جیلانیؒ کا جنتی ہونا قطعی نہیں ہے۔ لوگ اس سے بھڑک گئے اور مقدمہ میرے پاس آیا۔ ہر فریق یہ خیال کرتا تھا کہ یہ ہماری تائید کرے گا۔ میں نے اول اس عامی سے دریافت کیا کہ تم اس باب میں کیا کہتے ہو اس نے کہا میں ان کو یقینی جنتی کہتا ہوں۔ میں نے کہا

۱۔ چھوڑا ہوا۔ ۲۔ خرابی پیدا کرنا

بہت ٹھیک ہے جب وہی جنتی نہ ہوں گے تو پھر کون ہو گا۔ پھر میں نے کہا تمہارے پاس اس کی کیا دلیل ہے۔ کہا بڑے بڑے عالم اور بزرگ ایسا ہی کہتے ہیں۔ میں نے کہا اچھا حضرت صدیق رضی اللہ عنہ بھی تمہارے نزدیک یقینی جنتی ہیں۔ کہا ہاں۔ میں نے کہا اس کا کیا ثبوت ہے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ میں نے کہا بالکل درست ہے۔ اب یہ بتلاؤ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول اور بزرگوں کے قول میں کچھ فرق ہے یا نہیں کہا ہاں ہے۔ میں نے کہا جیسا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اور بزرگوں کے ارشاد میں فرق ہے ویسا ہی حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے اور بڑے پیر صاحب کے جنتی ہونے میں بھی فرق ہو گا یا نہیں۔ کہا ہاں۔ میں نے مولوی صاحب سے کہا کہ وہ ہی تو یہ بھی کہتا ہے جو تم کہتے ہو۔ یعنی غیر منصوص انہمات کا جنتی ہونا یقینی نہیں ظنی ہے۔ مگر یہ ملا حسن کا ظن نہیں جانتا۔ اس ظن کو اپنی اصطلاح میں یقین کہتا ہے۔ ورنہ اس کے دل میں بھی دونوں نجاتوں میں وہی فرق ہے جو تم کہتے ہو کہ ایک یقینی ایک ظنی (فرمایا) ہمارے اکابر کا طرز یہ تھا کہ عوام کو تشویش میں نہ ڈالا جاوے جیسا ان واعظ صاحب نے کہا۔

عوام کی ضرورت کے وقت رعایت:

(۲۳۵) فرمایا کہ عوام کی رعایت تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمائی ہے۔ چنانچہ حطیم کو کعبہ کے اندر داخل نہ فرمانے کی حدیث میں ارشاد ہے۔ لو لا قومک حدیث عهد بالجاهلیته الخ۔ تو دیکھیے آپ نے عام لوگوں کو تشویش میں پڑنے سے بچایا۔ مگر جہاں اصل پر عمل کرنے کی ضرورت یا مصلحت قوی ہوتی ہے وہاں عوام کی رعایت نہیں بھی کی جاتی جیسے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے نکاح میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو

تشویش سے بچانے سے پرہیز فرمایا تھا۔ مگر حق تعالیٰ نے اس کی رعایت نہ فرمائی تو یہ سمجھنا بہت مشکل ہے کہ کس جگہ عوام کی رعایت کرنا چاہیے اور کس جگہ نہ کرنا چاہیے۔ یہ سمجھنا بڑے حکیم کا کام ہے۔ میری رائے میں تو جہاں رعایت کرنے میں دین کا کچھ نقصان ہو وہاں عوام کی رعایت نہ ہونا چاہیے اور جہاں رعایت کرنے میں دین کا نقصان نہ ہو اور رعایت نہ کرنے میں تشویش ہو جائے وہاں عوام کی رعایت کرے۔ تو حطیم کے واقعہ میں کوئی دین کا نقصان نہ تھا اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے واقعہ میں تبلیغ میں کوتاہی ہوتی تھی کیونکہ وہ تبلیغ عملی تھی اور ضروری تھی البتہ اس کا تبلیغ ہونا قدرے خفی تھا۔ اس لئے اولاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذہن مبارک اس طرف نہیں گیا اس لئے آپ نے عوام کی رعایت کا خیال فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد سے اس کا تبلیغ ہونا معلوم ہو گیا۔ پھر آپ نے عوام کی پروا بھی نہیں کی اور یہاں سے حضرت زینب کے عقد کے متعلق جو ایک شخص نے اعتراض کیا تھا۔ اس کا جواب بھی ٹھیک سمجھ میں آ گیا۔ وہ اعتراض یہ تھا کہ اس قصہ کی آیت میں ارشاد ہے تَخْشَى النَّاسَ اِلٰى قَوْلِہٖ تَعَالٰى وَلَا يَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللہ لوگوں سے ڈرتے ہیں اور دوسرے انبیاء نہیں ڈرتے تھے، تو جواب یہ ہے کہ آیت کا مدلول یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام تبلیغ میں نہ ڈرتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی کبھی تبلیغ میں نہیں ڈرے اور اس میں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ڈرے تو اس وقت آپ کے ذہن مبارک میں صرف نکاح کا معاملہ تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو تبلیغ کا فرد نہیں سمجھا تھا مگر حق تعالیٰ کے فرمانے سے معلوم ہوا کہ یہ بھی تبلیغ کا ایک فرد ہے پھر ڈرانا ثابت نہیں۔

مولوی نذیر حسین صاحب مرحوم دھلوی سے ملاقات:

(۲۳۶) فرمایا- مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی مرحوم سے میں دو دفعہ ملا ایک بار دہلی میں دوسری بار ضلع آرہ میں دوسری بار کے جلسہ میں میرے سامنے ایک ان کے شاگرد نے ابن ہمام پر کچھ اعتراض کیا- تو میاں صاحب نے ناخوش ہو کر کہا وہ بڑے لوگ تھے ان پر اعتراض کرنا ہمارا کام نہیں پھر فرمایا وسیع النظر آدمی نرم ہوتا ہے کیونکہ اس کی نظر سب طرف ہوتی ہے-

حضرت حاجی صاحبؒ کا حضرت حکیم الامت کے بارے میں ارشاد:

(۲۳۷) فرمایا- بعض ندوہ والوں نے میری شکایت حضرت حاجی صاحب قبلہ سے کی کہ وہ ندوہ کا مخالف ہے تو حضرت نے فرمایا کہ اس میں تو مخالفت کا مادہ ہی نہیں ہے- دیکھیے حضرتؒ نے مجھ کو کس طرح پہچان لیا حالانکہ میں حضرت کے سامنے کچھ زیادہ بولتا بھی نہیں تھا-

بعد وفات حضرت حاجی صاحبؒ ان کی اہلیہ کا انتظام:

(۲۳۸) فرمایا- حضرت حاجی صاحبؒ کے وفات کے بعد میں نے حضرت پیرانی صاحبہ کی خدمت میں لکھا کہ اپنے قیام کے متعلق جو رائے ہو اس سے مطلع فرمائیں ہندوستان آنا چاہیں یا وہاں ہی رہنا چاہیں تو اطلاع دیدیں ویسا ہی انتظام کر دیا جاوے- خط کا یہ جواب آیا کہ عدت میں ایسی گفتگو مناسب نہیں- میں نے بعد عدت پھر عرض کیا تو اس دوسرے خط کے جواب میں تحریر فرمایا کہ میں عورت ناقص العقل ہوں- میری رائے کیا- مولانا رشید احمد صاحب اور تم جو رائے تجویز کرو عمل کروں گی- میں نے مولانا سے رائے لی تو

فرمایا کہ کیوں بڈھی ہڈیوں کو پریشان کیا وہیں رہنے دو۔ میں خرچ کے انتظام میں تھا کہ ایک رئیس نے تیس روپیہ ماہوار مقرر کر دیئے۔

حق تعالیٰ سے بغض رکھنا کفر ہے:

(۲۳۹) فرمایا۔ اگر حق تعالیٰ سے محبت کامل ہو تو توحید کا حق یہ ہے کہ حوادث کی نسبت حق تعالیٰ کی طرف کرے کیونکہ غلبۂ محبت سے ناگوار واقعہ سے بھی ناگواری نہ ہو گی اور اگر کامل محبت نہ ہو تو اسباب کی طرف نسبت کرنا اسلم ہے ورنہ بعض اوقات نعوذ باللہ حق تعالیٰ سے بغض پیدا ہو جاتا ہے۔ اور حق تعالیٰ سے بغض رکھنا کفر ہے۔

واپسی ہدیہ کے وقت دو باتوں سے خوف:

(۲۴۰) فرمایا۔ میں جب کوئی ہدیہ واپس کرتا ہوں تو اس وقت دو باتوں سے بہت ڈر لگتا ہے ایک ناشکری دوسرے کبر۔ نیز دل شکنی سے بھی بہت بچتا ہوں مگر بعض عذر ہی ایسا قوی ہوتا ہے کہ اس پر عمل کرنا پڑتا ہے۔

صدقات نافلہ غنی کو بھی لینا جائز ہے:

(۲۴۱) فرمایا۔ صدقات نافلہ غنی کو بھی لینا جائز ہے اگرچہ خلاف اولیٰ ہے اور ہدیہ میں کوئی خدشہ ہی نہیں اور صدقہ اور ہدیہ میں فرق یہ ہے کہ تصدیق میں تو محض ثواب مقصود ہوتا ہے اور ہدیہ میں اصل مقصود تطییب قلب ہوتا ہے گو اس تطییب سے ثواب بھی مل جائے اور نشان فرق یہ ہے کہ صدقہ اگر کسی محل میں صرف کریں اور وہاں سے واپس آجاوے تو دوسری جگہ خرچ کیا جاتا ہے اور ہدیہ میں یہ نہیں ہوتا بلکہ خود اپنے صرف میں لاتے ہیں۔

مسائل کی دقیق غلطی میں عوام النّاس معذور ہیں:

(۲۴۲) فرمایا- جن مسائل کی غلطی دقیق ہے اس میں عوام الناس تو معذور ہوں گے ان کو کچھ گناہ نہ ہوگا اہل فتویٰ کی گردن نپے گی- یہی حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے (۱) من افتی بغیر علم فانما اثمہ علی من افتاہ- اس حصر سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ عوام کو کچھ گناہ نہ ہوگا-

مسائل کی دو قسمیں:

(۲۴۳) فرمایا- کانپور میں محلہ فتضلگنج میں ایک دفعہ میرا وعظ ہوا وہاں بہت غیر مقلدین رہتے ہیں- میں نے وعظ میں کہا کہ مسائل دو طرح کے ہیں منصوصہ اور غیر منصوصہ، سو غیر منصوصہ میں ظاہر ہے کہ رائے کا ہی اتباع کرو گے اور اپنی رائے سے بڑے کی رائے زیادہ قابل اتباع ہے- اور یہاں سوائے امام ابو حنیفہ کے دوسرے مذاہب کے فتاویٰ مل نہیں سکتے تو لامحالہ ان مسائل میں امام صاحب کا اتباع کرو گے اور ایسا ہی کرتے بھی ہو تم زیادہ مسائل میں عملاً حنفی ہوئے اور اعتبار اکثر ہی کا ہوتا ہے تو اس اعتبار سے تم عملاً حنفی ہو گے تو پھر اپنے کو حنفی ہی کیوں نہیں کہتے کہ جھگڑا فساد بھی نہ ہو البتہ شاید تم کو یہ شبہ ہو کہ اس صورت میں تو حنفی کہنے میں لوگوں کو دھوکہ ہو گا شاید یہ بھی متعارف حنفی ہیں یعنی فی جمیع المسائل تو ہم اور دوسرے حنفیوں میں فرق ہی نہ رہا- سو فرق میں بتلائے دیتا ہوں وہ یہ کہ حنفی کی دو قسم ہو جائے گی ایک نمبر اول یعنی فی جمیع المسائل وہ تو ہم ہوئے- دوسرے نمبر دوم یعنی فی اکثر

۱- جس شخص نے بغیر علم کے فتویٰ دیا تو اس کا گناہ فتویٰ دینے والے پر ہے-

المسائل وہ تم ہوئے بس تو اپنے کو حنفی نمبر دو کہ دیا کرو۔ دھوکہ نہ ہو گا۔

کیا تعزیہ توڑنا جائز ہے:

(۲۴۴) فرمایا کسی نے کہا تعزیہ توڑنا جائز نہیں ہے کیونکہ اس میں امام حسین کا نام لگا ہے۔ ایک صاحب نے خوب جواب دیا کہ گوسالہ سامری میں اللہ میاں کا نام لگا تھا چنانچہ ارشاد ہے۔ فَقَالُوْا هٰذَآ اِلٰهُكُمْ وَاِلٰهُ مُوْسٰى تو موسیٰ علیہ السلام نے اس کو کیوں توڑا۔

مدرسہ کے نابالغ بچوں سے کام لینا ناجائز ہے:

(۲۴۵) فرمایا۔ مدرسہ کے نابالغ بچوں سے کام لینا کسی استاد کو جائز نہیں البتہ اگر بالغ ہو تو بشرائط جائز ہے وہ شرط یہ ہے کہ بطیب خاطر ہو جبر نہ ہو۔ مگر معلمین ان معاملات میں بہت گڑبڑ کرتے ہیں۔ ہمارے یہاں مدرسہ میں ایک حافظ صاحب تھے ایک روز انہوں نے دو لڑکوں کو چکی پر آٹا لینے کو بھیجا وہ سر پر لاد کر لائے۔ میں نے کہا حافظ صاحب یہ بہت بیجا بات ہے اگر آپ کے بچے ہوتے تو کیا ان سے بھی بوجھ اٹھواتے ذرا انصاف کیجئے۔ شاگرد کو اپنے بچہ سے کم درجہ کا نہ سمجھنا چاہیے۔ مولوی بھی بس ہدایہ پڑھاتے وقت تو فقیہہ ہوتے ہیں مگر عمل میں ان کو بھی احتیاط نہیں ہوتی۔

شفاء غیظ کے لئے طلباء کو سزا دینا ناجائز ہے:

(۲۴۶) فرمایا۔ میں نے اپنے مدرسہ کے معلموں کو بچوں کو مارنے کے لئے منع کر دیا ہے کیونکہ یہ لوگ حدود سے تجاوز کر جاتے ہیں اور شفاء غلط کے لئے مارتے ہیں ایسا زدوکوب کی اگر ولی اجازت بھی دے دے تو بھی درست نہیں۔ میں نے دو سزائیں مقرر کر رکھی ہیں ایک کان پکڑوانا جس کو مراد آباد والے بطخ

بنوانا کہتے ہیں۔ دوسری اٹھنا بیٹھنا اس میں دونوں اصلاحیں ہو جاتی ہیں۔ جسمانی بھی یہ ورزش ہے نفسانی یعنی اخلاقی بھی کہ زجر ہو جاتا ہے۔

بلا تحقیق لکھنا درست نہیں:

(۲۴۷) فرمایا (ایک خط دکھلا کر) یہ خط دیوبند سے طلبہ کا آیا ہے کوئی انجمن تقریر کرنے کے لئے قائم کی ہے لکھتے ہیں کہ آپ زکوٰۃ میں کتابیں دیا کرتے ہیں۔ لہذا ہم کو بھی دیجئے" میں نے لکھدیا ہے کہ تم نے کس سے سنا ہے۔ ان کو یوں لکھنا چاہیے تھا کہ ہم نے سنا ہے کہ آپ وہ کتابیں تقسیم کرتے ہیں اگر واقعی بات ہے تو ہماری بھی درخواست ہے۔ لوگ تحقیق نہیں کرتے کہ حقیقت کیا ہے جو جی چاہا لکھدیا۔

طلباء میں انجمن بنانے سے آزادی پیدا ہوتی ہے:

(۲۴۸) فرمایا میں متعارف انجمن بازی کے خلاف ہوں بالخصوص مدارس دینیہ میں، کیونکہ اس سے حریت پیدا ہوتی ہے جو مدارس کے واسطے زہر ہو جاتی ہے۔ ایک مولوی صاحب نے یہ کیا کہ پڑھنے والے لڑکوں کی انجمن بنائی۔ کسی طالب سے کوئی قصور ہو جاتا تو طلبہ سے مشورہ لیتے کہ کیا سزا دینا چاہیے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ایک دن سب طلبہ نے متفق ہو کر کسی بات میں مولوی صاحب کی مخالفت کی آخر مولوی صاحب کو علیحدہ ہونا پڑا یہ اثر ہے آزادی کا۔ دوسری بات یہ ہے کہ ایسی انجمنوں میں تقریر بھی لازم ہے اور تقریر کی فکر میں درسیات کا مطالعہ نہیں کرتے مضمون ہی تلاش کرتے رہ جاتے ہیں۔ تعلیم مقصود چوپٹ ہو جاتی ہے۔ اس لئے میں نے اپنے یہاں یہ انتظام کیا ہے کہ اگر کوئی کافیہ پڑھنے والا ہے تو کافیہ ہی کا کوئی مضمون دے دیا کہ اس کی تقریر کرو

اگر مشکوٰۃ پڑھ چکا ہے تو کوئی حدیث اس وقت دے دی کہ اس کی تقریر کرو اس سے زبان بھی کھل جاتی ہے یعنی بولنے کا عادی بھی ہو جاتا ہے اور پڑھانے کا ڈھنگ بھی آجاتا ہے اور تعلیم کا نقصان بھی نہیں ہوتا۔

غیر ضروری تعلقات بہت مضر ہیں:

(۲۴۹) فرمایا غیر ضروری تعلقات بھی بہت مضر ہیں غیبت تو ضروری ہوتی ہے۔ اگر یہ بھی نہ ہو تو لایعنی باتیں ضرور ہوں گی اس کا بھی ضرر ظاہر ہے۔ حضرت فرید الدینؒ فرماتے ہیں۔

دل ز پر گفتن بمیرد در بدن
گرچہ گفتارش بود در عدن

بہت گفتگو کرنے سے دل بدن میں مر جاتا ہے اگرچہ اس کی گفتگو نہایت شستہ عمدہ ہے

زیادہ ہنسی سے بھی قلب مردہ ہو جاتا ہے۔ سلامتی اور راحت کم ملنے جلنے ہی میں ہے۔ امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ دوستوں سے جس قدر نقصان پہنچتا ہے دشمنوں سے نہیں پہنچتا۔ دشمن تو کبھی ایک دفعہ نقصان پہنچا دے گا اور وہ بھی دنیا کا اور دوست تو ہر وقت نقصان پہنچاتے ہیں اور دین کا۔ لوگوں کو تنہائی سے گھبراہٹ اس وجہ سے ہوتی ہے کہ دل و دماغ مقصود سے خالی ہے اس لئے وحشت ہوتی ہے اور جی چاہتا ہے کہ چلو کسی کے پاس بیٹھیں اگر قلب خدا کی محبت سے پر ہوا اور دل میں اس کا خیال رہے تو پھر کسی کے پاس آنے یا جانے کو جی نہیں چاہے گا۔ مثلاً اگر کوئی شخص اپنے محبوب کے پاس بیٹھا لطف حاصل کر رہا ہو اور اس درمیان میں کوئی آجاوے تو کس قدر گراں گزرتا ہے الحمدللہ یہاں تو سب لوگ الگ تھلگ رہتے ہیں نہ کسی سے کسی کو شکایت ہے نہ بغض نہ حسد نہ

منصب نہ غرض

بہشت(۱) آنجا کہ آزارے نباشد
کسے را باکسے کارے نباشد

مولوی شبیر علی سلمہ نے تو ایک مفید انتظام کیا ہے کہ افطار کے واسطے بھی ایک جگہ اجتماع نہیں ہونے دیتے کہدیا ہے کہ الگ الگ افطار کرو بہت اچھا کیا۔

صحبت بد کا اثر:

(۲۵۰) فرمایا سہارنپور میں بھائی (اکبر علی صاحب) کے مکان کے پاس ایک کوٹ انسپکٹر صاحب نے کرایہ پر مکان لیا نہایت نیک آدمی تھے۔ غایت سادگی سے ان کی بیوی خود اپنے ہاتھ سے روٹی پکاتی تھیں کوٹتی پیستی تھیں اور بیچاری کے پاس کوئی زیور نہ تھا تب بھی خوش تھی مگر دو چار مرتبہ بھائی کے گھر جو آئی تو دیکھا دیکھی طبیعت بدلنے لگی۔ شوہر سے لڑنا شروع کیا کہ مجھ کو زیور بنوا دو۔ ان کے یہاں تو نوکر لگے ہوئے ہیں مجھ کو بھی ماما دو۔ وطن گئی تو کہا پختہ مکان بنوا دو۔ غرض کہ وہ مصیبت میں پھنس گئے۔ الہ آباد میں ملے تھے کہ ایسے شیخ کامل کی ایسی اچھی صحبت نصیب ہوئی کہ میں تو بڑے عذاب میں مبتلا ہو گیا۔ تو غیر ضرورت تعلقات اس قدر مضر ہیں پھر فرمایا کہ ایک تعلقات تو ایسے ہوتے ہیں کہ سراسر ضرر ہیں جیسے صحبت بد اور ایک ایسے ہوتے ہیں کہ ان میں نہ نفع نہ ضرر سو وہ بھی لایعنی ہیں اور ایک وہ تعلقات جو ضروری ہیں کہ اگر نہ قائم رکھیں تو نقصان ہو۔ پس ان کو ضرور قائم رکھنا

۱۔ بہشت وہ جگہ ہے جہاں کسی قسم کی آزار نہ ہو، کسی شخص کو کسی سے کچھ سروکار نہ ہو۔

چاہیے۔ آج کل تو یہ حالت ہے کہ بعض بزرگوں سے بھی تعلقات رکھنا مفید نہیں بلکہ مضر ہیں۔ چنانچہ بعض درویشوں کی مجلس میں کہیں چائے کا ذکر کہیں چاول کی تعریف ہوتی ہے اور غیبت تک بھی ہوتی ہے۔ ایسی مجالس سے سخت احتراز چاہیے۔

نیلی سیاہی میں ناپاک ہونے کا شبہ:

(۲۵۱) (کسی نے نیلی سیاہی مسجد میں گرادی) فرمایا۔ اس کو سب سن لیں کسی نے مسجد میں بیٹھ کر رنگ سے ملفوظ لکھے ہیں اور گرایا بھی ہے۔ میرے نزدیک اس میں ناپاک ہونے کا قوی شبہ ہے۔ ان سیاہیوں میں اسپرٹ ہوتی ہے۔ اس لئے مجھ کو ابھی صاف کرنا پڑے گا کیا یہ کام بھی میرے سپرد ہے۔

پردہ کے چند ضروری احکام:

(۲۵۲) فرمایا وجہ و کفین جہاں ضرورت ہو اور فتنہ کا خوف نہ ہو عورت کو کھولنا فی نفسہ جائز ہے مگر زینت کے ساتھ یا خوف فتنہ کے وقت کشف درست نہیں، اسی طرح بجے زیور میں تفصیل ہے جس کے اندر باجا نہ ہو صرف لگ کر بجتا ہو اس کا پہننا فی نفسہ درست ہے لیکن زور سے پاؤں رکھنا درست نہیں۔ پس ممنوع لغیرہ ہے اور جس کے اندر خود باجا ہو وہ بالکل درست نہیں۔ آیۃ وَلَا یَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ۔ (اور اپنے پاؤں زور سے نہ رکھیں) اور حدیث مذمت جرس دونوں کو ملانے سے یہ مجموع مطلب نکلتا ہے۔

اوقات مدرسہ:

(۲۵۳) بجواب ایک سوال کے فرمایا وقت معین تک مدرس طلبہ سے

فارغ رہے خواہ اس میں کوئی پڑھے خواہ نہ پڑھے۔

دین کے واسطے دواماً بغض فی اللہ جائز ہے:

(۲۵۴) فرمایا۔ یہ جو حدیث میں ہے کہ تین روز سے زیادہ کسی سے قطع تعلق نہ کرے یہ مطلقا نہیں۔ اگر فساق سے بوجہ فسق کے احتراز کرے تو کوئی حرج نہیں یعنی دین کے واسطے دواماً بھی بغض فی اللہ جائز ہے۔ البتہ دنیاوی معاملات میں کسی سے رنجش رکھنا اس کے لئے تین دن حد ہیں اور یہ اگر احتراز وقار کے واسطے ہو کہ کسی سے تعلق رکھنا شان کے خلاف ہے تو اس میں کبر کا شائبہ ہے باقی حفاظت وقار کی سو جب خشیت پیدا ہو جاتی ہے تو غیب سے خود بخود وقار پیدا ہو جاتا ہے۔ حدیث میں ہے۔ من ہاب اللہ ہابہ کل شی (۱)

نوافل میں جماعت کی شرط:

(۲۵۵) فرمایا۔ نوافل میں اس شرط سے جماعت کر سکتا ہے کہ مع امام چار آدمی سے زائد نہ ہوں۔ اور جب جماعت ہو گی تو سب احکام جماعت کے جاری ہوں گے یعنی قرأۃ تکبیر بالجہر کرے مثلاً اور منفرد مختار ہے قرأت میں جہر کرے یا سر۔

وقف غفران وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم:

(۲۵۶) فرمایا وقف غفران اور وقف النبی کے متعلق قراء کہتے ہیں کہ وقف کرنے سے مغفرت ہوتی ہے اور وقف النبی حضور کی سنت ہے۔ مگر میری نظر سے اس کی کوئی سند نہیں گذری۔

۱۔ جو شخص اللہ سے ڈرے ہر چیز اس سے ڈرتی ہے۔

صاف بات کہنا چاہیے:

(۲۵۷) ایک طالب علم نے اتنی پست آواز سے بات کی کہ سنائی نہ دی اور طبیعت پریشان ہوئی تو اس کو ایک گھنٹہ علیحدہ جا کر بیٹھنے کی سزا دی جب گھنٹہ پورا ہوا اور وہ آیا تو پھر اپنے سوال کو اچھی طرح نہ بیان کر سکا تو پھر اسی طرح آدھ گھنٹہ کی سزا دی اور فرمایا کہ لوگ ایسے بد تمیز ہیں کہ پوری اور صاف بات نہیں کہتے سوال اور جواب دونوں کا بار میرے ہی اوپر رکھ دیتے ہیں۔

جواب میں دوسرے بزرگوں کا حوالہ:

(۲۵۸) (ایک خط دکھلا کر) فرمایا کہ کوئی مولوی طفیل احمد نامی ہیں انہوں نے یہ خط لکھا ہے کہ آپ کلکتہ کے فساد سے تو واقف ہوں گے بناءً علیہ اس کے متعلق یہ چند مسائل ہیں ان کے جواب سے اطلاع دیں۔ پھر آخر میں تحریر فرمایا ہے کہ اپنا قول تحریر کیجئے گا۔ کسی دوسرے بزرگ کا حوالہ نہ دیجیئے گا۔ میں نے جواب لکھا ہے کہ اس تمہید کے بغیر کیا مسئلہ کا جواب نہ ہو سکتا تھا۔ اس پر بنا کرنے کی کیا ضرورت ہوئی اور دوسرے بزرگ سے کیوں نہ نقل کروں۔ اگر وہ بزرگ مجھ سے زیادہ جانتے ہوں تو کیوں ان کا حوالہ نہ دوں اس کی کیا وجہ ہے۔

حیلۂ تملیک:

(۲۵۹) فرمایا۔ ایک شخص ہے اس نے کچھ غلہ زکوٰۃ کا اور کچھ صدقہ فطر کا جمع کر کے ایک مدرسہ میں بھیجا ہے تو اس نے فتویٰ دریافت کیا ہے کہ یہ صورت جائز ہے یا نہیں جواب دیا گیا کہ مہتمم مدرسہ وکیل ہوتا ہے اس کو چاہیے

کہ وہ مستحقین وغیرہ کو قبضہ کرا دیں پھر وہ خوشی سے مدرسہ میں داخل کر دیں اور اگر طیب خاطر میں شبہ ہو تو مستحقین اول قرض وغیرہ لے کر اپنی طرف سے مدرسہ میں تبرعاً داخل کر دیں۔ پھر وہ غلہ یا رقم ان مستحقین کو دے دی جاوے اس کو وہ اپنے صرف میں لاویں یا قرض ادا کر دیں اور یہ دوسری صورت بہ نسبت پہلی صورت کے بے غبار ہے۔

مولوی عبید اللہ صاحب سندھی کا طرز تدریس تفسیر:

(۲۶۰) فرمایا۔ مولوی عبید اللہ صاحب سندھی نے مجھ سے کہا کہ ہندوؤں سے مل جانا چاہیے۔ میں نے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ مثلاً ہندوؤں نے وائسرائے پر بم پھینکا ہمارا مذہب ہم کو اس بدعہدی کی اجازت نہیں دیتا تو پھر ان کے ساتھ کیسے شرکت ہو سکتی ہے۔ ہمارا تو رہبر مذہب ہے۔ ہندوؤں کا رہبر محض غرض ہے۔ ان ہی مولوی صاحب نے دہلی میں تفسیر کا مدرسہ جاری کیا تھا۔ مگر تفسیر بالرائے کے طور پر پڑھاتے تھے۔ میں نے اس پر اعتراض کیا تو کہا کہ نو تعلیم یافتہ جماعت کو سوائے اس طریقہ کے اور کوئی طریقہ سمجھانے کا نہیں ہے۔ میں نے کہا اچھا دو طالب علم گریجویٹ مساوی استعداد کے لے لو ایک کو تم تفسیر پڑھاؤ اور دوسرے کو میں دو برس کے بعد دیکھو کون ایسی حالت میں نکلتا ہے کہ نئے شبہات والوں کی تسلی کر سکے کہا یہ صرف آپ کر سکتے ہیں مگر دوسرا نہیں کر سکتا۔ میں نے کہا بس تو یہ کام مجھ پر چھوڑ دو۔ تم مت کرو۔ کہنے لگے بہتر دہلی چلو وہاں تم ہی یہ کام کیا کرو۔ میں نے کہا دہلی جانے کی کیا ضرورت ہے وہاں طالب علموں کا خرچ بھی زیادہ ہو گا خود ان کو یہیں لاؤ۔ کم خرچ بالا نشین کا مضمون ہے۔ پھر اس صورت میں کسی رئیس سے امداد چاہنے کی بھی ضرورت نہ ہو گی پس خاموش ہو گئے۔ مولوی عبید اللہ صاحب مخلص تھے مگر

ایسے ہی جیسے سرسید مخلص تھے۔ چنانچہ غدر کے بعد کے واقعات ان کے خلوص کے شاہد ہی ہیں - ایک پادری نے وہابی کی اخبار میں وہ علامات لکھی تھیں جو سنن نبویہ ہیں اور گورنمنٹ کو ان سے احتیاط کرنے کا مشورہ دیا تھا۔ سرسید نے بڑے بڑے لوگوں کے جن کی وفاداری پر گورنمنٹ کو اطمینان تھا۔ دستخط سے ایک محضر نامہ لکھوایا کہ ہم سب وہابی ہیں۔ گورنمنٹ ہماری نگرانی کرے۔ حقیقت میں وہ قوم پر فدا تھے اور اس باب میں مخلص تھے اور اخلاق میں یکتا۔ مگر عقائد خراب تھے۔ اخلاق اور چیز ہے اور عقائد اور چیز۔ عقائد مثل سر کے ہیں اور اخلاق مثل جوارح کے۔ عقائد پر نجات موقوف ہے اخلاق پر نہیں۔ اخلاق بلا عقائد کا ثمرہ محض دنیاوی ہے اور عقائد کا ثمرہ اخروی، اعتقاد فاسدہ مانع نجات، خواہ کیسا ہی خوش اخلاق ہو ایک شخص نے جو کالج علی گڑھ میں پرنسپل کے پیشکار تھے مجھ سے کہا کہ کالج کے لڑکے ایسے برے نہیں جیسی شہرت ہے۔ میں نے کہا تم شفیق باپ کی طرح نہیں ہو۔ تم نے پھوڑے پھنسیاں دیکھیں ہیں جو زیادہ خطرناک نہیں۔ سرسام پر غور نہیں کیا جو مہلک ہے۔ ہم شفیق باپ کی طرح ہیں مرض مہلک یعنی سرسام پر نظر رکھتے ہیں۔ گو تمام بدن سالم ہو اسی سلسلہ میں فرمایا۔ میں تو کہا کرتا ہوں کہ مولوی عبیداللہ صاحب سرسید احمد تھے مگر مولوی صاحب میں قوت عملی نہ تھی صرف رائے رائے تھی۔

زمانہ قید کی تنخواہ کا حکم:

(۲۶۱) (ایک خط دکھلا کر) فرمایا کہ ایک مدرسہ سے یہ خط آیا ہے کہ وہاں کے ایک مدرس صاحب نے تحریکات میں حصہ لیا تھا اور ڈیڑھ برس تک جیل میں رہے تو زمانہ قید کی تنخواہ ان کو دینا چاہیے یا نہیں؟ میں نے جواب میں لکھا ہے کہ دو باتیں دریافت طلب ہیں۔ ۱۔ نوکر رکھتے وقت ان سے معاہدہ کیا

تھا۔ ۲۔ وہ تنخواہ لینے والے کیا توجیہ کرتے ہیں صاف صاف لکھو تو جواب دوں۔

قلندر کسے کہتے ہیں:

(۲۶۲) فرمایا کہ الہ آباد سے ایک شخص کا خط آیا ہے کہ ہم نے سنا ہے کہ آپ حج کو جارہے ہیں۔ خیر اچھی بات کی شہرت ہے۔ بدنامی کی تو نہیں ہے۔مگر میں تو فضائل کے تحصیل میں بہت سعی نہیں کرتا میرا یہ مشرب ہے۔ چاہیے کہ فضائل اعمال میں تو مختصر پر اکتفاء کرے اور معاصی سے احتراز کا بہت زیادہ اہتمام رکھے ایسا شخص تصوف کی اصطلاح میں قلندر کہلاتا ہے۔ قلندر وہ نہیں ہے کہ داڑھی منڈاوے سر گھوٹاوے۔ قلندر مختصر اعمال پر اکتفاء کرتے ہیں۔ اور اخفاء و اظہار سے انہیں بحث نہیں دونوں مساوی اور جو شخص اخفاء اعمال کا خاص اہتمام کرے وہ ملامتی کہلاتا ہے یہ اصطلاح ہے صوفیہ کی تکشف میں حدیث سے میں نے دونوں کو ثابت کیا ہے۔

ظن کا عقائد میں دخل نہیں:

(۲۶۳) (بجواب سوال) فرمایا نماز اور وضو دونوں بروئے نص مکفر سیئات (۱) ہیں باقی ہم کو اس سے بحث نہیں کہ کس قدر کس سے کفارہ ہوتا ہے۔ یہ نصوص میں بھی مبہم ہے تم بھی مبہم ہی رکھو۔ ابھمو باابہم اللہ پر عمل رکھو۔ محض ظن سے کسی خاص تعیین کے درپے نہ ہو۔ یہ تو وہ پوچھے جس کو نعوذ باللہ اللہ میاں سے مطالبہ کرنے کا ارادہ ہو۔ ظن کا عقائد میں دخل نہیں

۱۔ گناہوں کا کفارہ بننا۔

البتہ فقہیات میں ہے۔ کیونکہ فقہ میں ضرورت عمل کی ہے اور عقائد میں کون کارڑی اٹکی ہے اس کو طالب علم یادرکھیں۔

مقلد بننے کا نفع:

(۲۶۴) فرمایا ایک ہیڈ ماسٹر صاحب کا خط آیا ہے درود شریف اور قرأت خلف الامام پر کچھ شبہ کیا ہے مگر اس شخص کو کچھ لیاقت نہیں کیا سمجھے گا۔ میں نے لکھ دیا ہے کہ پہلے مبادی سیکھ لو تب جواب دوں گا ورنہ نہیں۔ اسی طرح ایک انجینئر صاحب تھے وہ ان مبادی سیکھنے کے متعلق فرمانے لگے کہ کیا اب ہم پھر سے بچوں کے ساتھ الف۔ با پڑھیں۔ میں نے کہا اگر نہ پڑھو تو مقلد بنو محقق بننے کا ارادہ نہ کرو۔

مفتی از خود ذمہ دار ہوتا ہے:

(۲۶۵) فرمایا ایک موضع میں ایک میاں جی نے مجھ سے ترک جمعہ کے فتویٰ پر کہا کہ تم یوں کہدو کہ اگر ترک پر عذاب ہو تو ہمارے ذمہ پھر ہم جمعہ چھوڑ دیں۔ میں نے کہا تم یوں کہدو کہ اگر پڑھنے پر عذاب ہو تو میرے ذمہ۔ پھر ہم اجازت دیدیں گے۔ پھر میں نے کہا بھلے مانس جب کسی مولوی نے فتویٰ دے دیا وہ تو آپ ہی ذمہ دار ہو گیا۔ زبان سے ذمہ دار بنے خواہ نہ بنے۔

عقائد مبہمہ میں جازم جواب دینا ضروری نہیں:

(۲۶۶) (ایک صاحب نے سوال کیا کہ قرآن مجید کے ایصالِ ثواب میں سب کو برابر ثواب ملے گا یا سب پر تقسیم ہو گا) فرمایا۔ عقائد مبہمہ میں جازم جواب دینا ضروری نہیں اس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طرز نہایت اچھا تھا کہ مبہم کا عقیدہ مبہم رکھتے تھے۔ شریعت نے اس میں تفصیل بیان

کرنے کو ضروری نہیں سمجھا۔ باقی بزرگوں نے غیر جازم جواب بھی دیا ہے۔
چنانچہ حضرت حاجی صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ پورا ثواب ملنا فرماتے تھے۔
مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ تقسیم ہونا فرماتے تھے۔ میری رائے ہے کہ نہ اس فکر میں پڑے نہ اس میں دخل دے۔ خدا کے نعم پر چھوڑے باقی اگر تقسیم ہی ہو تب بھی حدیث میں ہے کہ ایک کھجور جو صدقہ کرتا ہے خدا تعالی اس کی تربیت کرتے ہیں۔ پھر وہ جبل احد سے بھی اعظم ہو جاتا ہے۔ تو تقسیم کے بعد بھی ہر ایک کو بہت مل جاوے گا۔

مرید بنانے کے لئے تامل کی ضرورت:

(۲۶۷) فرمایا۔ بیعت کے بارے میں ایک شخص کا خط آیا ہے لکھتے ہیں کہ میں نے بہت دن سوچا تو سوائے آپ کے کوئی نظر نہ آیا تو اب دیر نہ کیجئے۔ میں کہتا ہوں کہ مرید تو سوچے اور پیر کیوں نہ سوچے کہ اس شخص کو مرید بناؤں یا نہیں۔

اجنبی عورت کا بوسہ لینے سے گناہ ہوتا ہے:

(۲۶۸) فرمایا پہلے ایک شخص نے دریافت کیا تھا کہ اجنبیہ عورت کا بوسہ لینے سے روزہ فاسد ہوتا ہے یا نہیں؟ میں نے جواب دیا تھا کہ یہ کیوں نہیں دریافت کیا کہ گناہ بھی ہوتا ہے یا نہیں؟ آج پھر خط آیا ہے کہ یہ تو مجھ کو معلوم تھا۔ میں نے آج جواب لکھا ہے کہ جب روزہ میں معاصی صادر ہوں تو وہ مقبول نہیں ہوتا تو پھر اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہے۔ اگر میں ضابطہ کا جواب دیتا ہوں کہ فاسد نہیں ہوتا تو دلیری پیدا ہوتی ہے اور اگر لکھتا ہوں کہ فاسد ہو جاتا تو غلط ہوتا ہے اس لئے میں نے ایسا جواب دیا ہے جس سے نہ فتویٰ غلط ہو نہ

دلیری بڑھے۔ اہل علوم کو ایسے پہلوؤں کا خیال رکھنا چاہیے۔ بلا سوچے سمجھے فوراً جواب نہ دے۔

ظہر میں قرأت عصر کے مثل ہے:

(۲۶۹) بجواب سوال فرمایا کہ فجر اور ظہر میں طوال مفصل پڑھنے کی بابت متون میں لکھا ہے مگر عادت یوں ہے کہ لوگ فجر میں تو طوال مفصل پڑھتے ہیں اور ظہر میں نہیں پڑھتے۔ اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ فجر کے وقت نشاط ہوتا ہے اور قرأت بھی جہری ہے جس میں دلچسپی ہوتی ہے اور ظہر کے وقت تعب ہوتا ہے اور قرأت بھی سری ہے (بعد میں شامی منگا کر دیکھا تو اس میں لکھا ہوا تھا کہ بعض علماء کا قول ہے کہ ظہر میں قرأت عصر کے مثل ہے۔ نقلہ صاحب النہرعن المنیہ بعد میں فرمایا کہ پہلے سے معلوم ہے کہ یہ امور مستحب کے درجہ میں ہیں۔ سنت موکدہ تو ہیں نہیں۔ مگر شامی دیکھ کر اس لئے خوشی ہوئی کہ اس معمول میں سنت بھی ترک نہیں ہوئی غرض ان مسائل میں زیادہ تشدد نہ کرنا چاہیے۔

طریقۂ تعلیم:

(۲۷۰) احقر نے عرض کیا کہ ہمارے یہاں بعض دیگر مشائخ کی طرح حلقہ رائج نہیں ہے۔ یا یہی مجلس افادۂ حلقہ ہے فرمایا نہیں یہ مجلس حلقہ نہیں ہے۔ طریقۂ نقشبندیہ میں خاص وضع سے لوگ بیٹھتے ہیں اور شیخ ان کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور مریدوں کو توجہ دیتے ہیں۔ اس کو حلقہ کہتے ہیں اور جو طریقہ ہمارے یہاں کی تعلیم کا ہے وہ طریقہ انبیاء کا ہے۔ حلقہ کا اثر مستقل اور دیرپا نہیں ہوتا۔ جب لوگ شیخ سے جدا ہو جاتے ہیں پھر کچھ بھی اثر نہیں رہتا۔ اس کی

مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص تنور کے پاس کھڑا ہو کر گرما تو گیا مگر جب دور ہوا تو ٹھنڈا۔ اور ہمارے طریق کی ثبات اور استقلال ہے ور اس کی تاثیر روغن سنکھیا کی سی ہے کہ ایک مرتبہ کھا لیا تو ہمیشہ کے لئے کافی ہے۔ کوئی سردی اس کو ضعیف نہیں کر سکتی۔

شیخ کی مجلس کے آداب:

(۱۷۲) فرمایا۔ شیخ کی مجلس میں بیٹھ کر ذکر کرنا جائز ہے۔ مگر جب شیخ کلام کرے تو اس وقت ذکر کو مؤخر ملتوی کر دینا اور کلام کو سننا چاہیے۔ خاموش ہو کر ادھر متوجہ رہے۔ اِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهٗ وَاَنْصِتُوا میں ہر تبلیغ داخل ہے۔

مقابر پر دعا مانگنے کا طریق:

(۲۷۲) بجواب ایک سوال کے فرمایا کہ بعد اذان ہاتھ اٹھا کر دعاء مانگنا ضروری نہیں ہے اختیاری ہے۔ اور مقابر میں بھی یہی حکم ہے بشرطیکہ ہیئت داعی سے عوام کو شبہ نہ ہو کہ یہ مردے سے کچھ مانگتے ہیں میں نے تو اپنے دوستوں کو یہ مشورہ دیا ہے کہ دعا کے وقت قبر کی جانب پشت کر لیا کریں تب ہاتھ اٹھا کر دعا کریں یہ مسئلہ عالمگیر کتاب الحظر والاباحۃ کے باب سادس عشر کے شروع میں خزانۃ الفتاویٰ سے منقول ہے۔

شباب کی عمر و صورت سب میں عمدہ ہے:

(۲۷۳) فرمایا۔ موت کے وقت جو کسی کی عمر اور شکل ہو گی اسی عمر اور شکل پر وہ قیامت کے دن اٹھے گا (۱) کَمَا تَمُوْتُوْنَ تُحْشَرُوْنَ۔ لیکن

۱۔ جس صورت میں مرو گے اسی صورت میں اٹھائے جاؤ گے۔

جنت میں ہر شخص جوان ہی ہو کر داخل ہو گا۔ (ایک اہل علم نے عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت روایت ہے کہ داڑھی ہو گی) فرمایا مجھ کو تحقیق نہیں لیکن ظاہراً تو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم تو سب سے زیادہ مستحق ہیں کہ اچھی عمر اور عمدہ شکل میں جنت میں تشریف رکھیں اور وہ شباب کی عمر اور صورت ہے۔ داڑھی کا نہ ہونا تو فی نفسہ حسن ہے۔ (اور ظرافت کے لہجہ میں فرمایا کہ) جب ہی تو ساری دنیا داڑھی منڈواتی ہے۔

دندان شکن جواب:

(۲۷۴) فرمایا۔ عبدالرحیم نامی ایک شخص مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ کا ہم سبق تھا۔ مگر دہری خیال کا تھا۔ ایک دن مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ داڑھی تو ایک مد زائد ہے فطری نہیں ہے۔ کیونکہ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو داڑھی نہیں ہوتی والزائد اولی بالحذف۔ مولانا نے جواب دیا کہ دانت بھی تو فطری نہیں ہیں کیونکہ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو دانت نہیں ہوتے ان کو بھی توڑ دینا چاہیے۔ یہ سن کر مولانا عبدالحی صاحب نے فرمایا کہ واہ مولانا کیا خوب دندان شکن جواب دیا ہے۔

پوری تراویح کے بعد دعاء مانگنا ضروری نہیں:

(۲۷۵) فرمایا۔ ہر چار رکعت تراویح کے بعد یا پوری تراویح کے بعد دعا مانگنا ضروری نہیں۔ اگر ترک پر ملامت ہونے لگے تو بدعت سمجھی جاوے گی۔ ورنہ جس نماز کے بعد چاہے دعا مانگے اجازت ہے۔

زمانہ طاعون میں تیجہ دسواں کسی نے نہیں کیا:

(۲۷۶) فرمایا ایک مرتبہ طاعون ہوا اور زیادہ روز تک رہا۔ اہل رسوم نے بھی تیجا دسواں نہیں کیا۔ میں نے کہا دیکھو یہی کافی دلیل ہے ان کے ضروری نہ ہونے کی اور غسل اور کفن چونکہ ضروری تھا اس لئے اس کو کسی نے نہ چھوڑا۔ اور تیجا اور دسواں ضروری نہ تھا اس لئے وہ چھوٹ گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ دین سے خارج ہیں۔

حلال و حرام مخلوط مال کا حکم:

(۲۷۷) فرمایا۔ یہ بات یاد رکھنے کی ہے۔ لوگوں میں مشہور ہے کہ جب حلال و حرام مال مخلوط ہو جاوے تو حکم غلبہ پر لگایا جاتا ہے۔ یہ مطلقاً نہیں ہے۔ ایک خاص صورت میں ہے وہ یہ کہ حلال اور حرام مال کا خلط یقینی نہ ہو یا تو کوئی شخص علیحدہ علیحدہ رکھتا ہے یا ہم کو علم نہیں کہ غلط کرتا ہے یا نہیں اور جو مال ہم کو دیا جا رہا ہے اس کا ہم کو علم نہیں کہ کون ہے۔ وہاں حکم غلبہ پر ہے اور جہاں خلط کا یقین ہو وہاں مجموعہ حرام ہے۔

کثرت ذکر سے نسبت قوی ہو جاتی ہے:

(۲۷۸) فرمایا۔ محض ذکر قلبی میں نفس کو اکثر دھوکا ہو جاتا ہے۔ کیونکہ کبھی ذہول بھی ہو جاتا ہے۔ مگر ذاکر یہی سمجھتا رہتا ہے کہ میں ذکر میں مشغول ہوں۔ اس لئے ذکر زبان سے بھی کرنا چاہیے تا کہ دونوں جمع ہو جاویں۔ پھر ذکر کے اثر کے متعلق فرمایا کہ ذکر سے نسبت کو ایسا رسوخ ہوتا ہے کہ کسی شے سے اتنا رسوخ نہیں ہوتا۔ اس لئے توجہ متعارف سے زیادہ نافع یہ ہے کہ ذکر کی کثرت کرے کثرتِ ذکر سے نسبت قوی ہوتی ہے۔

مصلح کے لئے ایک ہدایت:

(۲۷۹) فرمایا۔ میں دنیوی معاملات میں کسی کو مشورہ دینا پسند نہیں کرتا۔ اہل طریق نے مصلح کے لئے ممانعت کی ہے کہ جو محض دین کی تعلیم کرتا ہو وہ طالبین کے دنیوی معاملات میں دخل نہ دے۔ چنانچہ خود اپنے گھر میں اعزا مجھ کو بڑا سمجھ کر اکثر مجھ ہی سے پوچھتے ہیں مگر میں دخل نہیں دیتا عذر کر دیتا ہوں۔ بچوں کے رشتہ وغیرہ کے بابت اکثر میرے بھائی دریافت کرتے ہیں۔ مگر میں کہہ دیتا ہوں کہ تم اپنے بچوں کے مصالح دیکھ کر جو چاہو کرو۔ جس کی اولاد ہو وہ تو مجبور ہے یہ کیا واہیات بات ہے۔ باقی جب خدا تعالیٰ نے اس جھگڑے سے علیحدہ رکھا ہے پھر میں کیوں معاملات میں پڑوں اور اکثر ایسے موقع پر یہ شعر پڑھ دیتا ہوں۔

ما ہیچ ندار یم غم ہیچ ندار یم
دستار ندار یم غم پیچ ندار یم

(ہم کچھ بھی نہیں رکھتے اس سے ہمارے پاس کچھ بھی غم نہیں ہمارے پاس دستار نہیں ہے اس سے اس کے پیچ کا غم بھی نہیں رکھتے۔)

تعلیم کی دو قسمیں:

(۲۸۰) فرمایا۔ تعلیم دو طرح کی ہوتی ہے ایک تعلیم قولی دوسری تعلیم فعلی اوپر کے معاملات میں مجھ کو خدا نے تعلیم فعلی دی ہے کہ مجھ کو بچہ نہیں دیا۔ اشارہ اس طرف ہے کہ تم اس میں نہ پڑو۔ میں اسلئے اس کو بے ادبی سمجھتا ہوں کہ جس سے خدا نے بچایا ہو میں اس میں اپنے قصد سے مبتلا ہوں۔

جہالت کا اثر:

(۲۸۱) فرمایا- باوجودیکہ اس قدر علم کا چرچا ہو گیا ہے مگر ہنوز جہالت باقی ہے- حال ہی میں ضلع بلند شہر سے ایک خط آیا ہے کہ ایک شخص ضد کر رہا ہے کہ مجھ کو بقر عید کے دن قربانی (یعنی ذبح) کر ڈالو ورنہ کنویں میں کود کر مر جاؤں گا تو اس میں کیا مسئلہ ہے- میں نے لکھدیا ہے کہ اگر ایسا کیا تو دونوں جہنم میں جاؤ گے اور پولیس جو دارو گیر کرے گی وہ علاوہ اور اگر کنویں میں کود گیا تو وہ خود جہنمی ہو گا- اسی طرح ایک شخص نے ایک پیر کی مجلس میں سنا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بڑے مخلص تھے اپنے بیٹے کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کر دیا تھا یہ قربانی سنت ابراہیمی ہے- بس گھر میں آکر اپنے لڑکے کو نہلا دھلا کر کپڑے پہنا کر مسجد میں لے گیا اور ذبح کر دیا- گرفتار ہوا تو کہا پیر جی نے کہا تھا- ڈاکٹر نے مجنون تجویز کیا اس لئے سزا تو نہ ہوئی مگر پاگل خانہ بھیجدیا گیا-

تقرر قاضی کی ضرورت:

(۲۸۲) فرمایا- نصب قاضی کے بابت کونسل میں مسئلہ پیش ہو رہا ہے کہ اگر سرکار کی طرف سے قاضی کا تقرر ہو جاوے تو جن مسائل کا بدون قضاء قاضی کے نفاذ نہیں ہو سکتا وہ ہونے لگے- مگر مسلمان اس مسئلہ میں متفق نہیں ہوتے یعنی مسلمان ممبر وہ اس کو ضروری ہی نہیں جانتے- ابھی ایک جماعت مشورہ کے لئے مجتمع ہو گی وہ اپنی رائے دے گی پھر معاملہ کونسل میں رکھا جائے گا- اگر میں معذور نہ ہوتا اور جا سکتا تو اس جماعت مشورہ میں ضرور جاتا (آنت اترنے کا عارضہ عذر تھا) کوئی مولوی صاحب نہیں جاتے- میں نے مولوی ظفر احمد (سلمہ) سے کہا ہے یہ جائیں گے- انگریز کہتے ہیں کہ ہم کو اس کی

ضرورت معلوم نہیں ہوئی ورنہ ہم اس کے واسطے تیار ہیں۔ افسوس انگریز تو تیار ہیں مگر مسلمان تیار نہیں۔ مخالف تو متفق ہیں مگر دوست مخالف۔ اس پر کوئی کھے گا کہ انگریزوں کی تعریف کرتا ہے تو اس میں تعریف کی کیا بات۔ یہ ایک واقعہ ہے میں نے تحریکات خلافت کے زمانہ میں رائے دی تھی کہ نصب قاضی کی تحریک کرو سلطنت حاصل کرنے کی تحریک نہ کرو۔ مگر خبط تو یہ تھا کہ یہ سلطنت لیں گے یا جان دیں گے۔ کھائیں گے گھی سے یا جائیں گے جی سے۔ بین بین کا کوئی درجہ ہی نہیں رکھا سلطنت ہی چاہتے تھے۔ بس مل گئی سلطنت۔ مسلمان اتفاق کرکے اس معاملہ کو کونسل سے منظور کرالیتے پھر اپنا اپنا قاضی علیحدہ علیحدہ بنالیتے سنیوں کا شیعوں کا قادیانیوں کا سب کا الگ الگ قاضی مقرر ہوجاتا میری تو یہاں تک رائے ہے کہ جو مسلمان آنریری مجسٹریٹ ہیں سرکار انہیں کو قاضی کے اختیار دے دیتی گو وہ اکثر جاہل ہوں گے مگر کسی عالم سے فتویٰ لیکر فیصلہ کرسکتے ہیں۔

امر تعذیب مباحات میں نہیں:

(۲۸۳) فرمایا۔ ایک عورت کا خط آیا ہے کہ برزخ نامی ایک کتاب ہے جس میں فلاں شخص نے لکھا ہے کہ جو شخص دنیا میں جس چیز کو مرغوب رکھے گا وہی چیز آخرت میں اس کے واسطے عذاب ہوگی اور کوفت میں ڈالے گی۔ میں تمبا کو کھاتی ہوں اس کو چھوڑ بھی دیا تھا مگر نہیں چھوٹتی مجھ کو سخت پریشانی ہے کہ کیا کروں جو عذاب سے بچوں میں نے جواب لکھا ہے کہ وہ شخص جاہل ہے وہ ان باتوں کو کیا جانے۔ میں کسی کو برا نہیں کہنا چاہتا مگر اس عورت کی اصلاح کے لئے اس شخص کو جاہل لکھنا پڑا۔ خود اس شخص کو دو وقت کے کھانے سے دلچسپی ہے تو وہ بھی اس کو کوفت میں ڈالے گا؟ اس نے جو لکھا ہے وہ بے

سمجھے لکھا ہے یہ امر تعذیب کا ناجائز تعلق کے بارہ میں ہے مباحات میں نہیں۔

خانقاہوں کے لنگر کا طریقہ پسند نہیں:

(۲۸۴) فرمایا بعضے خانقاہوں میں جو لنگر کا طریقہ ہے وہ مجھ کو پسند نہیں۔ اگر یہاں لنگر ہوتا تو طالب اور غیر طالب سب مخلوط ہو جاتے اور مخلص و مفلس کا فرق معلوم نہ ہوتا۔ مولوی عبدالحی صاحب حیدرآبادی نے بیان کیا کہ مجھ کو جو عقیدت ہوئی وہ اسی وجہ سے ہوئی کہ یہاں لنگر نہیں ہے اور پھر بھی لوگ ٹھہرے ہوئے ہیں معلوم ہوا کہ یہ سب مخلص ہیں اور ان کو فائدہ پہنچتا ہے۔ اگر لنگر جاری ہوتا تو مجھ کو اعتقاد نہ ہوتا شبہ ہوتا کہ شاید روٹی کی وجہ سے پڑے ہیں۔

اذیت سے بچنے کے لئے مہمان سے دریافت کرنے کی ضرورت:

(۲۸۵) ایک مہمان آئے تو نیاز سے فرمایا کہ دریافت کر لو کہ کب آئے ہیں اور کہاں ٹھہرے ہیں۔ پھر فرمایا کہ مہمان سے یہ پوچھنا کہ کب تک ٹھہرے ہو عرف کے خلاف ہے مگر نہ پوچھنے میں مجھ کو یہ تکلیف ہوتی ہے کہ بعض دفعہ کھانے کا انتظام کرایا بعد میں معلوم ہوا کہ یہ تو دوسرے صاحب کے مہمان ہیں۔ اسی واسطے میں چاہتا ہوں کہ لوگ خود کہہ دیا کریں کہ ہم فلاں جگہ ٹھہرے ہیں تاکہ میری فکر دور ہوا گر وہ نہ کہیں تو کیا میں بھی دریافت نہ کروں۔

حج کو جانے والے کے لئے اخراجات میں زیادہ احتیاط کی ضرورت:

(۲۸۶) ایک صاحب نے جو حج کو جانے والے تھے مرادآباد سے آئے

اور ایک سیر لوکاٹ سہارنپور سے حضرت والا کے واسطے لائے) فرمایا۔ حج کے جانے والے کو پیسہ پیسہ کا خیال رکھنا چاہیے لوکاٹ نہ تقسیم کرنا چاہیے۔ میں جب حج کو گیا تو مکہ معظمہ میں خرچ اس قدر کم رہ گیا کہ مجھ کو قرض لینے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ ایک صاحب مقیم مکہ بہت بڑے محب تھے جن سے مجھ کو قوی امید تھی کہ انکار نہ کریں گے ان سے سو روپیہ مانگے تو انکار کر دیا۔ پھر خیال ہوا کہ چلو راستہ میں جب کمی پڑے گی تب دیکھا جائے گا۔ کسی رفیق سفر سے مانگ لیں گے۔ جہاز کا کرایہ بھی کچھ گراں ہو گیا تھا۔ جب جدہ پہنچے تو جس جہاز کو سن کر آئے تھے اس کا ٹکٹ بند ہو گیا تھا۔ مگر ہم لوگ جہاز کے دفتر میں چلے ہی آئے۔ جب وہاں پہنچے تو معلوم ہوا کہ ٹکٹ پھر کھل چکا ہے۔ کرایہ دریافت کیا تو اس نے ہمارے حساب سے زیادہ مانگا ہم نے کہا ہمارے پاس صرف اتنا ہے کہ ۸ روپیہ بچے گے۔ ۲۰ روپیہ چھتری کے آٹھ روپیہ کوٹھڑی کے دے سکتے ہیں۔ اس سے زیادہ نہیں دے سکتے کہنے لگا خیر لاؤ یہی سہی ہم جب مکہ سے چلے تھے تو حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا تھا کہ کرایہ زیادہ سنا ہے اور خرچ کم ہے حضرت نے فرمایا کہ کبھی کرایہ کم بھی ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ہم جدہ سے بمبئی پہنچ گئے۔ پھر بمبئی اتر کر ایک جگہ ٹھہر گئے۔ حضرت نے ایک دستی خط ایک سیٹھ کے نام لکھدیا تھا کہ دو ہمراہی مسکین عورتوں کو ریل کا ٹکٹ دلا دینا میں نے ہمراہیوں سے کہا کہ میں ان کے پاس ابتداً نہیں جاتا تم پہلے جاؤ اگر وہ متوجہ ہوں تو خط دینا ورنہ حضرت کے خط کی بے قدری نہ کرانا۔ مسکینوں کا اللہ مالک ہے۔ تو سیٹھ نے پوچھا کہ کون کون ہیں انہوں نے بتلایا تو وہ سیٹھ خود آ کر مجھ کو اپنے یہاں لے گئے اور بہت خاطر سے پیش آئے۔ جب ہم بمبئی سے روانہ ہونے لگے میرا خرچ بالکل ختم ہو چکا

تھا خیال ہوا کہ ہمارے رفیق اور مخلص شاگرد مولوی صادق یقین صاحب ہمراہ ہیں ان کے پاس کافی خرچ تھا۔ اور یکجائی صرف کر رہے تھے انہی کے روپیوں سے ٹکٹ لے لیں گے۔ مگر جب ٹکٹ خرید کر لائے تو معلوم ہوا کہ سیٹھ نے دو ٹکٹ ان مسکینوں کے خرید دیئے اور میرا ٹکٹ بھی خرید کر دے دیا۔ میں نے کہا الحمد للہ مجھ کو سفر میں قرض نہیں لینا پڑا۔

قیام کانپور علمی اعتبار سے اعظم تھا:

(۲۸۷) فرمایا میں نے کانپور میں ۱۴-۱۵ برس پڑھایا اور تیس برس سے یہاں ہوں مگر وہ زمانہ قیام کانپور کا طویل معلوم ہوتا ہے اور یہ قصیر معلوم ہوتا ہے کیونکہ وہاں درس و تدریس کی مشقت تھی۔ مگر وہاں کا قیام علمی نفع کے اعتبار سے اعظم تھا اور یہ قیام عملی حیثیت سے اہم ہے۔

نکاح خوانی میں اجرتِ قاضی کون ادا کرے:

(۲۸۸) فرمایا۔ نکاح خوانی میں اجرت قاضی کا مسئلہ تفصیل طلب ہے۔ ایک شرط تو یہ ہے کہ اہل عقد پر جبر نہ ہو کہ اگر یہ قاضی نہ پڑھا دیں گے تو دوسرا قاضی پڑھا ہی نہیں سکتا۔ دوسرے یہ کہ اکثر داعی قاضی کا اصالتاً یا وکالتاً لڑکی والا ہوتا ہے تو اجرت اسی کو دینی چاہیے مگر یہ دولہا والے سے دلواتا ہے۔ خواہ بلانے میں اس کا دخل ہو یا نہ ہو۔ اور یہ ناجائز ہے۔ تیسرے بعض جگہ نائب قاضی آتا ہے جو تھوڑی رقم خود لیتا ہے اور زیادہ قاضی کو دیتا ہے جو قاضی کے حق میں رشوت ہوئی کیونکہ اس نے کوئی عمل نہیں کیا اور یہ نائب رشوت میں معین ہوا جو کہ ناجائز ہے۔

مخالف مدعی تقدس کے اعتراض کا جواب:

(۲۸۹) فرمایا- کم ہمتی کے سبب فضائل کے تحصیل کا اہتمام مجھ میں بہت کم ہے- ایک مخالف مدعی تقدس کا یہی تو مجھ پر اعتراض تھا کہ فضائل کا اہتمام نہیں ہے- مگر خدا تعالیٰ کی توفیق سے ضروریات تو برابر ادا ہو رہے ہیں- فرائض و سنن نہیں چھوٹتے- البتہ روزہ نفل نماز نفل زیادہ نہیں کرتا- غرض فرائض و سنن کا تو اہتمام کرتا ہوں نوافل کا اہتمام زیادہ نہیں ہے- کبھی بیٹھ کے پڑھ لی کبھی کھڑے ہو کر پڑھ لی- اللہ تعالیٰ ایسا پیر بھی نہ دے جو فضائل کی تو ترغیب دے مگر معاصی سے نہ بچاوے- بس ایسے پیر سے مرید ہو جیسے امام ابو حنیفہؒ، امام ابو یوسف صاحبؒ کے شیخ تھے- ایک مرتبہ دونوں حضرات سفر میں سانڈنی پر سوار جا رہے تھے- فجر کی نماز کے وقت سانڈنی کی سبک رفتاری سے غنودگی طاری ہو گئی- آنکھ کھلی تو وقت تنگ ہو گیا تھا اتر کر جلدی سے نماز پڑھی- امام صاحب نے ابو یوسف صاحب کو امام بنایا انہوں نے سنن سب چھوڑ دیں - اور راوی نے اس میں شبہ بیان کیا کہ شاید واجبات بھی ترک کر دیئے مگر دل دل میں خائف تھے کہ شاید امام صاحبؒ اس اختصار پر ناخوش ہوں لیکن بعد فراغت امام صاحب نے خوش ہو کر فرمایا صار یعقوبنا فقیہاً- جو وقت کی نزاکت کا خیال نہ کرے وہ بھی کوئی بزرگ ہے- ایک صاحب نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ ہم لوگ بہلی میں سوار جا رہے تھے مغرب تک پہنچنا تھا- ہمارے ساتھ ایک بزرگ بھی تھے ان کا معمول تھا کہ وہ ظہر سے عصر تک وظیفہ پڑھا کرتے تھے وہ ظہر پڑھ کر بیٹھ گئے اور وظیفہ شروع کر دیا- سخت مشکل پیش آئی مگر صبر کرنا پڑا-

امور ذوقی:

(۲۹۰) فرمایا۔ حضرت حاجی صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کا خاص مذاق فناء انکسار تھا۔ ایک شخص نے حضرت سے درخواست کی کہ کوئی ایسا طریقہ بتلا دیجئیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہو جاوے فرمایا تم بڑے حوصلہ کے آدمی ہو اتنی بڑی تمنا رکھتے ہو ہم تو اسی کو غنیمت جانتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار مبارک کے گنبد خضرا کی زیارت کر لیں اور حضرت فرمایا کرتے تھے کہ طلب جاہ عند الخلق تو سب ہی کے نزدیک بری ہے۔ ہم طلب جاہ عند الخالق کو بھی محمود نہیں سمجھتے۔ یہ تو ملفوظ تھا میں نے (یعنی صاحب ملفوظ نے) اس کی ایک مثال سے شرح کی ہے وہ یہ کہ اگر ایک بد شکل آدمی کسی ایسے آدمی پر عاشق ہو جو یوسف جیسا زیادہ شکیل ہو اور وہ کسی عامل سے اس کا عمل کرائے کہ یہ حسین مجھ پر عاشق ہو جائے تو لوگ اس کو مجنوں کہیں گے یا نہیں تو اگر وہ جنون ہے تو اسی وجہ سے یہ بھی جنون ہے اور اس مثال کے بعد بھی اصل بات تو یہ ہے کہ یہ امور ذوقی ہیں نہ مثال سے حل ہوتے ہیں نہ نظیر سے اس ذوق پر بزرگوں کے یہ اقوال ہیں۔ عارف شیرازی فرماتے ہیں

بخدا کہ رشکم آید زد و چشم روشن خود
کہ نظر دریغ باشد بہ چنیں لطیف روئے

(اللہ کی قسم مجھ کو انہی دونوں آنکھوں پر رشک آتا ہے کہ وہ محبوب کے چہرہ انور کو دیکھتی ہیں)

اور قلندر صاحب فرماتے ہیں

غیرت از چشم برم روئے تو دیدن ندہم
گوش را نیز حدیث تو شنیدن ندہم

(مجھ کو آنکھوں پر رشک آتا ہے کہ ان کو محبوب کے رخ انور کو نہ دیکھنے دوں اور نہ ان کو اس کی باتیں سننے دوں)

ایک صحابی کا نام بھولتا ہوں ان سے کسی نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک پوچھا وہ فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ تو اس وقت بیان کروں کہ میں نے آپ کو کبھی نظر بھر کر دیکھا ہو مگر عمر بھر اتنی تاب نہ ہوئی تو یہ ذوقی امور ہیں۔

ماہ رمضان المبارک میں حضرت حاجی صاحبؒ کے معمولات:

(۲۹۱) فرمایا۔ حضرت حاجی صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ رمضان شریف میں عبادت کا بہت اہتمام فرماتے تھے۔ تراویح میں قرآن سن کر پھر حافظوں کو بلا کر نوافل میں سنا کرتے تھے۔ غرض رمضان شریف میں رات بھر سوتے نہ تھے۔

افعال اختیاریہ اور تقدیر:

(۲۹۲) فرمایا۔ یہ مسلم ہے کہ افعال اختیاریہ صادر ہوتے ہیں بعد تقدیر ہی کے۔ لیکن اس طرح کہ افعال تو اختیار سے صادر ہوتے ہیں اور اختیار تقدیر سے ہوتا ہے۔ مگر قاعدہ عقلیہ سے افعال کی اسناد اس کی علت قریب کی طرف ہو گی یعنی اختیار کی طرف نہ کہ علت بعید کی طرف۔ یعنی تقدیر کی طرف۔ اسی لئے ہمارا مذہب تو یہ ہے۔(۱) لا قدر ولا جبر ولکن الامر بین بین۔

اصل مقصود جمعیت خاطر ہے:

(۲۹۳) فرمایا۔ میں شکایت قیلہ کے سبب سفر سے بہت گھبراتا

۱۔ نہ پوری قدرت اور نہ جبر بلکہ اس کے درمیان میں جبر و اختیار۔

ہوں اب اگر کسی ضروری سفر میں جاؤں تو کیسے جاؤں آج ہی نماز میں قرأت ذرا زور سے پڑھ دی تھی۔ آنت اتر آئی۔ اور اگر کسی طرح چلا بھی جاؤں تو دوسرے مقام والے خفا ہوں گے کہ ہمارے یہاں کیوں نہیں آئے سفر کے بابت مختلف طبائع ہیں۔ کسی کا تحمل قوی ہوتا ہے کسی کا ضعیف ہوتا ہے۔ دوسرے بڑا مقصود جمعیت خاطر ہے۔ اگر اس میں فرق نہ آوے تو سفر بھی اچھا ہے۔ اس سے مفید تجربے حاصل ہوتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے سفر بہت کیا ہے اور بعض نبیوں نے کم کیا ہے۔ بعد نبوت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف حج اور غزوات کا سفر فرمایا ہے۔ مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کہیں نہیں جاتے تھے اگر کبھی گئے ہیں تو دیوبند یا رام پور یا گڈھی وغیرہ تک۔ میں نے بہت سفر کیا ہے کلکتہ رنگون کراچی لاہور اندھیر حیدر آباد وغیرہ۔ سفر سے مجھ کو یہ فائدہ ہوا کہ تجربہ بڑھا اور لوگوں کے کان میں کام کی باتیں پڑ گئیں۔ مگر اب خود خدائے تعالیٰ نے ایسا سامان مہیا کر دیا کہ سفر بند ہو گیا۔ خیر پاپ کٹا۔ مجھ کو سفر سے تشویش بھی بہت ہوتی تھی اور مقصود ہے جمعیت خاطر وہ تشویش سے فوت ہوتا تھا۔

طبقۂ زندیق:

(۲۹۴) (ایک صاحب نے عرض کیا کہ ایک سکھ کہتا تھا کہ ہمارے گرو نے تمباکو کو منع نہیں کیا طمع کو منع کیا تھا۔ لوگ طمع کو تمباکو غلط سمجھ گئے۔ فرمایا کیا خوب! مسلمانوں میں بھی ایسے فقیر بہت ہیں ایک شخص کہتے تھے کہ کلیر گیا تو پیچھے سے آواز آئی اوئے مرغے او مرغے انہوں نے ادھر ادھر دیکھا تو سمجھے کہ منادی کوئی دوسرا شخص ہو گا جس کو بلایا جاتا ہے۔ پھر پکارنے والے نے کہا او مرغے تجھے ہی کو کہتا ہوں ادھر آ۔ کہتے تھے میں چلا گیا کہ ذرا

دیکھوں تو کیا کہتا ہے۔ کہا بیٹھ سن، اللہ تعالیٰ نے ارواح سے کہا تھا۔ بنگ گوزہ مولویوں نے سن لیا نماز روزہ دیکھ یہ نکتہ مرشدوں کا یاد رکھنا۔ ایسے لوگوں کو علماء نے زندیق فرمایا ہے۔

سگریٹ پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے:

(۲۹۵) بجواب ایک سوال کے فرمایا کہ سگریٹ وغیرہ سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ مگر ایک جگہ ایک مولوی صاحب نے ایک زمیندار سے کہا تھا کہ حقہ پینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا مگر کسی سے کہنا مت پوشیدہ پی لیا کرو۔ توبہ توبہ ایسے بھی اللہ کے بندے ہیں۔

کبر و تواضع کے چند قصے:

(۲۹۶) کبر اور تواضع کا ذکر ہو رہا تھا۔ اس پر فرمایا کہ مجھ سے ایک طالب علم رئیس زادہ یہاں پڑھتے تھے۔ میں ایک بار ان سے ناراض ہوا تو انہوں نے مجھ سے کہا کہ کسی کے سامنے کچھ نہ کہا کرو تنہائی میں جو کچھ چاہو کہہ لیا کرو مجھ کو شرم کھائے جاتی تھی اور ایسے بھی سعادت مند ظرف ہیں کہ ان باتوں کی کچھ بھی پرواہ نہیں کرتے جیسے ایک صدر اعلیٰ صاحب کا ایک شخص قصہ بیان کرتے تھے کہ انہوں نے ایک بار عرصہ تک گھر کی خبر نہ لی خط و کتابت بھی بند کر دی۔ وجہ یہ تھی کہ ان کا ایک عورت سے تعلق ہو گیا تھا اور اس کو گھر میں ڈال لیا تھا۔ بس اس میں مشغول تھے ان کے باپ نے یہ قصہ سنا تو وہاں ہی نوکری پر گئے۔ یہ گھر میں نہیں ملے تو وہ سیدھے کچہری پہنچے اور اجلاس ہی میں ان کا ہاتھ پکڑ کر کرسی سے گرا کر ٹھونکنا شروع کیا جب تھک گئے تو انہوں نے کہا حضور اور مار لیجئے ارمان رہ نہ جائے انہوں نے پھر مارنا شروع کر دیا۔ اور مار پیٹ کر چلے

آئے۔صدر اعلیٰ صاحب اپنے کپڑے جھاڑ کر پھر کرسی پر اجلاس کرنے بیٹھ گئے اور عدالت والوں سے کہا کہ یہ میرے باپ ہیں مجھ کو بچپن میں اسی طرح مارا کرتے تھے۔ اب بڑا ہو گیا ہوں تو یہ بھی تو اسی نسبت سے بڑے ہوتے جاتے ہیں۔ مجھ کو ان کے مارنے میں کیا شرم۔ اس قصہ کی جب شہرت ہوئی تو ان کی بڑی قدر ہوئی عام لوگوں میں بھی اور حکام میں بھی تو یہ واقعی بڑی عقل کی بات ہے۔اور اسی کے قریب ایک اور سبق آموز قصہ ہے وہ یہ کہ کلکتہ میں وائسرائے کا بندرگاہ کے سے محلے پر کوئی جلسہ ہو رہا تھا۔ بہت لوگ جن میں امراء و حکام شامل تھے جمع تھے۔ اسی اثناء میں ایک جہاز آیا اور لوگ اتر کر شہر کی طرف جانے لگے۔ ان میں ایک شخص لنگوٹی باندھے ہوئے گذرا اور بہت پھٹے حال، وائسرائے کے میر منشی صاحب نے جو دیکھا تو فوراً دوڑ کر ان کے پیروں پر گر گئے۔ لوگوں کو سخت حیرانی ہوئی اور معلوم ہوا کہ وہ ان کے والد ہیں حج کرنے گئے تھے راستہ میں کسی جزیرہ میں ڈاکوؤں نے اسباب لوٹ لیا جس کی وجہ سے ان کی یہ حالت ہو گئی ہے۔ ان کی حمیت اور سعادت پر لوگوں کو تعجب ہوا۔ وائسرائے نے اپنی گاڑی میں اپنے ساتھ سوار کیا اور گورنمنٹ میں ان کی سعادت مندی کی رپورٹ کر کے کچھ رقم ماہوار وظیفہ مقرر کروا دیا پھر فرمایا کہ اس کے برعکس بھی ایک قصہ ہے ایک ڈپٹی صاحب کسی غریب قوم کے تھے۔ اتفاق سے مجمع احباب میں بیٹھے تھے کہ ان کے باپ آگئے وہی دیہاتی لباس پہنے ہوئے اور ان سے بلا تکلف آکر ملے۔ لوگوں نے ان سے پوچھا کہ یہ کون ہے۔ کہا ہمارے پڑوسی ہیں۔ باپ نے پکار کر کہا نہیں صاحبو! یہ جھوٹا ہے میں اس کی اماں کا پڑوسی ہوں۔ معلوم ہوا کہ باپ ہیں۔ پھر وہ ان سے عمر بھر نہیں ملے۔ مگر ان ڈپٹی صاحب کے لڑکے نے اور بھی ستم کیا۔ بیرسٹر ہو کر لندن سے

تشریف لائے تھے۔ احباب کا جلسہ تھا۔ لوگ جمع ہوئے باپ کو بھی مدعو کیا وہ معین وقت پر نہیں پہنچ سکے کچھ پیچھے رہ گئے تھے تو ان کو قیام کی اجازت نہیں دی کہا وقت پر انتظار کر کے سامان قیام کا درہم ہو گیا۔ ان بیرسٹر صاحب کی تعلیم پر چالیس ہزار روپیہ صرف ہوا تھا۔ ایک دفعہ ان کے باپ نے کہا کہ نماز پڑھا کرو تو آپ فرماتے ہیں کس کی۔ کہا جس نے تم کو پیدا کیا ہے۔ کہا مجھ کو تو تم نے اور اماں نے مل کر پیدا کیا ہے۔ افسوس مگر خیر۔ اب تو وہ مرید ہو گئے ہیں ایسے پیر کے جو نماز پڑھنے کا حکم دیتے ہیں مگر اس طرح کہ خواہ وضو ہو یا نہ ہو منہ قبلہ کی طرف ہو یا نہ ہو۔ ان کے ایک مرید نے کہا تھا کہ ہمارے پیر نے کہدیا ہے کہ نماز پڑھ لیا کرو جس طرح سے ہو اگر قیود و شرائط نہ ہوں نہ سہی وقت پر توجہ بحق ہو جائے۔ سبحان اللہ! کیا خوب نماز ہے۔

ایک بزرگ کی شجاعت:

(۲۹۷) فرمایا۔ شاہ احمد حسین صاحب گنگوہی مرحوم کا بیان ہے کہ گنگوہ کے ایک بزرگ تھے اہل باطن اور سنت کے پابند۔ ایک دفعہ اکبر بادشاہ کے بعض حاسد درباریوں نے کہا جہاں پناہ یہ بہت بزرگ بنتے ہیں ان کا امتحان ہونا چاہیے۔ ان سے یہ کہا جاوے کہ گدھے کی سواری سنت ہے آپ چڑھ کر بازار میں نکلیں۔ بادشاہ نے ان سے کہا تو کیا معقول جواب دیا کہ ہاں سنت تو ہے مگر یہ بھی صاحب شریعت ہی کا حکم ہے کہ کہ اتہام کے مواقع سے بچو۔ میں اگر گدھے پر چڑھ کے بازار سے ہو کر نکلوں تو لوگ جانیں گے کہ ان پر عتاب شاہی ہوا ہے اس لئے دو گدھے منگوائیے ایک پر میں سوار ہوں ایک پر آپ پھر کوئی یہ شبہ نہ کرے گا کہ ان پر عتاب ہوا ہے۔ بادشاہ چپ ہو گئے یہ بڑی دلیری اور قوت کی بات ہے ان ہی کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ عید کی نماز میں اکبر شاہ کو

دیر ہو گئی لوگ انتظار کرنے لگے جب دیر ہوئی تو یہ بزرگ اٹھے اور مصلے پر پہنچ کر فرمایا کہ جس کو اکبر شاہ کی نماز پڑھنی ہو وہ ٹھہرے اور جس کو خدا کی نماز پڑھنی ہو وہ میرے ساتھ پڑھ لے ماشاء اللہ ذہین بھی تھے دلیر بھی۔

عرفی تیز طبع شاعر تھا:

(۲۹۸) فرمایا۔ اکبر کے وقت میں اہل عقل و اہل ہنر کا مجمع تھا۔ مگر اکثر میں تدین نہ تھا اسی مجمع کا ایک قصہ یاد آگیا کہ ایک مرتبہ عرفی ابوالفضل کی ملاقات کو گیا تو اس کے یہاں کتا پلا ہوا تھا تو عرفی نے کہا صاحبزادہ چہ نام دارد ابوالفضل نے کہا "عرفی" یعنی اس کا نام اہل عرف میں مشہور ہے۔ عرفی نے کہا مبارک باشد، مبارک ابوالفضل کے باپ کا نام تھا۔ عرفی بہت تیز طبع تھا۔ اس کے نزع کا وقت تھا لوگ دیکھنے کو گئے اور عرفی سے پوچھا ماکیا نیم یعنی ہم کون ہیں؟ برجستہ جواب دیا، مرغ رد حم در پرواز ست صاحب ماکیاں ندارد (ماکیاں کو دوسرے معنی میں لیا) نزع کی حالت اور یہ صنعت۔
مولانا شہید علیہ الرحمتہ نے اس کی ایک شعر پر تکفیر کی ہے وہ شعر یہ ہے

تقدیر بیک ناقہ نشانید دو محمل
سلمائے حدوث تو دلیلائے قدم را

اسی پر تکفیر فرمائی تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم کا قائل ہو گیا۔ مگر یہ توجیہہ ہو سکتی ہے کہ قدم سے مراد اولیت ہے تکوں میں اور حدوث سے مراد تاخیر ہے ظہور میں۔

معجزۂ قرآن مجید:

(۲۹۹) ایک جگہ لکھا ہوا دیکھا ہے کہ ایک مرتبہ فیضی نے اپنے ایک

معتمد کو ایران قلمی کتابیں خریدنے کے لئے روانہ کیا اس نے وہاں ایک قرآن مجید قلمی دیکھا تو کیا کہتا ہے۔ "ایں تصنیف محمد ست" پھر مثنوی شریف نظر پڑی تو کہا "ایں فسانہ ہائے کہن" اس سے کسی نے کہا اس میں فال خوب نکلتی ہے۔ کہنے لگا بیاما فال زنیم، اور کھول کر دیکھا پڑھا تو یہ اشعار نکلے

اے سگ طاعن چہ عوعو میکنی
طعن قرآں رابروشوی کنی
تاقیامت میزند قرآں ندا
کاے گروہ جہل راگشت فدا
مرمرا افسانہ پندا شنید
تخم طعن و کافری می کاستید
ہیں بدیدید اے حیسان زمن
کہ شما بوہ دید افسانہ کہن
من کلام حقم و قائم بذات
قوت جان جاں و یاقوت حیات
ایں نہ آں شیر است کزوی جابری
باز پنجہ قہر او ایماں بربی

ترجمہ اشعار: اے طعنہ دینے والے کتے تو بھوں بھوں کرتا ہے، قیامت تک کے لئے قرآن آواز دے رہا ہے، اے نادانی پر فدا گروہ تم نے مجھے ایک افسانہ سمجھا طعنے اور کفر کا بیج بویا ہے۔ تم خود طعنہ زنی کرتے تھے تم نے خود دیکھ لیا کہ تم خود قدیم افسانہ بن گئے میں اللہ کا کلام اور اللہ کی ذات سے قائم ہوں۔ روح کی روح کی غذا اور پاک یاقوت ہوں یہ وہ شیر نہیں جس سے تو جان بچا سکے یا اس کے

غضب کے نتیجہ سے ایمان بچا سکے

اور ہفتہ کے اندر اندر مر گیا یہ قرآن کا معجزہ اور یہ بزرگوں کی کرامت ہے فال کے ذکر پر یاد آگیا کہ دیوان حافظ کے متعلق فال کے بہت واقعات ہیں لکھنو میں دو شیعوں میں بحث تھی۔ انیس دو بیر کے متعلق کہ ان میں بڑھا ہوا کون ہے۔ اتفاقاً مولوی عابد حسین صاحب فتحپوری آگئے دونوں نے متفق ہو کر ان سے پوچھا۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ دبیر کے کلام میں صنعت تو بہت ہے مگر روانی نہیں ہے۔ دونوں خاموش ہو گئے۔ اتفاق سے ایک مسافر شخص دیوان حافظ لئے آگیا تو دونوں نے کہا آؤ اس میں دیکھیں۔ دیکھا تو بالکل مولوی صاحب کی رائے کے موافق یہ شعر نکلا

آنکس کہ خواندی استاد گر بنگری بہ تحقیق
صنعت گرست اما طبع رواں ندارد

ایک اور قصہ ہے، ایک شخص گلابو نام کسی طوائف پر عاشق تھا اور اس کے ساتھ عقد کرنا چاہتا تھا۔ مگر وہ مانتی نہ تھی اس نے دیوان حافظ دیکھا تا کہ یکسوئی ہو تو یہ شعر نکلا

در کار گلاب و گل حکم ازلی ایں شد
کاں شاہد بازاری دیں پردہ نشین باشد

اس شعر میں ایک لطیفہ ہے کہ گلابو کا نام بھی ہے مگر صرف پڑھنے میں اور رسم خط میں نہیں۔ بس وہ شخص مایوس ہو کر بیٹھ گیا کہ شاید بازاری پردہ نشین نہ ہو گی۔ ف: اس سے فال کا حجت ہونا ثابت نہیں ہوتا محض شاعرانہ لطیفے ہیں۔

طاعونی قوانین کی بندش:

(۳۰۰) فرمایا میں جب کانپور تھا اور اول اول طاعون پھیلا اور حکام نے

انتظامات کئے جو لوگوں کو ناگوار تھے اس زمانے میں لوگوں نے کہا کہ حکام سے احتجاج کریں۔ مجھ سے بھی کہا چلو جلسہ میں شریک ہو میں جانا نہ چاہتا تھا تو میں نے کہا اچھا حافظ صاحب سے پوچھ لوں میں نے جو دیوان دیکھا تو یہ شعر نکلا(۱)

رموز مصلحت ملک خسرواں دانند
گدائے گوشہ نشینی تو حافظا مخروش

میں حافظ بھی تھا میں نے کہا مخاطب بھی مجھ ہی کو کیا ہے۔ بس میں نہ گیا اور میں نے کہا تم بھی جلسہ موقوف کرو۔ بس ذکر واستغفار کرو انشاء اللہ تعالیٰ ایک ہفتہ کے اندر سب تشدد انتظامی موقوف ہو جائے گا۔ میرے منہ سے یوں ہی نکل گیا۔ بحمد اللہ ایسا ہی ہوا ایک ہفتہ میں سب جاتا رہا۔ کلکٹر کانپور نے رپورٹ کر دی کہ یہاں اب طاعون نہیں ہے لہذا طاعونی قوانین اٹھالئے گئے۔

سہو نسیان کی دو حکایات:

(۳۰۱) فرمایا۔ ایک مرتبہ مولوی منفعت علی صاحب میرے فارسی کے استاد نماز کے قعدہ میں سو گئے اور دیوان حافظ کا شعر پڑھنے لگے تھے غالباً خواب میں کسی شاگرد کو پڑھاتے ہوں گے یہ تو سونے کی حالت تھی جاننے والوں سے سہو نسیان میں ایسا ہو جاتا ہے۔

ایک شخص تھے حافظ اکبر حافظ مسائل داں جماعت میں شریک تھے امام کو حدث ہو گیا تو ان کو خلیفہ بنا کر امام صاحب وضو کے لئے چلے گئے دو مقتدی ان کے پیچھے تھے۔ ایک نے دوسرے سے کہا یہ کیا ہوا۔ اس نے کبھی ایسا دیکھا نہ تھا۔ دوسرے نے کہا چپ رہ ایسا بھی ہو جاتا ہے۔ ان دونوں نے تو اپنی نماز

۱۔ حافظ تو گوشہ نشین ہے شور وغل مت کر اپنی سلطنت کے رموز کو بادشاہ ہی جانتے ہیں۔

تباہ کی تھی مگر عجیب بات یہ ہے کہ حافظ اکبر کہتے ہیں میں اب کس کو نماز پڑھاؤں یہ قصہ وہ خود بیان کرتے تھے تو ایسا سہو بھی ہو جاتا ہے۔

تراویح میں پختہ حافظ کو قرآن سنانا چاہیے:

(۳۰۲) ایک شخص نے عرض کیا کہ اس مرتبہ کیرانہ میں فلاں رئیس صاحب نے قرآن سنایا یاد نہ تھا۔ اس لئے بہت دیر لگتی تھی اور لوگ گر گر پڑتے تھے۔ اس پر فرمایا ایسی حالت میں نفلوں میں گھر پڑھنا چاہیے تھا۔ اگر یاد ہو اور رواں ہو تو کچھ تکلیف نہیں ہوتی ورنہ یہی ہوتا ہے۔ ایک مرتبہ قاری عبدالرحمن صاحب الہ آبادی نے یہاں ہماری مسجد میں عشرہ اخیر رمضان شریف میں طاق راتوں میں قرآن پڑھا تھا کچھ بھی تو تھکان نہ ہوا۔ بہت عمدہ قرآن پڑھتے تھے اور یاد بہت تھا ان کے بھائی قاری عبداللہ صاحب۔ موصوف قرأت سنانے کے وقت کوئی اہتمام نہیں کرتے تھے۔ اور بے ساختہ پڑھتے تھے اور قاری عبدالرحمن صاحب خاص اہتمام کرتے تھے۔ نشست بھی خاص ہوتی تھی کان پر ہاتھ بھی رکھتے تھے (یہ موسیقی والوں کا طریقہ ہے اس سے آواز پھٹتی نہیں) اور ان کی یہ کیفیت تھی کہ چائے بنا رہے ہیں اور پڑھا بھی رہے ہیں۔ کسی قید کے پابند نہ تھے اور بڑے شفیق تھے چنانچہ مجھ کو مکہ معظمہ میں جب انہوں نے مشق کرائی تو فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب قبلہ کو بھی سنانا میں نے کہا کیسے، کیوں؟ فرمایا نہیں ضرور سناؤ میں نے مجبوراً ایک بار عرض کیا کہ میں نے قاری صاحب سے کچھ مشق کی ہے اور انہوں نے فرمایا ہے کہ حضرت کو سنانا دعا دیں گے تو برکت ہو گی۔ حضرت حاجی صاحب کو قرآن مجید کا بڑا شوق تھا۔ فرمایا ضرور سناؤ سنا تو دعا دی۔ جب قاری صاحب سے میں نے اطلاع کی تو بہت خوش ہوئے اور قاری عبدالرحمن صاحب منکسر اور متواضع بہت تھے۔ گوہر علی شاہ صاحب کے

مرید تھے مگر ہم لوگوں سے بہت عقیدت تھی۔

خدمت میں بزرگوں کے اصل مذاق کی رعایت کرنا چاہیے:

(۳۰۳) ایک صاحب نے عرض کیا کہ میں حج بیت اللہ کو جارہا ہوں اور مولانا خلیل احمد صاحب بھی لہذا میری سفارش فرمادیجئے کہ مولانا راہ میں مجھ سے بھی خدمت لیا کریں۔ فرمایا۔ ایسی سفارش ٹھیک نہیں مولانا کے اور خادم بھی ہوں گے جو پہلے سے مقرر ہوں گے ان کی حق تلفی ہو گی۔ علاوہ ازیں بزرگوں کی خدمت وہ کرے جو ان کا مزاج شناس ہو۔ بعض دفعہ خادم بھی مزاج کو نہیں پہچانتے تو ایسے خادم سے تکلیف ہو جاتی ہے اگرچہ اخلاق حمیدہ کی وجہ سے وہ خاموش ہو جاتے ہیں۔ بزرگوں کے اصل مذاق کی رعایت کرنا چاہیے۔ جب معلوم نہ ہو تو خدمت ہی نہ کرے البتہ ہر حال میں اس کی ضرورت ہے کہ نافرمانی نہ ہو۔ بس ایسی حالت میں خدمت مصلحت نہیں ہے۔ بزرگوں کا مزاج شاہی ہوتا ہے گہے بسلامے بر نجند۔ اوقات استفادہ کے بعد ان سے الگ تھلگ رہے یہی اچھا ہے۔ البتہ اگر ہو سکے تو ان سے بے تکلفی پیدا کرے تا کہ وہ خود خدمت کے لئے بلائیں۔ نیز خدمت بعض دفعہ صورۃ خوشامد معلوم ہوتی ہے۔ اس سے بھی ان کو تکلیف ہوتی ہے دنیا داروں کے یہاں تو خدمت باعث قرب ہوتی ہے لیکن ان کا مزاج اور ہوتا ہے یہ ہے حقیقت خدمت کی۔

تدبیر و توکل کی ضرورت:

(۳۰۴) فرمایا (ان ہی صاحب مذکور سے) کہ اس طریق حج میں توکل کرو اور تدابیر کے درجہ میں احتیاط بھی کرو اور نری تدبیر کافی نہیں کیونکہ اگر تدبیر کے بعد کوئی بات خدا کو منظور نہ ہو تو کیا کر لو گے ہمارے پڑوس میں

ایک قصائنی تھی۔ مدت ہوئی حج کر چکی تھی مگر مدینہ طیبہ نہ جا سکی تھی۔ اس کو اسکا بہت قلق تھا۔ میں نے اس کے لئے حج بدل کا بندوبست کر دیا اور اس سے کہدیا کہ مکہ مکرمہ تک کا خرچ ہم سے لے لو مدینہ کا خود کر لو وہ مدینہ کا بھی بندوبست کر کے گئی۔ جس روز مدینہ طیبہ پہنچی اسی روز ماہوار شروع ہو گیا اور کل چار دن رہنا تھا۔ سخت پریشان عاشقانہ دعا مانگی اے اللہ اے محمد صفائی بھیجو۔ اللہ نے اس کی دعا قبول کر لی۔ بس ایک دن کے اندر بند ہو گیا۔ اور قاعدہ شرعیہ سے وہ حیض نہیں رہا۔ اطمینان سے زیارت نصیب ہوئی پھر بند ہو گیا۔ جب ہندوستان پہنچی تب بھی پھر بدستور بند ہی رہا یہ اس کی کرامت ظاہر ہوئی

حضرت حاجی صاحبؒ کا مزار:

(۳۰۵) فرمایا۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مزار شریف مکہ معظمہ میں جنت المعلیٰ میں ہے اور مولوی رحمۃ اللہ صاحب کا مزار بھی وہیں ہے۔ دونوں برابر برابر ہیں۔ خدام موجود ہیں ان سے معلوم ہو جاتا ہے۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے مزار شریف سے ذرا فاصلہ پر ہے تعلیم الطالب میں میں نے پورا پتہ لکھ بھی دیا ہے۔

سامان کشش:

(۳۰۶) فرمایا۔ ایجاد کرنے والے بھی خوب ایجادیں کرتے ہیں ایک صاحب لکھتے ہیں کہ ایک صاحب ہر چہار رکعت تراویح کے بعد چائے پلاتے ہیں۔ یہ سب کشش کے سامان ہیں نفس کو مفت چیز کی طرف بہت رغبت ہے چاہے ملے یا انتظار ہی کرنا پڑے اس کا علاج ضروری ہے۔ اس علاج پر یاد آیا کہ

والد صاحب میرٹھ میں رہتے تھے اور بچپن میں ہم دونوں بھائی بھی وہیں رہتے تھے تو جس دن مسجد میں قرآن مجید ختم ہوتا تو فرماتے کہ دیکھو جانا مت۔ کیا ذرا سی چیز کے واسطے جاؤ گے وہ بھی ملے نہ ملے۔ ملے بھی تو خدا جانے کس ذلت سے ملے سو میں تم کو بازار سے بہت سی مٹھائی منگائے دیتا ہوں۔ اسی طرح دعوت میں بھی اپنے ہمراہ نہیں لے جاتے تھے تاکہ عادت نہ پڑے اور نفس میں دناءت نہ پیدا ہو یہ تھا علاج۔ ہماری بہت اچھی تربیت فرمائی تھی۔ اسی کا اثر ہے کہ دعوت میں جانے سے اب تک طبیعت جھپتی ہے۔ مگر جن سے بے تکلفی ہے وہاں تو اپنا گھر معلوم ہوتا ہے۔

دال ماش حضرت حکیم الامت سے مرغوب ہونا:

(۳۰۷) مجھ کو ماش کی دال زیادہ پسند ہے مگر ماش اچھے ہوں بدماش نہ ہوں ہم قصباتی ہیں ہم کو اسی طرح کی چیزیں پسند ہیں۔ سنا ہے کہ اودھ کے اکثر رئیس روزمرہ ساگ پات بہت کھاتے ہیں۔ البتہ جب کسی کی دعوت کرتے ہیں تو بڑے تکلف سے۔ اودھ میں رعونت تو ہے مگر مہذب بہت ہوتے ہیں۔

ہم دوسرے کی مخالفت کے خواہاں نہیں:

(۳۰۸) فرمایا۔ ہمارے بزرگوں کا طریقہ تھا کہ جب گفتگو میں کسی کا عناد محسوس ہوتا تو خاموش ہو جاتے جھگڑے سے دین تھوڑا ہی حاصل ہوتا ہے اور اس طرز کو کوئی پسند کرے یا نہ کرے ہم کو تو ان کی تقلید کرنا چاہیے ہم کسی دوسرے کی مخالفت کے خواہاں نہیں۔

اصول کی بات:

(۳۰۹) ایک شخص نے عرض کیا کہ حضرت کیا ہمارے یہاں نہ

تشریف لائیے گا۔ فرمایا آنے جانے میں کیا رکھا ہے یہ تو اصول کی بات ہے کہ مریض حکیم کے پاس جائے یا حکیم مریض کے پاس جائے۔ پھر کہاں کہاں جاؤں۔ اجی صاحب محبت ہو تو خط و کتابت سے بھی تعلیم ہوتی ہے آنے جانے سے کیا ہوتا ہے۔

بعض مخالفین کے بچے خوش عقیدہ ہیں:

(۳۱۰) فرمایا۔ یہاں وطن میں بعض لوگوں سے میری سخت رنجش ہے مگر ان کے بچے بڑے خوش عقیدہ ہیں۔ بعض دفعہ ان کے بزرگ مجھ کو کچھ کہتے ہیں تو یہ ان کو جواب دیتے ہیں کہ آپ بھی ہمارے بزرگ ہیں وہ بھی ہمارے بزرگ ہیں ہم ایسی باتیں نہیں سننا چاہتے۔

ایک پادری کو مسلمان کرنے کا واقعہ:

(۳۱۱) فرمایا۔ کانپور میں ایک پادری میرے پاس آیا کہ مجھ کو اسلام میں داخل کر لو مگر تھوڑی مالی امداد چاہتا ہوں اگر دو سو روپیہ کا بھی بندوبست ہو جائے تو کوئی تجارت کر لوں تاکہ بھیک نہ مانگنی پڑے میں نے جواب دیا کہ بھائی اگر اسلام کو حق سمجھتے ہو تو اس شرط کی گنجائش نہیں اور اگر حق ہی نہیں سمجھتے تو ایسا اسلام جو روپیہ کے لئے ہو بیکار ہے۔ بعض لوگوں کو یہ جواب پسند نہیں آیا کہ ایک نو گرفتار کو وحشت دلاتا ہے۔ مگر میں حقیقت سمجھ کر اس پر جما رہا پھر میرا جواب سن کر اس نے کہا۔ میں نے یوں ہی کہدیا تھا وہ امداد اسلام کی شرط نہیں اب تو مسلمان ہی ہوں گا۔ تب کلمہ پڑھا دیا اور کچھ امداد بھی کر دی اسی طرح ان ہی دنوں میں ایک ہندو نے بھی کہا تھا اس کو بھی یہی جواب دیا مگر وہ پھر نہیں آیا۔

عجیب لوگ:

(۳۱۲) فرمایا۔ ایک صاحب کا خط آیا ہے کہ میں نے چکی چلائی تھی اس میں نقصان پہنچا قرضدار ہو گیا ہوں۔ کسی اپنے مرید سے قرضہ دلوا دیجئے یا چندہ کرا دیجئے میں نے لکھدیا ہے جو کام کبھی نہ کیا ہو وہ ہو نہیں سکتا۔ عجیب لوگ ہیں۔

ناگوار طبیعت:

(۳۱۳) فرمایا۔ جو کوئی مکان پر جا کر پکارتا ہے تو سخت ناگوار ہوتا ہے۔ خدا کے بندے دو گھڑی تو دم لینے دے یہ تو خیال کر کہ میں کس مصلت سے آیا ہوں۔ ہاں اگر کوئی جلدی کا کام ہو اور ضرورت اشد ہو تو مضائقہ نہیں۔

صبر کا صلہ:

(۳۱۴) کانپور سے ایک طالب علم آیا اور کہا کہ فلاں شخص کے ورثاء روپیہ مدرسہ کا نہیں دیتے فلاں مولوی صاحب کا نالش کرنے کا ارادہ ہے۔ دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ کامیاب کرے۔ فرمایا دعا تو کرتا ہوں مگر مولویوں کو اس قصہ میں نہ پڑنا چاہیے، عدالت میں جانا اور جن کو سلام بھی روا نہیں ان کی خوشامد کرنی پڑتی ہے۔ بعض اوقات رشوت بھی دینی پڑتی ہے۔ فقہا نے تو لکھا ہے کہ مولوی کو تو کسی دستاویز پر شہادت بھی نہ لکھنی چاہیئے کیونکہ اس سے دوسرے فریق کے قلب میں بغض اور کینہ پیدا ہو جاتا ہے جو بوجہ شغل قلب کے مضر ہے اور فیوض بھی بند ہو جاتے ہیں۔ فرمایا ہمارا کام مقدمہ بازی کرنا نہیں ہے مولانا فتح محمد صاحب مرحوم کے وقت میں ایک شخص کا مسجد کے وقف سے معاملہ تھا مولوی صاحب اس مسجد کے متولی تھے مگر خاموش ہو کر بیٹھ گئے اور

فرمایا کہ اگر ہم انتقام لیں گے تو پھر اللہ میاں نہ لیں گے۔ آخر وہ شخص مٹ گیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا صاحب عبدالمطلب کے اونٹ ابرہہ بادشاہ کے فوجیوں نے پکڑ لئے تھے جب حضرت عبدالمطلب اس کے پاس اونٹ لینے تشریف لے گئے تو اس نے پیشانی میں نور محمدی چمکتا ہوا دیکھا تو فریفتہ ہو گیا اور عزت کے ساتھ احوال پوچھا آپ نے فرمایا میرے اونٹ واپس دلوا دو۔ اس نے کہا تعجب ہے ذرا سی بات کی تو فرمائش کی اور کعبہ کے واسطے کچھ نہیں اگر اس کے لئے کہتے تو میں چھوڑ دیتا فرمایا وہ اللہ کا گھر ہے وہ خود کرے گا جو کرنا ہے پھر اللہ میاں نے جو کچھ کیا سب کو معلوم ہے۔

کانپور میں جامع مسجد سے ملا ہوا ایک صاحب کا گھر تھا ان سے درخواست کی گئی کہ مکان بیع کر دو کبھی راضی نہ ہوئے اور جو کہتے تو دام دوگنے چوگنے بانگے۔ ایک مرتبہ انہوں نے مکان بنوایا تو ایک کونہ مسجد کا بھی دبا لیا۔ ایک بزرگ نے فرمایا خاموش رہو۔ انشاء اللہ تعالیٰ سارا مکان آوے گا۔ ویسا ہی ہوا چند روز کے بعد کوڑیوں کے مول دے دیا۔

بے مروتی بھی نافع ہے:

(۳۱۵) فرمایا۔ پرانے بزرگوں کے برتاؤ جو دشمنوں سے ہوتے تھے اب وہ دوستوں میں نہیں ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ یہ بے مروتی کے دن بھی ایک معنی کر اچھے ہیں کہ سب لوگ تعلقات سے دل برداشتہ ہیں۔ اس اعتبار سے خود یہ زمانہ بھی مصلح ہے۔ ماموں صاحب فرمایا کرتے تھے کہ جب خدا کا فضل ہوتا ہے تو دنیا خود اس شخص کو ترک کر دیتی ہے۔

رضاء بالقضاء میں نفع:

(۳۱۶) فرمایا۔ اہل اللہ کو تکلیف میں سراسر فائدہ ہی نظر آتا ہے آپریشن میں اس شخص کو تکلیف ہوتی ہے۔ جس کو صحت کا مشاہدہ نہیں ہوتا اور جو آپریشن میں بین طور پر تندرستی دیکھتے ہیں ان کو تکلیف کاہے کی آگے دو درجے ہیں ایک صبر جس میں برداشت کرنی پڑتی ہے۔ دوسرے رضا جس میں خوشی کا شائبہ ہے۔ اسی وجہ سے صبر کے درجہ سے رضا کا درجہ بڑھا ہوا ہے۔ اور یوں تو بشر ہے مگر ناخوشی نہیں ہوتی نہ گرانی۔

توحید و سنت میں غلو:

(۳۱۷) فرمایا۔ ایک بار قحط واقع ہوا اس میں ایک شخص کے گھر میں جس کو توحید میں غلو ہو گیا تھا گائے تھی وہ دودھ دیا کرتی تھی ایک دن اس کے کسی دوست نے پوچھا کہ اس زمانہ قحط میں کیسے بسر ہوتی ہے اس شخص کی عورت نے کہا اللہ تعالیٰ نے ایک گائے دے رکھی ہے اس کے دودھ سے آرام رہا۔ میاں غصہ ہو گئے اور کہا کہ گائے تیری خدا ہے جو رزق کو اس کی طرف منسوب کرتی ہے۔ اور جھٹ چھری لیکر گائے کو ذبح کر دیا۔ مگر یہ ہے غلو۔ اس لئے کہ ایسی نسبت سببیت کی تو اسباب کی طرف جائز ہے۔ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَّكُمْ (اور برسایا آسمان سے پانی پھر (پردہ عدم سے) نکالا بذریعہ اس (پانی) کے پھلوں کی غذا کو تم لوگوں کے واسطے) یہ غلو ہے توحید میں۔ سنت اور توحید میں افراط و تفریط کی بدولت ناواقفوں میں سخت کشمکش ہو رہی ہے اس واسطے ہماری جماعت جو افراط و تفریط دونوں سے مبرا ہے مخمصہ میں ہے۔ وہابیوں اور

بدعتیوں کے درمیان۔ ایک افراط کی وجہ سے اس جماعت کی مخالفت ہے ایک تفریط کی وجہ سے۔

احکام کی علت بتلانا ضروری نہیں:

(۳۱۸) فرمایا۔ ہم کو خدا کے احکام اور کام کی علت بتانے کی کیا ضرورت گو کبھی معلوم بھی ہو جاوے۔ ایک مجذوب نے خوب فرمایا کسی نے کسی واقعہ کے متعلق پوچھا کہ اس کا کیا انجام ہو گا۔ کہا کیا میں اللہ میاں کا سرشتہ دار ہوں یا رشتہ دار ہوں؟ میں کیا جانوں

بے غیرتی کی انتہا:

(۳۱۹) ایک ریاست کا ذکر کیا کہ اس کی رسمیں وہاں کے پیروں نے خراب کر رکھی ہیں ایک شخص کی منگنی میں تو نو سو روپیہ کے پھول صرف ہو گئے اور بعد میں شادی بھی نہیں ہوئی۔ جس کا سبب ذرا بے حیائی کی بات ہے وہ یہ کہ لڑکی والوں نے ایک عورت کو لڑکے کے پاس بھیجا کہ مردمی کا امتحان ہو جاوے۔ وہ بیچارہ نیک صفت ہو گا اس سے گریز کیا تو نسبت چھوٹ گئی اس بے غیرتی کی کوئی انتہا ہے۔

وہاں ہی لوگوں سے معلوم ہوا کہ وہاں کے پیروں کی مجلس میں بیوی اور خاوند دونوں حاضر ہوتے ہیں۔ پیر جی کا جب جی چاہا عورت کا بوسہ لے لیا اور شوہر صاحب موجود بلکہ شوہر بیوی سے فرماتے ہیں کہ ابا اب تو آپ کے رتبہ کا کیا پوچھنا ہے۔ تمہارے رخساروں کو تو خاص عزت حاصل ہو گئی ہے۔ اب ہمارا کیا منہ ہے کہ ہم بوسہ لیں۔ نعوذ باللہ! نری دیوثی ہے۔ پیروں نے بہت خراب کر رکھا ہے۔ جب میں وہاں گیا تو ایک معزز صاحب نے جو ذی علم اور

۔۔ جب تصنیف وتالیف بھی تھے شاعر بھی تھے تصوف سے بھی کافی مناسبت رکھتے تھے۔ مجھ سے کہا کہ گھر چل کر عورتوں کو مرید کرلو۔ میں گیا اور دروازہ پر ٹھہر کر میں نے کہا کہ پردہ کرادیجئے۔ بولے آپ سے کاہے کا پردہ آپ تو باپ ہیں۔ میں نے کہا روحانی باپ یا جسمانی۔ جسمانی کی نفی تو ظاہر ہے اگر ہوں تو روحانی باپ ہوں۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی نہیں ہوسکتا۔ پھر جب عورتیں آپ سے پردہ کرتی تھیں تو ہماری کیا ہستی ہے۔ خیر پردہ کرانے کے لئے اندر گئے اور یہ کہہ کر پردہ ہو گیا اندر لے گئے وہاں پہنچ کر کیا دیکھتا ہوں کہ ایک دالان میں چند بیبیاں برقع میں بیٹھی ہیں مجھ کو ناگوار تو ہوا لیکن ان سے اس سے زیادہ کی توقع نہ تھی۔ صبر کر کے خاموش جا بیٹھا۔ اب تماشا سنئے جب میں وہاں بیٹھ گیا تو وہ بزرگ بیبیوں کو حکم دیتے ہیں کہ منہ کھول دو میں نے دل میں کہا کہ اگر اس وقت ان سے بحث کرتا ہوں تو یہ بحث ہونے تک منہ ہی کھول دیں گی۔ اور میں یہ بھی جانتا تھا کہ یہاں پیروں کی زیادہ حکومت ہے۔ اس لئے بجائے بحث کے ان بیبیوں سے کہوں اور یہ ضرور میرا کہنا مانیں گی۔ اس لئے میں نے ان سے کہا ہر گز نہیں۔ کہنے لگے وجہ اور کفین تو ستر نہیں۔ میں نے کہا لیکن بلاضرورت کشف بھی جائز نہیں کہنے لگے ضرورت تو ہے۔ میں نے کہا وہ کیا۔ تو فرمانے لگے کہ بلا منہ دیکھے آپ کو توجہ کیسے ہوگی۔ میں نے کہا اصلاح ضروری ہے یا توجہ۔ غرض اسی طرح میں نے بیبیوں کی طرف رومال بڑھایا کہ برقع کے اندر سے اس کو پکڑلو تو فرمایا کہ نہیں صاحب ہاتھ پکڑ پکڑ کر بیعت کرو۔ میں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت کے وقت کسی عورت کو ہاتھ سے نہیں چھوا تب خاموش ہوئے۔ غرض اس طرح جان بچی۔ پھر میں کسی کے گھر مرید کرنے نہ گیا۔ ہاں ایک صاحب جو یہاں ہی کے ہیں اور

میری عادت سے پہلے ہی سے واقف ہیں ان کے گھر گیا۔ انہوں نے معقول انتظام کر رکھا تھا جی خوش ہو گیا۔

بعض مشائخ کے تعصب کا حال:

(۳۲۰) فرمایا۔ اس ریاست کے مشائخ نے سرکار عالی میں درخواست دی تھی کہ یہاں اس کا داخلہ بند کر دیا جاوے اور اس میں میرے عقائد پر بہت سے اعتراضات لکھے تھے۔ سرکار نے جواب دیا کہ ان اعتراضوں کے جوابات ان سے لکھوا کر پیش کرو تب میں فیصلہ کروں۔ یکطرفہ کیسے ڈگری کر دوں۔ چلتے وقت ان درخواست کنندوں کو بہت لتاڑا کہ تم مسلمانوں میں افتراق کرنا چاہتے ہو۔ اس کی خبر دربار سے باہر بھی پہنچی تو دستخط کرنے والے گھبرا کر تاویلیں کرنے لگے۔ ایک قصہ وہاں یہ ہوا کہ بعض دوستوں نے میری تنخواہ مقرر کرانی چاہی تھی۔ میں نے کہا معاف رکھوا گر کچھ مقرر ہو گیا تو نتیجہ یہ ہو گا کہ دو دو چار چار آنے جو غریبوں سے مل جاتے ہیں یہ تو بند ہو جائیں گے کہ اب تو پیر صاحب رئیس ہو گئے اور رئیسوں کے اعتقاد کا کچھ ٹھکانا نہیں بعد چندے اگر وہ بھی بند ہو جاوے تو کیا انجام ہو۔ جب یہ قصہ درخواست کا ہوا میں نے دوستوں سے ہنس کر کہا کہ اگر اس وقت وہاں کچھ وظیفہ مقرر ہوتا تو طبعاً متردد ہوتا وظیفہ رہتا ہے یا بند ہوتا ہے اور اب بفضلہ تعالیٰ کچھ فکر نہیں

(تمت کراستہ تنبیہ العباد)

حضرت حکیم الامت کی فکر اصلاح:

(۳۲۱) ایک شخص آئے اور مصافحہ کر کے کہا کہ میں عبدالمجید صاحب کا مرید ہوں۔ آپ کی دیدار بازی کے واسطے آیا ہوں۔ فرمایا پیر کا نام

عظمت سے لینا چاہیے۔ تم نے نہ مولانا کہا نہ حضرت یہ کیا واہیات بات ہے دوسرے تم نے دیدار بازی کیوں کہا۔ یہ بازاری لفظ غنڈوں کا ہے۔ اگرچہ میں اس قابل نہیں کہ زیارت کا لفظ بولتے مگر یہی کہتے کہ دیکھنے آیا ہوں۔ ملنے آیا ہوں افسوس تو یہی ہے کہ بزرگ حضرات اس طرف بالکل توجہ نہیں فرماتے اور میں جو کہدیتا ہوں تو بد خلق مشہور ہوں۔ بعض دفعہ دل میں کہتا ہوں کہ کہتا کہتا تھک گیا۔ اب جانے بھی دو کسی کو بالکل نہ ٹوکوں مگر دل نہیں مانتا۔

ایک تاریخی نام:

(۳۲۲) فرمایا۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نے ظرافت میں ایک لڑکے کا تاریخی نام "مرغ محمد" رکھا تھا۔ ایک شخص نے اعتراض کیا یہ کیسا نام ہے میں نے کہا "کلب علی" سے تو اچھا ہی ہے۔

حضرت امام محمد کی تصانیف کے بارے میں:

(۳۲۳) فرمایا۔ امام محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نو سو سے زیادہ تصانیف مشہور ہیں مگر تاتاریوں نے سب ذخیرہ خراب کر دیا تھا۔ تاریخ میں لکھا ہے کہ جس دریائے دجلہ میں جہاز چلتے تھے اس کو کتابوں سے ایسا پاٹ دیا تھا کہ لوگ اس پر سے نکل جاتے تھے۔ مگر آخر میں یہ سب تاتاری مسلمان ہو گئے خدا تعالیٰ کی قدرت اس قدر سخت قوم پر کس نے ان کو مسلمان بنا لیا۔ محض اللہ تعالیٰ نے۔ میں کہا کرتا ہوں کہ بعض یوربین قومیں ایسی ہی کہ حتی الامکان اپنے مقبوضات چھوڑیں گے نہیں۔ حتی کہ جب امام مہدی علیہ السلام تشریف لاویں گے اور ملک نکل جانے کا اندیشہ ہو گا تو یہ سب فوراً اسلام قبول کر لیں گے تا کہ ان سے ملک نہ لیا جاوے۔ کیونکہ ان میں مذہب تو ہے نہیں محض حکومت

ہے اسی سلسلہ میں بیان فرمایا کہ ایک مرتبہ مولوی بدرالحسن کاندھلوی جج نے ایک انگریز کی تعریف کی کہ اس نے ایک ہندوستانی کے مقابلہ میں قرضہ کا اقرار کر لیا حالانکہ ہندوستانی کے پاس کوئی شہادت موجود نہ تھی۔ اگر کوئی ہندوستانی ہوتا تو اس موقعہ کو غنیمت جانتا اور اقرار نہ کرتا۔ اس پر ڈپٹی علاء الحسن صاحب نے فرمایا کہ بھائی صاحب آپ تو خاص درجہ کے انگریز کا موازنہ ایک معمولی ہندوستانی سے کرتے ہیں انگریزوں میں بھی گوروں کو لو پھر ان کو عامی ہندوستانی کے مقابلہ میں رکھو تو معلوم ہو کہ کس کی حالت شائستہ ہے۔
(لطیفہ) ایک وکیل صاحب کو جو ذی علم شاعر بھی تھے ایک دوست کی دعوت میں جاتے ہوئے گوروں کے بچوں نے راستہ میں بہت دق کیا جب پہنچے تو لوگوں نے پوچھا کہ اتنی دیر کہاں لگی جواب دیا

سگ بچگانند دریں رہ گذر
ایں قدر وایں قدر وایں قدر

(ہاتھ سے انگلیوں کی قد کی طرف اشارہ کرتے جاتے تھے)

امام کو موقع محل کا لحاظ ضروری ہے:

(۳۲۴) فرمایا۔ مالیگاؤں سے ایک استفتاء آیا ہے اور اس کے قبل بھی آیا تھا لکھا ہے کہ ایک صاحب امام ہیں وہ ایاک نستعین پر وقف نہیں کرتے بلکہ اس کے نون کو اھدنا کی ہاء سے ملا کر پڑھتے ہیں اسی طرح قل ہو اللہ احد پر بھی وقف نہیں کرتے بلکہ احد کے نون تنوین کو اللہ الصمد کے لام سے ملا کر پڑھتے ہیں۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ فوجداری ہو گئی ہے۔ میں نے لکھا کہ اس طرح پڑھنا جائز تو ہے مگر جب کہ سب سمجھدار ہوں ورنہ ایسے امام کو معزول کر دو جو فتنہ برپا کرے اور موقع محل نہ سمجھے یہ کم حوصلہ لوگوں کی باتیں ہیں اپنی علمی

لیاقت جتلانے کے لئے نئے نئے کام کرتے ہیں۔ یہاں سے ایک طالب علم پڑھ کے لوہاری میں گئے وہ بھی احدن اللہ الصمد پڑھتے تھے لوگوں نے نکال باہر کیا میرے ایک عزیز مولوی نے اللہ بخشے اسی طرح کے جواز پر نئے نئے ڈھنگ سے تراویح میں قرآن پڑھنا شروع کیا اہل مسجد آئے مجھ سے ذکر کیا میں نے پوچھا۔ چونکہ مولوی تھے جواب میں دلائل بیان کرنے لگے۔ میں نے کہا اول اس کو بلادلیل چھوڑ دو۔ پھر دلائل سنوں گا۔ یہ انتظام تو وہاں ہے جہاں خلاف عرف کی ضرورت شرعی نہ ہو۔ ورنہ شرع مقدم ہے عرف پر چنانچہ ایک قاری صاحب نے صاد کو صحیح مخرج سے ادا کرنا شروع کیا۔ مدرسہ کے بڑے بڑے مولویوں نے خلاف شروع کیا قاری صاحب سخت پریشان تھے۔ مجھ سے پوچھا کیا کروں میں نے کہا اگر اہل مدرسہ کو رزاق جانتے ہو تو کچھ کہنا ہی نہیں مجبوری ہے ورنہ حق پر جمے رہو اور بہت سے بہت امامت چھوڑ دو۔ اس کے بعد سب ٹھیک ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ پانی پت میں فن کامل طور پر موجود ہے۔ عوام کو بھی صحیح حروف سے وحشت نہیں۔ میں ایک دفعہ پانی پت گیا تو قاری عبدالسلام صاحب نے مجھ کو فجر کی نماز پڑھانے کو کہا میں نے عذر کیا کہ میں آپ لوگوں کی برابر ادا نہیں کر سکتا مگر جب زیادہ مجبور کیا تو نماز پڑھا دی۔ مگر الحمدللہ سب نے پسند کیا۔

بال کاٹنے سے کیا ہوتا ہے:

(۳۲۵) فرمایا پہلے بیعت کے وقت سر کے بال کاٹ دیا کرتے تھے اشارہ یہ تھا کہ جس طرح ہم بال قطع کرتے ہیں تم دنیا سے قطع کردو۔ بعض قدیم ملفوظات میں موئے تراشید آیا ہے اس کا یہی مطلب ہے مگر ہم اس التزام کے قائل نہیں۔ بال کاٹنے سے کیا ہوتا ہے وبال کاٹیں تو وہ ایک بات بھی ہے۔

تصویر رکھنا حرام ہے:

(۳۲۶) فرمایا- نیاز! سنتے ہیں کہ فلاں عورت نے گڑیاں بنا رکھی ہیں کہ جی گھبراتا ہے تو ان سے کھیل لیتی ہوں- کیا ہوا اس بڈھی عورت کو؟ ایسے ہی جی بہلانا تھا تو طوطا پال لیتی اس سے جی بہلتا یہ تصویر حرام کیوں رکھی کچھ نہیں معلوم ہوتا ہے اس کا دماغ چل گیا ہے-

وبا کے دنوں میں اصلاح اعمال کی ضرورت:

(۳۲۷) فرمایا- لوگ وباء کے دنوں میں دروازوں میں دعا لکھ کر چپکاتے ہیں جائز تو ہے مگر اس سے کیا نفع جب وبا گھر کے اندر گھسی ہوئی ہے تو باہر چپکانے سے کیا ہوگا- گناہ تو اندر کر رہے ہو جو سبب ہے وباء کا اور دعا باہر چسپاں کر رہے ہو- گو چسپاں کرنا گناہ تو نہیں مگر اصل چیز تو اعمال کی اصلاح ہے اسی کو مولانا فرماتے ہیں

در بہ بست و دشمن اندر خانہ بود
حیلۂ فرعون زیں افسانہ بود(۱)

کہیں بکرا بستی کے گرد گھما کر ذبح کیا جاتا ہے- کہیں چوب پر کوئی دعا پڑھ کر ڈھول پیٹا جاتا ہے شرع محمدی نامی ایک کتاب ہے اس میں اس قسم کے منتر بہت لکھے ہیں- اگر نجدی ایسے لوگوں کو مشرک کہیں تو کیا عجب ہے کوئی یہ شعر لکھتا ہے-

---

۱- دروازہ اندر سے بند کر لیا کہ کہیں دشمن نہ آجائے مگر دشمن کو اندر رکھ لیا اس سے فرعون کا حیلہ وسوسہ افسانہ تھا-

لی خمسة اطفی بہا حرا لوباء الحاطمہ
المصطفے والمرتضی وابنا ہما والفاطمہ (۱)

فاطمہ پر الف لام داخل کیا حالانکہ یہ علم ہے اور علم پر الف لام داخل ہونا قیاس نہیں۔ بس یہ محض برائے بیت ہے۔ یہ شعر کسی شیعی نے بنایا ہے۔ ورنہ پنجتن کے انہیں پانچ ناموں پر کیا منحصر ہے۔ چار اصحاب عظام رضی اللہ عنہم ایک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پانچ یہ بھی تو ہو سکتے ہیں۔ خیر گو بعض چیزیں جائز بھی ہوں مگر اثر کچھ بھی نہیں۔ مجھ سے اگر کسی نے ایسی چیز مانگی تو میں تو حزب البحر سے یہ لکھدیا کرتا ہوں بسم اللہ بابنا تبارک حیطاتنا لا یقدر علینا باقی تعویذ گنڈوں کے زیادہ سلسلہ کو میں اچھا نہیں جانتا اوجھڑی حلال تو ہے مگر بعض لطیف الطبع کھا نہیں سکتے۔

عوام کا تعویذات کے بارے میں اعتقاد:

(۳۲۸) فرمایا۔ ان معتقدین عملیات میں بھی تعویذ کے طالب زیادہ ہیں پڑھنے کے وظیفہ کم۔ بات یہ ہے کہ عقیدہ ہے کہ تعویذ تو ہر وقت بندھا رہتا ہے اور جب تک بندھا رہے گا بلا پاس نہ آئے گی بخلاف وظیفہ کے کہ وہ ہر وقت نہیں پڑھا جاتا جہاں وظیفہ بند ہوا اور بلا مسلط ہوئی۔ عوام پر یہی اثر ہے۔

روضہ شریف کا احترام:

(۳۲۹) کسی نے شکایت کی کہ سنا ہے نجدی روضہ شریف کو نعوذ باللہ منہدم کریں گے فرمایا جی کو نہیں لگتا موٹی بات ہے کہ ہمارے نزدیک تو

۱۔ حضرت مولانا ابوالزاہد سرفراز خاں صاحب صفدر نے خوب جواب لکھا لی واحد
اطفی بہا حر الوباء الی طلمتہ
اللہ رب المصطفے واصحابہ والفاطمۃؓ

صرف مکہ معظمہ حرم ہے بس اور نجدیوں کے نزدیک مدینہ منورہ بھی حرم ہے پھر جو شخص سارے شہر کا احترام کرے گا کیا وہ روضہ شریف کا احترام نہ کرے گا۔ کیا وہ روضہ شریف کی بے حرمتی کر سکتا ہے۔

روزانہ کے اوسط خطوط:

(۳۳۰) (بجواب سوال راقم الحروف کے) فرمایا۔ ڈاک کے خطوط مختلف تعداد میں آتے ہیں ہفتہ یا مہینے کے کبھی جوڑے نہیں گنے مگر میرا اندازہ پچیس تیس یومیہ کا اوسط ہے کبھی کبھی پنتالیس پچاس تک گنے گئے ہیں۔ الحمدللہ روز جواب لکھنے کی کوشش کرتا ہوں ورنہ بہت بار اور انبار ہو جاوے۔

عقیدہ کی خرابی:

(۳۳۱) فرمایا۔ ایک استفتا آیا ہے کہ قبرستان میں لنگی باندھ کر جانا جائز ہے یا نہیں؟ اور یہ نہ پوچھا کہ مسجد میں نماز کے واسطے لنگی باندھ کر جانا جائز ہے یا نہیں۔ اس سائل نے لنگی میں پردہ کم سمجھا تو اللہ میاں کے سامنے چاہے ننگے جائیں مگر قبرستان میں ننگے نہ جائیں یہ عقیدہ کی خرابی ہے۔

مراقبہ بعد الموت:

(۳۳۲) فرمایا۔ مراقبہ میں کوئی ہیئت خاص نہیں ہے۔ لیٹ کر بھی ہو سکتا ہے مگر اس میں اکثر غفلت ہو جاتی ہے۔ اور اسی سلسلہ میں یہ بھی فرمایا کہ اگر مراقبہ بعد الموت سے وحشت ہو تو چھوڑنا نہ چاہیے اس سے نفس ٹھیک ہو جاتا ہے۔ علاج کا یہی طریقہ ہے کہ اگر دوا کڑوی بھی ہو تو قہراً و جبراً پینا چاہیے۔

ضرورت شیخ کامل:

(۳۴۳) فرمایا۔ مرید کو چاہیے کہ پیر سے سب حال تفصیل سے بتلا دے ورنہ اگر اصلاح میں کمی رہی جیسا کہ مفصل نہ بتلانے میں مظنون ہے تو پیر کا کیا نقصان ہوگا۔ طبیب کے پاس جاتے ہیں بعض اوقات زیادہ اظہار حال سے وہ روکتا بھی ہے مگر تب بھی نہیں بند ہوتے کہتے چلے جاتے ہیں اور یہاں پوچھے سے بھی نہیں بتلاتے۔ جہاں تک ہو بے تکلفی پیدا کرنا چاہیے اور عادت محبت سے بے تکلفی پیدا ہو جاتی ہے پیر اور مرید کے درمیان پردہ نہ چاہیے اس سے دل رکتا ہے اور دل کا رکنا فیوض کے پہنچنے میں سم قاتل ہے۔ ہم نے اپنے بزرگوں سے اپنے کل عیوب ظاہر کئے ہیں تاکہ وہ علاج کر دیں اپنی عقل پر اصلاح کا معاملہ نہیں چھوڑا۔ اگر عقل سے کام چلے تو پھر پیری کی کیا ضرورت ہے۔ بلکہ تصوف کی بہت سی کتابیں موجود ہیں۔ پڑھ کر خود اصلاح کر لیا کریں۔ مگر جیسے مطالعہ کتب سے علاج جسمانی نہیں کر سکتے اسی طرح روحانی بھی نہیں کر سکتے۔

رجسٹری نکاح میں بعض قباحتیں:

(۳۴۴) فرمایا۔ قانون رجسٹری نکاح میں بعض مصلحتیں تو ہیں مگر بعض خرابیاں بھی ہیں وہ یہ کہ پھر حاکم عدالت غیر رجسٹری شدہ نکاح کو تسلیم نہ کریں گے اور وہ کالعدم سمجھا جائے گا۔ حالانکہ شرعاً منعقد ہو گیا ہے جیسے بیعنامہ بلا رجسٹری قانوناً غیر معتبر ہے۔

حرام خوروں کا کوئی انتظام نہیں ہو سکتا:

(۳۴۵) فرمایا۔ رشوت لینے والے کہیں نہیں چوکتے ایک کالیتھ کا قصہ مشہور ہے کہ اس سے بادشاہ نے کہا کہ جاؤ دریا کی لہریں گنا کرو دیکھوں اس

میں کہئے رشوت لیتے ہو۔ اس نے لہریں لکھنا شروع کیں ایک جہاز آ گیا اس کو روک دیا کہ لہروں کی تعداد میں خلل پڑتا ہے۔ جہاز تھا مال کا انہوں نے کچھ دے دیا اس طرح ان سے رشوت لے لی۔ ایک آقا کا قصہ ہے کہ اس نے اپنے نوکر کو ایک نگین نام کھدانے کو دی اور کہا کہ فلاں مہر کن لفظ محمد تو بلا اجرت کھود دیتا ہے۔ آگے محسن رہ جاتا ہے۔ اس کے چار روپیہ فی حرف ایک روپیہ کے حساب سے دیدیئے کہ اس میں کس طرح کھاوے گا۔ مہر کن کے یہاں بھی یہی نرخ معین تھا (ان کا نام محمد محسن تھا) نوکر جس کی عادت پیسہ بچا لینے کی تھی۔ اس نے جا کر نقاش سے کہا محمد مجش کھود دو اور مجش میں تین حروف ہیں۔ لہذا تین روپے دیدیئے اور کہا کہ نقطے میرے سامنے لگانا وہ راضی ہو گیا جب انگوٹھی تیار ہو گئی تو نقطے بنوانے کو گئے کہا مجش میں ۶ نقطے ہوتے ہیں ۵ نقطے معاف کرتا ہوں ایک نقطہ شین کے پیٹ میں دیدو اس طرح ایک روپیہ بنا لیا اور نقاش پر احسان بھی رکھا اور آقا کو سنا دیا۔ تو حرام خوروں کا کوئی انتظام نہیں ہو سکتا۔ کیسا ہی قانون ہو۔ یار لوگ اس میں بھی کچھ نہ کچھ نکال ہی لیتے ہیں ایک زمانہ میں پلیٹ فارم کے ٹکٹ کے واسطے مشین بنی تھی کہ اس میں دو پیسے ڈالنے سے ٹکٹ نکل آتا تھا۔ لوگوں نے دو پیسے کے وزن کے برابر ٹھیکریاں ڈالنی شروع کیں اور خاص وزن کے سبب ٹکٹ نکل آتا تھا آخر موقوف ہو گئی۔

اہل علم کو ہنر سکھانے کی ضرورت:

(۳۳۶) (ایک مولوی صاحب کی نوکری کا ذکر آیا) فرمایا اہل علم کو علاوہ علوم کے کوئی ہنر بھی سکھانا چاہیے میری زیادہ رائے یہ ہے کہ تھوڑی کھیتی کر لیا کریں مگر صرف ضرورت بھر باقی جب اوپر پڑ جاتی ہے سب کچھ کر لیتے ہیں۔ غدر میں جو بیگمات پلنگ پر سے کبھی نہیں اتری تھیں وہ دس دس

بارہ بارہ کوس روزانہ چلی ہیں۔ مصیبت میں سب کچھ کر لیتے ہیں۔

حج بدل کا ثواب:

(۳۳۷) فرمایا۔ حج بدل میں حج کا ثواب تو آمر کو ملے گا مگر اعانت کا ثواب مامور کو بھی ملے گا۔ قاعدہ تو یہی ہے۔ باقی وہ جو چاہیں دے دیں۔

صحیح فتویٰ ملنے کے مرکز:

(۳۳۸) فرمایا ترکی ٹوپی ظاہراً اب تو عام ہو گئی ہے۔ جو مقتدا نہ ہو اس کو مضائقہ نہیں مگر مولوی کو اب بھی نہ چاہیے۔ مولوی کی وضع تو ایسی ہو کہ لوگ دیکھ کر مجہول سمجھیں اسی طرح مسائل وغیرہ میں تو لباس سے زیادہ نئے خیالات سے احتیاط واجب ہے کو لوگ تنگ خیال کہا کریں خواجہ عزیزالحسن صاحب کے یہاں فتحپور میں ایک بار وعظ ہوا۔ نو تعلیم یافتہ بہت جمع تھے۔ میں نے کہا صاحبو! میں اس وقت یہ فیصلہ تو کرتا نہیں کہ مولویوں کو کون سے خیالات پر قائم رہنا چاہیے مگر ہاں یہ بتلائیے کہ اگر مولوی آپ کی مرضی کے موافق اور زمانہ کی حالت کے مطابق نئے خیالات پر فتویٰ دینے لگیں مگر کچھ ایسے بھی ہوں جو قدیم خیالات پر قائم رہیں تو اس حالت میں بھی اگر آپ کو کوئی صحیح مسئلہ دریافت کرنا چاہیں تو انہیں قدیم وضع کے علماء کو تلاش کریں گے۔ اور انہیں کی بات کا اعتماد کریں گے اور نئے خیالات والے مولویوں پر خود آپ کو اعتماد نہ ہو گا تو پھر علماء آپ کا اتباع کر کے کیوں اپنا اعتبار کھوئیں۔ مولوی ہدایت اللہ خان صاحب جونپوری معقولی تھے وہ فرمایا کرتے تھے کہ غلط فتویٰ لینا چاہو تو یورپ کے علماء سے لو اور اگر صحیح چاہتے ہو تو گنگوہ دیوبند تھانہ بھون سے فتویٰ لو۔ ہمارے علماء نے کیسے کیسے انقلابات دیکھے مگر کبھی اپنی وضع یا خیالات

نہیں چھوڑے

وضع علمی:

(۳۳۹) فرمایا والد صاحب نے ایک مرتبہ مجھ کو رضائی اوڑھے ہوئے دیکھ کر فرمایا رضائی کیسی اوڑھی ہے میں نے عرض کیا حضرت مجھے دیوبند میں کیوں پڑھایا وہاں تو ایسی ہی رضائی اوڑھنا آوے گا۔ ایسے دانشمند تھے کہ پھر ایسے امور پر کبھی کچھ نہیں کہا تو علم میں مشغول ہو کر وضع بھی علمی ہی رکھے۔

ضرورت کامل کا خیال:

(۳۴۰) فرمایا لوگ مجھے دور دور بلاتے ہیں کہ ضرورت ہے مگر میں ضرورت کا کہاں تک خیال کروں۔

صحیح دین کے ادنیٰ درجہ کی برکات:

(۳۴۱) فرمایا جس کو ادنی درجہ بھی صحیح دین حاصل ہو گیا وہ نوکری اور رشوت اور حکومت سب پر لات مار دیتا ہے۔ مولانا محمد یعقوب صاحب فرماتے ہیں

جرعہ خاک آمیز چوں مجنوں کند
صاف گر باشد ندانم چوں کند

مولانا محمد یعقوب صاحب فرماتے تھے کہ دین کا چسکا تپ دق سے کم نہیں ہے اول تو لگتا نہیں اور لگا پھر چھوٹتا بھی نہیں۔ مولوی عیسیٰ صاحب الہ آبادی کے ساتھ انگریزی طلبہ وعظ میں آتے تھے۔ پھر آنا بند کر دیا کہ ہم کو ابھی ترقی کرنا ہے وہاں تو وعظ سن کر دنیا چھوڑنے کو جی چاہتا ہے۔

نیک صحبت کا اثر:

(۳۴۲) فرمایا۔ حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں ایک رئیس کے صاحبزادے آیا کرتے تھے اور حضرت سے محبت کرتے تھے اس سے رنگ بدلنے لگا تو ایک گنوار نے ان رئیس سے کہا تھا حکیم جی تمہارے (تمہارے) بیٹے کا افسوس ہے بگڑ گیا۔ دوسرا گنوار کیا کہتا ہے اجی بری صحبت ایسی ہی ہوتی ہے۔ اسی واسطے بڑوں نے بری صحبت سے منع کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ تک رسائی:

(۳۴۳) فرمایا ہمارے طریق میں زیادہ مجاہدہ نہیں ریاضت نہیں فقر نہیں ترک نہیں نوابی کرو اور پھر بھی خدا تک رسائی ہو سکتی ہے۔ جامی نے خوب فرمایا ہے

چو فقر اندر لباس شاہی آمد
بتدبیر عبید اللّٰہی آمد

فقر نام ہے خدا کے ساتھ لگ جانے کا نہ کہ ننگ رہنے کا۔

مذہب کی قوت:

(۳۴۴) فرمایا۔ مذہب ہی ایک ایسی قوت ہے جس کا کوئی قانون مقابلہ نہیں کر سکتا۔ مثلاً میرے پاس بعض دفعہ بلامہری ٹکٹ آجاتے ہیں اس وقت کوئی دیکھنے والا نہیں ہوتا کوئی گرفت نہیں ہو سکتی مگر میں سب سے اول ان کو چاک کرتا ہوں کہ کہیں میرے یا دوسرے کے نفس کو اس کے استعمال کی طرف میلان نہ ہو جائے۔ ایک اور فرضی مثال ہے کہ دو آدمی سفر میں ہوں ایک بالکل مفلس ہو اور دوسرے کے پاس ایک ہزار کے نوٹ ہوں وہ مالدار راہ

میں فوت ہو جائے اور متوفی کے صرف ایک نابالغ بچہ ہو اور کسی کو اس نوٹوں کی خبر نہ ہو تو کیا کوئی ایسی قوت ہے جو نابالغ کی وہ رقم ہزار روپیہ کی اس کو پہنچا سکے۔ کوئی ایسی قوت نہیں بجز دین کے، اگر دینی قوت ہے تو ساتھی وہ رقم بچہ کے ولی کو حوالہ کر دے گا۔ ایسے وقت اخلاقی قوت بھی کام نہ دے گی۔ دیکھئیے مذہب اتنی تو ضرورت کی چیز اور پھر اس سے لوگ لاپروائی برت رہے ہیں۔

تقویٰ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ:

(۳۴۵) فرمایا مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ ابتداء میں ڈیڑھ سو روپیہ تنخواہ کے ڈپٹی انسپکٹر مدارس تھے۔ جب ملازم ہوئے تو نوجوان تھے ایک انگریز نے کہا تھا کہ مولوی تو اچھا ہے مگر کم عمر ہے ورنہ ڈپٹی کلکٹری کی منظوری ان کے لئے ہوتی پھر اس نوکری کو بھی چھوڑ دیا تھا کیونکہ ایسوں کی تعظیم کرنا پڑتی تھی جن کی تعظیم جائز نہیں۔ عذر کے ایام میں بے انتظامی کے سبب باقاعدہ چھے مہینے کام نہیں ہوا۔ لیکن تنخواہ پھر بھی دی گئی مگر مولانا نے تنخواہ واپس کر دی گو لینا درست تھا کیونکہ تسلیم نفس تو پایا گیا چاہے کام لیا جائے یا نہیں مولانا متمول تھے اور قرضدار بھی رہا کرتے تھے مگر سب ترک کر کے چالیس روپیہ کی مدرسہ دیوبند میں نوکری کر لی پھر کبھی عمر بھر ترقی کی درخواست بھی نہ کی عسرت اور تنگی سے گذر کیا مگر خوش تھے۔

رفاہ عام کے لئے چندہ:

(۳۴۶) فرمایا۔ میں اپنی طالب علمی کے وقت یہ خیال کرتا تھا کہ اگر دس روپیہ کی نوکری مل جائے اور اناج گھر کا ہو گا بس کافی ہے اپنی لیاقت پر

اس قدر زعم نہ تھا جیسا اب لوگوں کو ہے اب تو لوگ چالیس پچاس سے کم بات ہی نہیں کرتے۔ کانپور میں ابتداء میرے پچیس روپیہ ہوئے تھے تو میں دل میں کہتا تھا اتنے روپے کیا کروں گا پھر والد صاحب نے یہ فرمایا کہ یہ تمہارا جیب خرچ ہے اور کھانے کپڑے کا میں ذمہ دار ہوں تم تکلیف نہ اٹھانا۔ اسی سلسلہ میں والد صاحب نے میری کھانا پکانے والی ملازمہ سے فرمادیا کہ دیکھو اس کے کھانے کے لئے اتنا گھی اتنا گوشت پکایا کرنا۔ اس باب میں ان کا کہنا نہ کرنا۔ تو اس صورت میں وہ پچیس روپیہ سارے ہی بچتے۔ مگر پھر بھی میں نے کبھی والد صاحب پر بار نہیں ڈالا۔ اس کے بعد میرے تیس ہوگئے پھر چالیس ہوگئے پھر پچاس ہو گئے پھر چھوڑ کر چلا آیا۔ اب تو خدا بغیر حساب دیتا ہے اس حالت میں بعضے لوگ تجویز کرنے لگے کہ ان پر چوکیدار لگایا جاوے۔ ایک تحصیلدار نے مجھ سے مسئلہ پوچھا کہ قصبہ میں لالٹین اور سڑک وغیرہ سے سب ہی منتفع ہوتے ہیں۔ لہذا خرچ بھی سب ہی کے ذمہ ہونا چاہیے۔ آپ بھی فائدہ اٹھاتے ہیں لہذا آپ کے ذمہ بھی ہونا چاہیے یا نہیں؟ میں نے کہا میرے ذمہ شرعاً واجب تو ہے نہیں البتہ جائز ہے اور وہ بھی اس وقت جب میری مستقل آمدنی ہو ورنہ جبر ہوگا۔ اور اب چونکہ میری مستقل آمدنی نہیں ہے اس لئے جائز بھی نہیں۔ البتہ یہ جائز ہے کہ جب رفاہ عام کے لئے جس سے میں یہ سب ابواب بھی داخل ہیں ضرورت ہو تو چندہ کرلیا جاوے اس وقت مجھ سے کہا جاوے اگر میرے پاس ہوگا تو دیدوں گا مگر معین طور پر لینا دینا یہ مجھے گوارا نہیں۔

حقیقی محبت کی مثال:

(۳۴۷) فرمایا۔ میرے دروازہ کے سامنے کی گلی خراب تھی اور ٹاؤن میں اس کی مرمت کی منظوری نہ تھی میں نے ٹھیکیدار سے کہا کہ یہ بھی بنوا دو اور

اس کا خرچ مجھ سے لے لو۔ اس نے بنوا دی۔ جب میں خرچ دینے لگا تو اس نے نہیں لیا یہ ہے حقیقی محبت اس کے واسطے دعا نکلی اس نے یہ بھی کہا کہ اگر روپیہ لے لیتا تو دعا کہاں سے ملتی۔ میں نے کہا نہیں روپیہ لے لو دعا بھی کیا کروں گا تم خاطر جمع رکھو مگر وہ روپیہ لینے پر راضی نہ ہوا۔

عند اللہ نا معلوم کون بڑا ہے:

(۳۴۸) فرمایا سنا ہے کہ مولانا خلیل احمد صاحب کل حج کو تشریف لے گئے سہارنپور کے اسٹیشن پر بہت مجمع تھا۔ لوگ مصافحہ کو لپکتے تھے اس سے مولانا کو بہت تکلیف تھی۔ لوگوں نے اپنی رائے سے رومال عمامہ کا سلسلہ ملا دیا مگر کسی نے رومال کو مصافہ نہ کیا (اس کے بعد فرمایا) کہ یہاں کیا مجمع ہے بڑے بڑے شہروں میں بہت مجمع ہوتا ہے پھر اپنا معمول بیان فرمایا کہ میں اکثر مصافحہ سے عذر نہیں کرتا کہ لوگوں کا دل ٹوٹے گا اور مصافحہ کے وقت یہ نیت کر لیتا ہوں کہ شاید کسی مقبول بندے کا ہاتھ لگ جاوے تو باعث نجات ہو جاوے اس خیال سے یہ مشکل آسان ہو جاتی ہے یہ ہرگز نہ سمجھنا چاہیے کہ میں مولوی ہوں تو میں بڑا ہوں۔ خدا کے نزدیک نہ معلوم کون بڑا ہے۔

خاتمہ ایمان ہونے پر دارومدار ہے:

(۳۴۹) فرمایا۔ حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے ایک حکایت لکھی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہیں تشریف لئے جا رہے تھے اور ایک عابد ان کے ہمراہ تھا۔ راہ میں ایک فاسق بدکار نے دیکھا تو نہایت حسرت اور زاری کے ساتھ کہا اے اللہ میرے گناہ معاف کر دے اور آخرت میں عیسیٰ علیہ السلام کا ساتھ نصیب کر اور ساتھ ہو لیا۔ زاہد نے جو دیکھا تو غصہ ہو کر کہا تو ہمارے

ساتھ کیوں ہو گیا اور دعا کی کہ اے خدا اس کا میرا ساتھ آخرت میں نہ کیجیو۔ خدا تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ ان سے کہدیا جاوے کہ ہم نے دونوں کی دعاء قبول کی فاسق کے تو گناہ معاف کر دیئے اور اس کو جنتی کر دیا اور عابد کو اس کے ساتھ نہ رکھا جاوے گا اور وہ دوزخ میں جاوے گا۔ تو صاحب کیا کسی کو حقیر سمجھے خاتمہ پر دارومدار ہے اللہ تعالیٰ انجام بخیر کرے۔

سفر حج میں مستقل مزاجی کی ضرورت:

(۳۵۰) فرمایا۔ جن پر حج فرض نہیں وہ کیوں اس قدر خواہش ظاہر کرتے ہیں کیونکہ بعض دفعہ وہاں جا کر ایسے واقعات پیش آتے ہیں کہ بڑے مستقل مزاج کا کام ہے کہ ثابت قدم رہے راستہ میں بعض دفعہ نماز تک کی توفیق نہیں ہوتی جب واقعات پڑتے ہیں تو سب شوق ختم ہو جاتا ہے۔ اسی بناء پر ایک بزرگ کا قول ہے

اے قوم بحج رفتہ کجائید کجائید
معشوق دریں جاست بیائید بیائید

(اے قوم جو حج کو گئی کہاں گئی کہاں گئی، محبوب تو یہاں ہے واپس آؤ واپس آؤ)

مساجد اور ذریعہ معاش:

(۳۵۱) فرمایا۔ غائب مسجدوں کے چندہ کے متعلق۔ سچ تو یہ ہے کہ چونکہ آنکھوں کے سامنے نہیں ہیں دل نہیں ابھرتا۔ بالخصوص جب کہ بعض لوگوں نے مسجدوں کو ذریعہ معاش بنا لیا ہے۔ ایک صاحب ہمیشہ چندہ وصول کر کے لاتے کہ مسجد میں لگاؤں گا ان کے کسی واقف کار پڑوسی نے کہا کیوں جھوٹ بولا

کرتے ہو کھا جاتے ہو مسجد میں کب لگاتے ہو۔ کہنے لگا لگاتا تو ہوں اب کے دکھا دوں گا۔ جب چندہ لائے تو ان کو ساتھ لے گئے اور روپیہ کو مسجد میں خوب رگڑا۔ کہا دیکھو لگایا یا نہیں جیسے ایک مقام میں ایک شخص دودھ فروخت کرتا تھا اور قسم کھاتا تھا کہ دودھ میں پانی نہیں ملایا۔ ایک پڑوسی شخص نے جھوٹ بولنے پر اعتراض کیا تو کہا دیکھو میں نے دودھ میں پانی نہیں ملایا۔ میں نے تو پانی میں دودھ ملایا ہے یعنی پہلے پانی برتن میں بھر دیا اور اوپر دودھ ڈال دیا۔

واقعۂ عقد ثانی:

(۳۵۲) فرمایا میں نے "اصلاح انقلاب" میں اپنے دوسرے نکاح کے متعلق جو واقعہ لکھا ہے ایک صاحب اس کو دیکھ کر کہنے لگے کہ میرا اعتقاد تم سے اسی کی وجہ سے ہوا۔

حضرت حکیم الامت کا زوجین میں مساوات و عدل:

(۳۵۳) فرمایا۔ گو میں نے عقد ثانی کیا مگر ڈرتا رہتا ہوں کہ کہیں مواخذہ نہ ہو اور عدل بھی اتنا کرتا ہوں کہ جس دن جس کا دن ہوتا ہے اس روز دوسرے کا خیال تک دل میں قصداً نہیں لاتا۔ ہدیہ کی ٹوکریاں تک جس میں لوگ چیزیں لاتے ہیں رکھ چھوڑتا ہوں۔ جب برابر کی دو ہو جاتی ہیں تب ایک ایک دے دیتا ہوں۔ اگر کسی گھر میں چھوٹی ٹوکری دے دی تو یاد رکھتا ہوں اور دوبارہ اس کو بڑی بھیجتا ہوں کوئی کر کے تو دکھاوے (اور اب عدل فی السکنی کو قدیمہ نے معاف کر دیا ہے عدل فی العکایا الحمد للہ جاری ہے)

عقد ثانی سے زندگی تلخ ہو جاتی ہے:

(۳۵۴) فرمایا۔ ایک دوست نے ظاہر کیا کہ میں دوسری شادی کرنا

چاہتا ہوں میں نے کہا تمہارے کتنے گھر ہیں؟ کہا ایک، میں نے کہا تم ہرگز نہ کرنا تین ہونے چاہئیں کیونکہ اگر دونوں سے روٹھ جاؤ تو کہاں جاؤ گے۔ دوسری شادی سے عورت کی زندگی تو تلخ ہو ہی جاتی ہے مگر اس سے زیادہ اکثر مرد کی مٹی خراب ہو جاتی ہے۔ مجھ کو دس برس ہو گئے۔ اسی فکر میں اب بعد دس برس کے انتظام قابو میں آیا ہے۔ ایک دفعہ گھر میں کہا۔ تم نے دوسری شادی کر کے نکاح ثانی کا راستہ کھول دیا۔ میں نے کہا نہیں بلکہ راہ بند کر دی کیونکہ سب نے دیکھ لیا کہ عدل میں کیسی دشواری ہے اس لئے کسی کی ہمت نہ ہو گی۔

قوانین مدرسہ تھانہ بھون:

(۳۵۵) فرمایا۔ ہر مدرسہ میں خاص قوانین علیحدہ علیحدہ ہیں۔ میرے یہاں تو خاص دو قانون ہیں۔ ایک تو یہ کہ بلا قید کسی خاص لیاقت کے اگر امداد طلبہ کے لئے کچھ ہو گا دوں گا نہ ہو گا نہ دوں گا۔ توکل کا کارخانہ ہے دوسرے یہ کہ اگر طالب علم امرد ہو تو مدرسہ کے باہر رہے بدوضعی کی ذمہ داری کون کرے یہ اس کے سرپرست کا کام ہے۔ کہ وہ کسی کو ذمہ دار بنا دے۔ یہاں غیر اوقات درس میں امرد کے رہنے کی اجازت نہیں ہے۔ کیونکہ یہاں بشر رہتے ہیں جن میں بعض باء جارہ کے ساتھ ہیں یعنی متلبس بالشر۔

ابتدائی تعلیم کے لئے بڑی لیاقت کی ضرورت ہے:

(۳۵۶) فرمایا۔ میزان الصرف پڑھانے والا بھی عالم متبحر ہی ہونا چاہیے ۔ یہ غلط ہے کہ ابتدائی کتابوں کے واسطے معمولی آدمی کو کافی سمجھا جاتا ہے۔ لوگ سمجھتے ہیں میزان میں کیا رکھا ہے میں کہتا ہوں ابتدائی تعلیم کے لئے بڑی قابلیت کی ضرورت ہے۔

امور غیر مقصودہ:

(۳۵۷) فرمایا۔ بلوچستان سے خط آیا ہے لکھا ہے کہ ارواح انبیاء و اولیاء در دنیا می آیند یا نہ۔ میں نے جواب لکھدیا ہے کہ بدیں مسائل چہ حاجت ست در دین اور اگر تصحیح عقائد کی حاجت کا شبہ ہو تو اللہ اعلم کا عقیدہ کافی ہے ایسے امور غیر مقصودہ ہیں۔

وظائف تقویت تدابیر اصلاح کے لئے ہوتے ہیں:

(۳۵۸) فرمایا۔ اد رکھنے کی بات ہے طریق میں وظیفے بیکار تو نہیں ہیں مگر ایسے باکار بھی نہیں جیسا لوگ جانتے ہیں کہ ان کو مقصود کے لئے کافی سمجھتے ہیں۔ اصل تو تدبیر ہے اصلاح کی اس کی تقویت کے واسطے وظیفہ ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص نکاح تو کرے نہیں اور بچہ ہونے کے واسطے وظیفہ پڑھے تو بچہ کیسے ہو جاوے گا۔ کھیت تو بوؤ نہیں وظیفہ سے غلہ کیسے پیدا ہو جائے گا۔

تنخواہ دار مدرس اور اہل حرفہ کو مسجد میں کام کرنا ناجائز ہے:

(۳۵۹) فرمایا۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ایک شخص نے اپنا خواب بیان کیا کہ اپنے کو مسجد میں پاخانہ پھرتا ہوا دیکھتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا معلوم ہوتا ہے تم کو وظیفہ دنیاوی کام کے واسطے مسجد میں پڑھتے ہو گے۔ اسی لئے حسب تصریح فقہاء تنخواہ دار مدرس یا کسی اہل حرفہ کو مسجد میں کام کرنا ناجائز ہے۔

لاہور اسٹیشن پر کھانا کھانے کا واقعہ:

(۳۶۰) فرمایا- لاہور کے اسٹیشن پر میں اور حافظ احمد صاحب مہتمم مدرسہ دیوبند ہوٹل میں کھانا کھانے گئے وہاں کھانے کے لئے کرسی اور میز لگی تھی- میں نے کہا حافظ صاحب یہ تو ٹھیک نہیں- فرمایا آؤ ایک رکابی میں مل کر کھاویں اور پاؤں اوپر اٹھالیں- پھر تشبہ نہ ہوگا- کیونکہ وہ لوگ الگ الگ کھاتے ہیں- پھر حافظ صاحب تو پاؤں اٹھا کر چہار زانو کرسی پر بیٹھ گئے مگر غالباً مجھ سے نہ بنا-

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بانی اسلام کہنا درست نہیں:

(۳۶۱) فرمایا- حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بانی اسلام کہنا درست نہیں- یہ عیسائیوں کا محاورہ ہے وہ اسلام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بنایا ہوا جانتے ہیں- یہ ان کا عقیدہ ہے اب ان سے مسلمانوں نے لے لیا ہے- غور نہیں کرتے یا پرواہ نہیں کرتے- میں تو اس لفظ پر ہمیشہ نکیر کرتا ہوں-

رفع پریشانی کی تدبیر:

(۳۶۲) فرمایا ایک صاحب نے تحریر کیا ہے کہ میرا لڑکا آوارہ ہو گیا ہے مجھ کو اس کی بہت پریشانی ہے کیا تدبیر کروں میں نے جواب میں لکھدیا ہے کہ تدبیر تو کرو مگر اس پر ترتب ثمرہ کا انتظار نہ کرو- رفع پریشانی کی تدبیر بجز اس کے اور کچھ نہیں ہے کہ تدبیر تو کرتا رہے مگر ترتب ثمرہ کی فکر چھوڑ دے یہ جواب نصوص کے موافق ہے کوئی مجیب آزاد مشرب ہوتا تو لکھتا کہ تدبیر ہی چھوڑ دو مگر یہ حق شفقت کے خلاف ہے باقی فکر ثمرہ سو بات یہ ہے کہ اگر محبوب سے دل لگ جاوے تو ایسی سب فکریں آپ سے آپ چھوٹ جاویں-

بعض طبائع میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ محبت ہونے کا سبب:

(۳۶۳) بجواب ایک سوال کے فرمایا۔ بعض طبائع میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خدا تعالیٰ سے زیادہ محبت معلوم ہوتی ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظیر موجود ہے گو کامل نظیر نہ سہی اور اللہ تعالیٰ کی کوئی نظیر نہیں ہے۔ نفائسر کو بھی محبت میں دخل ہے۔ اس لئے اللہ کی محبت صرف جذب سے ہوتی ہے اور جذب اکثر ان اسباب سے ہو جاتا ہے۔ ذکر سے اور رحمت و انعامات کے خیال سے اور اہل محبت کی صحبت سے۔

دل شکنی اور دین شکنی:

(۳۶۴) فرمایا۔ ایک صاحب نے لکھا ہے کہ لوگ مجھ سے تعویذ بہت مانگتے ہیں سخت پریشان ہوں ابتداء اس طرح ہوئی کہ گھر میں سالی کے واسطے تعویذ لکھا تھا ان کو فائدہ ہو گیا۔ دوسری پریشانی یہ ہے کہ میری آواز اچھی ہے۔لوگ مجھ کو امام بناتے ہیں اور میری خاطر کرتے ہیں۔ شیطان بڑا استاد ہے۔ خوف ہے کہ مجھ کو تعویذ گنڈوں میں نہ پھنسا دے یا امامت پر جو خاطر ہوتی ہے اس خاطر پر اجرت کا وسوسہ ڈال کر امامت سے اور اس کے ثواب سے محروم کردے۔ میں نے جواب لکھدیا ہے کہ جو امامت پر خدمت کرتے ہیں ان سے کہہ دو کہ ہمارے پیر نے اس خدمت کے قبول کرنے سے منع کیا ہے اور تعویذ کی ابتداء تم نے لکھی ہے تو اس ابتداء کی انتہا بھی ہو سکتی ہے۔ کہدو کہ میں تعویذ نہیں دیتا۔ ایسے موقع پر بعضے لوگ کہتے ہیں کہ دلشکنی ہوتی ہے۔ مگر اس مشغلہ سے تو دین شکنی ہوتی ہے۔

ایک نصیحت:

(۳۶۵) فرمایا- ایک شخص نے کارڈ میں ایک طویل مسئلہ پوچھا ہے اور دخل کے لئے لکھتے ہیں کہ یہ تکلیف کی بات تو ہے مگر رنجیدہ نہ ہونا- میں نے لکھدیا ہے ایسے جواب کے واسطے لفافہ آنا چاہیے اور یہ نصیحت کی بات ہے رنجیدہ نہ ہونا-

گوشہ نشینی انفع ہے:

(۳۶۶) فرمایا میں غیر ضروری تعلقات کو سخت مضر جانتا ہوں- مگر مولوی صاحب اس کے خلاف بہت ملنے جلنے اور مخالطت کرنے کو کرتے ہیں ابھی ان کا خط آیا تھا- اس میں میری ایک عبارت نقل کر کے معارض دکھلایا ہے- میں نے کہا بھائی! تم مولوی ہو میں رفع تعارض میں اپنے دعویٰ کی دلیل بیان کروں گا- تم دلیلوں کے مقدمات پر اعتراض کرنا- اس لئے دلائل چھوڑ کر مشاہدہ پیش کرتا ہوں- سچ تو یہ ہے کہ اب ملنا جلنا واجب تو ہے نہیں کہ اس کے لئے بعض مضار کو بھی گوارا کیا جائے اور ملنے میں ضرر صریح ہے تو غیر واجب کے لئے ضرر کیوں گوارا کیا ہے- رہا یہ کہ ضرر کیا ہے سو چند روز گوشہ نشینی کر کے تجربہ کر لو پھر تم معلوم کر لو گے کہ خلوت و اختلاط میں کس قدر فرق ہے- یہ ذوقی بات ہے جو کہتا ہوں بلا ضرورت دینیہ ہر گز نہ ملو- حتیٰ کہ بزرگوں سے بھی زیادہ فائدہ ہے- ہمارے ایک دوست بزرگوں سے بہت ملتے تھے- آج قطع تعلق ہے وہاں- میں نے کہا سنو! تعلیم اور اس کے لئے صحبت کا تعلق تو صرف اپنے شیخ سے رکھو باقی محبت سب بزرگوں سے کرو- لیکن اگر کوئی اتفاقاً مل جاوے تو مل لو ورنہ کچھ ضرورت نہیں ان ہی مضار کا مشاہدہ فرما کر حضرت

مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ بہت کم سفر فرماتے مولانا کو سفر سے اتنا انقباض ہوتا تھا کہ اگر حضرت اس وقت تشریف رکھتے تو لوگ دیکھ لیتے سفر میں معمولات تطوع اگر قضا ہو جاویں مضر نہیں مگر آفت تو یہ ہے کہ دل کی حالت خراب ہو جاتی ہے۔ مبتدی کی حالت تو بہت جلد ہی خراب ہو جاتی ہے اور غیر منتہی تو کچھ جھلا بھی جاتا ہے۔

تمت الملفوظات الملقبۃ بکلمتہ الحق